

اصلاح سخن

مشاہیر شعراء عصر کی اصلاحوں کا آئینہ

جامع

محمد عبدالعلی شوق سندیلوی

۱۹۲۶ء

صفحہ ۱	غزلیات
۱۳ - ۱	خواب میں اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا
۲۳ - ۱۴	اب اپنا دل تنگ ہے زندانِ تمت
۳۷ - ۲۴	دشمن جاں جب سے یہ چرخِ ستمگر ہو گیا
۴۹ - ۳۸	زبان سے اُت نکرناسمیع سان جل جل کے مرجانا
۶۳ - ۵۰	غضب ہوا دل صبر آزمائے لوٹ لیا
۷۲ - ۶۴	خندہ زن مجھ پر مسیری خوبی تقدیر نہو
۸۱ - ۷۳	ہماری خاک جو آوارہ کو سے یار میں ہے
۸۸ - ۸۲	پھر اُس کی یاد لانی ساتھ شدتِ دردِ فرقت کی
۹۳ - ۸۹	یہ دل کے بیلنے کی تدبیرِ نضر آئی
۱۰۳ - ۹۴	کچھ ایسی دہ نگاہِ نازِ حسرتِ آفرین کی
۱۱۳ - ۱۰۴	اُس شے پہ ناز کیا جو نہو اختیار کی
۱۳۰ - ۱۱۵	ہستی کا کچھ آسرا نہیں ہے
۱۳۶ - ۱۳۰	اپنی نیکل آئینہ رازِ محبت دیکھی
۱۴۸ - ۱۳۷	یہ نشانِ پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے
۱۵۸ - ۱۴۹	گردشِ نگاہِ ناز کو کب سخن میں تھی
۱۶۲ - ۱۵۹	دلا باشِ سربانِ آں ملک گیرے

صفحہ نمبر	فہرست اساتذہ	
۱۶۳	سید علی احسن صاحب (مارہرو)	آحسن
۱۶۴	سید انوار حسین صاحب (کھنؤ)	آرزو
۱۶۵	سید فضل حق صاحب (رئیس شاہو بیگہ ضلع گیا)	آزاد
۱۶۶	سید معشوق حسین صاحب ہاپوٹری (بج پور)	اظم
-	سید افضل علی خاں صاحب (چھوٹے بیٹا) کھنؤ	افضل
۱۶۱	ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لاہور)	اقبال
۱۶۲	لسان العصر خان بہادر سید اکبر حسین صاحب مرحوم (الہ آباد)	اکبر
-	مولوی فضل الرحمن صاحب (غازی پور)	باقی
۱۶۴	میرزا عاشق حسین صاحب (اکبر آباد)	بنہم
۱۶۵	سید حسین احمد شاہ صاحب (شاہجہاں پوری)	میباک
۱۶۶	مولوی حاجی سید وحید الدین صاحب (دہلی)	بہنود
۱۶۶	مولوی سید محمد احمد صاحب مولانی ایم اے (کھنؤ)	بہنود
۱۸۰	میرزا ذاکر حسین صاحب قزلباش (کھنؤ)	ثاقب
۰۰	حکیم افتخار حسین صاحب صدیقی (بسواں ضلع سیٹاپور)	جگر
۰۰۰	جلیل اللہ رفعت صاحب جنگ حافظ علیل حسن صاحب مانگپوری (حیدر آباد دکن)	جلیل
۱۸۲	مولوی محمد ضمیر حسن غاٹھ صاحب (شاہجہاں پوری)	دل
۱۸۳	سید امیر حسن صاحب رئیس (مارہرو ضلع ایٹ)	دلیر
۱۸۳	مولوی سید محمد یوسف صاحب جعفری (عظیم آبادی)	ربنود
۱۸۴	سید ریاض احمد صاحب (خیر آباد ضلع سیٹاپور)	ریاض
۰۰۰	حافظ محمد جعفر صاحب خیر آبادی (حیدر آباد دکن)	زہری
۱۸۶	ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب (دہلی)	سائق

Checked 1975

صفحات منیمہ	فہرست اساتذہ	
۱۸۷	خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب (پٹنہ)	شاد
۱۸۹	لفٹنٹ مافظ اعجاز علی صاحب امیٹوی (حیدرآباد دکن)	شہرت
۱۹۱	حکیم سید حسن رفیعی صاحب رضوی عماد پوری (حاجی پور رنج گنج)	شفق
۱۹۳	مولانا احمد علی صاحب قدوائی مرحوم (راپور)	شوق
۲۰۰	مولانا حافظ سید احمد حسین صاحب مرحوم (مجدد السنہ شرقیہ) میرٹھ	شوکت
۱۹۶	مولانا سید علی نقی صاحب (لکھنؤ)	صفی
۱۹۷	حکیم سید انوار الدین صاحب (حیدرآباد دکن)	عیتق
۲۰۰	میرزا محمد ہادی صاحب (لکھنؤ)	غریز
۲۰۳	مولانا شوکت علی خان صاحب بی۔ س۔ ال۔ ال۔ بی، (بدایوں)	فانی
۲۰۳	حکیم سید عابد علی صاحب مرحوم (خیرآباد ضلع سیتاپور)	کوثر
۲۰۴	میرزا محمد تقی بیگ صاحب دہلوی (بجے پور)	مال
۲۰۴	میرزا کاظم حسین صاحب (لکھنؤ)	محشر
۲۰۶	اعتبار الملک سید ہشتیار حسین صاحب خیرآبادی (گوالیار)	مصطر
۲۰۷	مولوی سید محمد شرف الدین صاحب ٹونکی (اٹاوا)	مومن
۲۰۸	ابوالعلا حکیم سید سعید احمد صاحب (رکان پور)	ناطق
۲۱۰	نواب حیدر یار جنگ مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی (حیدرآباد دکن)	نظم
۲۱۱	مولوی سید نواب علی صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر رٹودہ کالج (رٹودہ)	نواب
۲۱۲	شیخ محمد فوج صاحب رئیس (نارہ ضلع الہ آباد)	فوج
۲۱۳	مولانا نیاز محمد خان صاحب فنجپوری (مدیر نگار) بھوپال	نیاز
۲۱۵	مولانا سید رضا علی صاحب رئیس (کلکتہ)	وحشت
۲۱۶	مولانا عبد اللطیف صاحب مجسٹریٹ (ریاست جاوہر)	یکتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریب

یہ رسالہ میرے عزیز دوست محمد عبدالعلی صاحب شوق سندیلوی کے اس ذوق ادب کا نتیجہ ہے جس کے عطا کرنے میں فطرت نے اُن کے ساتھ غیر معمولی فیاضی سے کام لیا ہے۔

اس دور میں جبکہ مادی فنون کی غیر العقول ترقیاں نظارہ کو کسی اور طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں دیتیں، کسی انسان کا ایسے مشغلہ میں مصروف رہنا جو کسی بعید تاویل کے بعد بھی روحانیت سے وابستہ ہو سکے اس میں شک نہیں کہ عجیب و غریب منظر معلوم ہوتا ہے اور ہم اس انسان کی ”معصومیت خیال“ کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہر چند مغرب کے اہل ہوش اس نوع کی بے گناہی ”کو بدترین جرم قرار دیتے ہیں“، لیکن مشرق جہاں کے اصول زلیت و مرگ بھی اتنے جلد ہیں، اپنی معاشرت اور اخلاق کی دنیا سے اس نظریہ کو کبھی محو نہیں کر سکتا جس کا تعلق محبت اور محبت کے ذریعہ سے تمام ابنائے جنس کے ساتھ ہے۔

یورپ میں جس طرح تمام فنون لطیفہ مشینری کی زد میں آکر اپنی حقیقی روح کو کھو چکے ہیں اسی طرح وہاں کے ادب لطیف نے بھی وہ رنگ اختیار کر لیا ہے کہ شکل سے کوئی روحانی یا قلبی لذت اس سے حاصل کی جاتی ہے اور وہاں کی آبادی اس لطف سے اس قدر بیگانہ ہو چکی ہے کہ جب اسکے سامنے ”گیت انجلی“، ”پونچھی“ تو وہ مبہوت ہو کر دیکھتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے، حالانکہ ایشیا کے لٹریچر میں ”گیت انجلی“، کوئی ایسی بلند مرتبہ جینا نہیں۔ لیکن ایشیا ہنوز اس خواب کو فراموش نہیں کر چکا ہے اور اس کے فرزند اس عالم بچا رنگی میں بھی اس کی قدیم روایات کو قائم رکھنے میں پوری کوشش صرف کر رہے ہیں۔

شعر پر ہر استاد سخن نے کس پہلو سے نظر ڈالی ہے اور جس لفظ خیال یا محاورے اور بندش کو ایک نے پسند کیا ہے دوسرا اسکو ناواقف و معیوب بتاتا ہے اور یہ ایسے شعرا کا اختلاف مذاق ہے جو ایک ہی طبقے کے اور ایک ہی اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔

فی الحال ہماری شاعری کے دو اسکول ہیں، ایک مشرقی اور دوسرا مغربی، پہلا طبقہ ان بزرگوں کا ہے جنکا مرکز نکال عربی و فارسی کی شاعری اور اردو کے پرانے اساتذہ سخن کا کلام ہے اور دوسرا طبقہ ان حدیث العہد شعرا کا ہے جنکا مرکز سخن پر کیا ذوق اور انگریزی اور فرانسیسی شاعری ہے۔ مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے آجیات میں اردو شاعری کے متعدد دور بتائے ہیں مگر میں اسے صرف دو دور پایا ہوں، پہلا وہ دور تھا جبکہ فارسی ادب اردو شاعری کا ادباً موز تھا اور دوسرا جدید و رجحانہ نثر اردو کی طرح نظم اردو بھی پر کیا مغربی لباس پہن کے بجائے نظامی سعودی کے ٹیکسید اور ملٹن کو خیالات استعارات کی کام لے رہی ہے اس ادبی انقلاب نے بگڑیں تہشیل استعارات اور تخیل سب کو بدل دیا ہے۔

لہذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے دوست کے ان اساتذہ میں دو چار جدید دور اور نئے طبقے شعرائے اردو کے صاحبان کمال بھی موجود ہوتے تو خدا جانتے کیسی کیسی اصلاحیں ہوتیں، اور نظر آتا کہ فی الحال مختلف شعرائے اردو کے ذوق سخن میں باہم سقندر زمین آسمان کا فرق ہی قابل مصنف نے جناب مہدی مرزا پوری کی کتاب مشاطہ سخن سے اپنی اس کتاب کا موازنہ کیا ہے۔ حضرت مہدی نے بڑی تجو سے قدیم شعرائے اردو کی اصلاح کو جمع کیا ہے اور اس سلسلے میں اس عصر کے زندہ شعرا کی اصلاح میں خاص مصنف صاحب کے کلام پر کیا کر کے شائع کی گئی ہیں اگرچہ ”ملاحوں“ کے اعتبار سے دونوں کتابوں میں ایک گونہ تنا سب ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت مہدی کی کوشش صحیح معنوں میں ”اصلاح سخن“ سے تعلق رکھتی ہے غلات اس کے جناب شوق کی تصنیف میں شعری اصلاح سے زیادہ اساتذہ کے اختلاف مذاق اور اردو شعرا کے موجودہ نثرات کا اعتبار ہے جو آج کل کے محققین کے لئے ایک نہایت ہی عجیب بحث اور برائے نامک اور غور طلب معاملہ ہے۔

ہمارے دوست اگر ایسی ہی تھوڑی اور غریب اور اصلاح میں شائع فرمادیں تو اختلافات زبان مذاق کے صحیح اصول قائم کر کے اس پر بحث کی جاسکے گی کہ یہ اختلاف کیوں ہیں، کس صحبت یا کس سرزمین یا کس خاندان شاعری کا اصلی مذاق ان اختلافات کا باعث ہوا اور اصولاً اختلافات کے اسباب کا پتہ لگا لینے کے بعد زبان اردو پر بھی تنقید ہو سکتی ہے۔ جس کی طرف فی الحال ہمارے مولوی عبدالحق صاحب اپنے رسالہ ”اردو“ میں خصوصیت سے توجہ فرما رہے ہیں۔ اگر جناب شوق نے خاص اس طریقے کو وسعت کیسا تھ ترقی دی تو محققین زمانہ کو اردو زبان کی اصلاح اور اس کے مختلف اسکولوں پر اصولاً بحث کرنے کا بہت اچھا موقع ملے گا۔

الغرض میں حضرت شوق کی اس کوشش کو محض استادوں کی اصلاح تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے آئندہ محققین کا ایک نہایت ہی نفع بخش پیش خیمہ قرار دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو اس طرف زیادہ توجہ فرمائے کی تو فیض خیر ہے۔ فقط محمد عبدالحق حکیم شاعر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

انسان اشیائے گرد و پیش کے باہمی تعلقات کی تحقیقات عرصہ دراز کے بعد کر سکا ہو، لیکن وہ ان سے اپنے حواسِ خمسہ کی بدولت، روزِ اول ہی سے، حسبِ شعور متاثر ہوتا رہا۔
 حواسِ خمسہ کا عمل ماحولِ موجودہ پر، اراداً یا بلارادہ، برابر جاری رہا، اور اُس عمل سے دماغِ صحیح کا متکلیف ہونا ناگزیر تھا۔

حواسِ ظاہری کا عمل، احساسِ کیفیتِ خارجی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، اس احساس کا ادراک اور ادراک سے پیدا ہونے والا عملِ ذہنی دماغ کی کارفرمائی ہے! نفرت و محبت، انتقام و عفو، رنج و مسرت، غرض تمام جذبات کا دار و مدار اُسی عملِ ذہنی سے متعلق ہے!

ادراکِ احساسات و عملِ ذہنی کا، بطی و سریع ہونے کے لحاظ سے، ہر دماغ میں کم و بیش ہونا ایسا بدیہی اور ناگزیر ہے جیسے پاؤں اُگیلوں کا یکساں نہ ہونا! ماحولِ حاضرہ سے ہر شخص کے جذباتِ علی قدر کیف متحرک یا برائے ختم ہوتے ہیں!

ایک محتاج و یتیم بچے کی فاقہ کشی یا ایک مغرورِ غذا کی زر پرستی و جاہ طلبی، برسات کی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آفتی کے قریب رہ رہ کر چلنے والی بجلی یا موسمِ بہار کی براق، ٹھنڈی اور آنکھوں میں کھٹکنا جانورالی چاندنی امیروں میں پیسے کی پکار یا غمی بھوار کے وقت مور کی جھنکار، دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان حسبِ شعور متاثر اور متکلیف کرتے ہیں!

گویا ادراکِ احساساتِ خارجی، جذباتِ اندرونی کو وجود میں لاتا ہے! چشم و ابرو، پیشانی و دہانہ، حرکات و سکنات، جذباتِ اندرونی و کیفیاتِ قلبی کا پتہ دیتے ہیں!

جذبات جس قدر تیز و درقوی ہوتے ہیں، اُن کا اظہار بھی اُسی قدر نمایاں اور دیر پا ہوتا ہے! جذبات

قوی کی صورت میں، دلغہ منکیت اظہار کیفیت پر فطرتاً عاجز، اور رادٹا مائل ہوتا ہو! بے کسی اور بے بسی کے قابل رحم نظارہ سے ایک شخص صرف متاسف ہوتا ہو، دوسرے کی آنکھیں مورتی پر رونے لگتی ہیں، تیسرا ماتم دین کی حد تک پہنچتا ہو، اور کوئی نہ کوئی سریع الحس اور قوی الجذب انتہائی حد تک متاثر ہو کر اپنے جذبات اندرونی کی کیفیت کچھ اس طرح کہہ اٹھتا ہو کہ سنے والے کلیمہ بکر کر رہ جاتے ہیں! مشاہدات و احساسات کو اس طرح ظاہر کرنا کہ دیکھنے والی آنکھ پر وہی کیفیت طاری ہو جائے جو ظاہر کرنے والا خود محسوس کر رہا ہو کمال نقاشی ہو! ایسی نقاشی یا مصوری مختلف ذرائع سے اور مختلف صورتوں میں کی جاتی ہو!

مشاہدات، احساسات، اور جذبات کی مصوری الفاظ کے ذریعہ سے کچھ اسے تو شاعری ہو! اصل شاعری، کلام کے موزوں یا مقفے ہونے سے اسی قدر مستغنی ہو جس قدر روئے زیبا خدمت مشاطہ سے! شاعر کے الفاظ، مصور کا قلم، معنی کی آواز، ثبت تراش کی چھینی، اظہار احساسات و مشاہدات کے ذرائع ہیں! اس میں شک نہیں کہ مادی اجسام و مناظر قدرت کی مصوری کے لئے مصور و ثبت تراش کے ذرائع نسبتاً ہمہ گیر اور مکمل ہیں! لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ احساسات ذہنی، جذبات اندرونی یا کیفیات قلبی کی نقاشی کے لحاظ سے شاعر کا ذریعہ اظہار بدرجہ وسیع، بزرگ، اور وجد انگیز ہو!

۱۹۲۱ء کے ٹائمز آف انڈیا کے کرسمس نمبر میں، ایک یورپین نقاش نے عمر خیام کی چند رباعیات کی مصوری میں کمال نقاشی کا اظہار کیا ہو! ہر رباعی کے لئے ایک علیحدہ تصویر بنائی ہو! ان تصاویر کا مقابلہ رباعیات متعلقہ سے کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جسم انسانی، شکل و صورت، مکان و سامان، زمین و آسمان، مناظر مادی، اس درجہ جزئی و خوبی کے ساتھ تصاویر میں نمایاں ہیں کہ عمر خیام کے الفاظ ان کو کسی طرح ظاہر نہیں کر سکے۔ مگر جذبات اندرونی، کیفیات قلبی، احساسات ذہنی کے اظہار میں تصاویر مذکور کو عمر خیام کی رباعیات سے وہی نسبت ہو جو ایک گونگے شخص کی اشارات و حرکات چشم و ابرو کو ایک شیرین مقال کی گفتار و لغز جیسے! جذبات کی مصوری عمر خیام کے چند الفاظ جس قدر مکمل اور خوبی کے ساتھ کر جاتے ہیں، مصور مذکور کی گونا گوں رنگ آمیزی یا قلم کاری، باوجود انتہائی کوشش مطلق نہیں کر سکتی!

مثلاً، فرض کیجئے کہ ایک نقاش کسی شہر کی فحط زدہ حالت کا نقشہ کھینچتا ہو، وہ شہر مذکور کے کسی ایسے گوشہ کو لیتا جہاں افلاس و بخت کی وجہ سے فحط کا اثر نہایت نمایاں ہو! اب اس گوشہ کی نقاشی میں منسل

و جماع صورتوں کو پھٹے کپڑوں، زدہ حالت اور مختلف رنگ میں، کمال مصوری کے ساتھ گزبھر کر پڑے
پر دکھائیگا! لیکن شیخ شیراز اس کی تصویر کھینچنے میں چند الفاظ کو اس طرح ترتیب دیدیتے ہیں:-

چناں قحط سالی شد اندر دوشق کہ یاراں فراموشش کردند عشق
دوسرے مصرعہ کے گئے پتے الفاظ جس خوبی کے ساتھ انسانی دل و دماغ پر قحط کے اثر کا چرہ اُتار جاتے
ہیں غالباً نقاش کا قلم نہیں اُتار سکتا!

اسی قسم کے ہزاروں اشعار مثال میں پیش کئے جاسکتے ہیں جن کی مصوری جذبات کا مقابلہ خانہ مانی بھی نقاش
کے رنگ میں نہمہ برابر نہیں کر سکتا!
ذیل کے اشعار پر غور کیا جاسکتا ہے کہ اون کی تصویر جذبات کا چرہ نقاش کا قلم کہاں تک اُتار سکتا ہے:-

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

غالب

ہو کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

ایضاً

کیوں کر اوس بُت سے رکھوں جان عزیز کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

میر درد

تمہیں چند اپنے ذمہ دھر چلے کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

مومن

تغافل سے جو باز آیا جفا کی تلافی کی بھی طنالم نے تو کیا کی

غالب

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالب جس کی قیمت میں ہو عاشق کا گریبان ہونا

مصوری جذبات و احساسات کے لحاظ سے شاعر کے الفاظ جہاں تک پہنچتے ہیں نقاش کے نقوش

اُن کی دھول بھی نہیں پاسکتے! دہزار برس پیشتر بھی یہ ہی سمجھا جاتا تھا اور آج بھی یہ ہی مانا جاتا ہے! ارسطو
نے بھی شاعری کو فنون لطیفہ میں سب سے اونچی جگہ دی، اور میکائیل نے بھی کافی موٹنگائی کے بعد اُسکو

بُت تراشی، نقاشی اور نغمہ پر فوقیت دی !
 شعر کے متعلق متعدد مانگوں نے، مختلف زبانوں میں، اپنے اپنے نقطہ خیال کے مطابق رائے زنی کی
 ہی ! اُصعی کی رائے میں ”شعروہ ہی جس کے معنے الفاظ سے پہلے ذہن میں آجائیں“، خلیل ابن احمد شعر کی
 خوبی صرف اس قدر سمجھتے ہیں کہ ”سامع کو اُس کے شروع ہوتے ہی معلوم ہو جائے کہ اُس کا فلاں قافیہ ہوگا“
 صاحب عقد الفرید فرماتے ہیں :-

وَإِنَّ أَحْسَنَ بَيْتٍ أَنْتَ قَائِلُهُ بَيْتٌ يُقَالُ إِذَا انْشَدَّ تَهْ صَدَقَا
 (سب سے بہتر شعر جو تم کہہ سکتے ہو وہ ہے کہ جب پڑھا جائے تو لوگ کہیں کہ سچ کہا ہے) ابن ریشی کی نگاہ میں بہترین شعروہ ہے کہ
 فَادَا قِيلَ اطْمَعِ النَّاسَ طَرَا وَلِذَا رَجَعَا عَجَزَ الْمُعْجَزِيْنَا
 (یعنی جب پڑھا جائے تو ہر شخص کو یہ خیال ہو کہ میں بھی ایسا کہہ سکتا ہوں۔ مگر جب دیا کہنے کا ارادہ کیا جائے
 تو معجز بنان عاجز ہو جائیں) ملن کے الفاظ میں، مختصراً، شعر کی خوبی یہ ہے کہ ”سادہ ہو، جوش سے بھرا
 ہو اور اہلیت پر مبنی ہو“ !!

اصعی کی نظر صرف سادگی پر جاتی ہے۔ صاحب عقد الفرید محض اہلیت کو شعر کا جزو لا ینفک قرار دیتے ہیں
 ابن رشین جزئیات شعر سے قطع نظر کرتے ہوئے فقط بہترین شعر کے پہچاننے کا معیار بتاتے ہیں لیکن ملن سادگی
 اہلیت اور جوش، تینوں صفات کو لیکر ایک جامع تعریف پیش کرتا ہے ! نظراً ان صفات میں سے ہر ایک
 کو بجائے خود نشریح طلب پاتی ہے ! سادگی کا مفہوم بظاہر ایسا ہی آسان معلوم ہوتا ہے جیسا یہ لفظ خود ہی :-
 لیکن اس کا معیار قائم کرنا فی الحقیقت ایسا سہل نہیں ! ”سادہ“ کے معنی اگر ”عام فہم“ ہوں اور اس صفت کی
 وسعت اس حد تک سمجھی جائے کہ عوام کی نظر بھی اوس کو عام فہم قرار دے تو عامیانہ اور سو قیانہ کلام سب
 بہتر سمجھے جائے گا سخی ہوگا !

یار کی کوئی خبر لاتا نہیں دم لبوں پر ہے نکل جاتا نہیں
 میر تقی کے بہتر نشتروں سے بھی افضل قرار پائیگا اور نفس شعر کا حسن مذموم سادگی کے زیر سایہ
 ہندوستانی بیوہ بن جائیگا ! فی الحقیقت سادہ کلام اور عامیانہ کلام میں ایک بین حد فاصل ہونی چاہئے اور
 ہی ! میرے خیال میں، عام فہم کے لفظ ”عام“ کا اطلاق سوسائٹی کے درجہ اسفل یا بازاری افراد پر نہیں ہو سکتا
 یہاں عوام سے غالباً طبقہ متوسط مراد ہے ! سادہ کلام اُسی صورت میں احسن سمجھا جا سکتا ہے جبکہ وہ عام فہم

ہونے کے ساتھ ہی خاص پسند بھی ہوا! سادگی کی تعریف، بقول مولانا حالی، یہ مانی جاسکتی ہے کہ خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر پیچیدہ اور نامہوار نہ ہو! اگر خیالات بلند و ارفع سادگی کے حدود سے خارج تصور کئے جاتے تو ہمارا تشکیب کے کلام، جن کی بے شمار شرحیں لکھی جا چکی ہیں، اس صفت سے متصف نہ مانے جاتے!! مرزا غالب کا وہ کلام جو بیدل کے تیغ سے پاک ہے، یقیناً سادہ کلام کی فہرست میں ممتاز جگہ پانیکا مستحق ہے، مثلاً

موت آتی ہے پر نہیں آتی

ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے

بے نیازی تری عادت ہی تھی

اصلیت پر مبنی ہونا دوسری صفت شعر قرار دی گئی ہے! اس کی حالت ہی قریب قریب دہی ہے، جو ادگی کی بجائی اصلیت سے اگر دن کو دن اور رات کو رات بلا کم و کاست، بیان کرنا مراد ہو تو۔

چشمان تو زیر ابرو انسند

دندان تو جملہ در دہانند

بہترین شعر متراپا رنگ! اس صورت میں مبالغہ اور تعلیٰ درکنار اشارہ و کنایہ، تشبیہ و استعارہ، سب یکدم ناجائز تصور کئے جائینگے اور لطف بیان و دلفروبی اظہار ہوا ہو جائینگے! شعر میں اصلیت، راست بازی، سچائی اور خدا جانے کیا کیا قابل اعتماد خوبیاں موجود ہونگی لیکن شعریت کا نام نشان تک نہ ہوگا! گویا اصلیت پر مبنی ہونا اگر اس حد تک روا رکھا جائے تو شعر مردم شناری کی رپورٹ سے لیکر تاریخی داستان تک ہر ایک چیز بن سکتا ہے مگر مین بن سکتا تو ”شعر“! یہاں بھی مولانا حالی کی تشریح ایک حد تک قول فصیل نظر آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، ”اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعر کی بنیاد جس بات پر رکھی گئی ہو وہ نفس الامر میں، لوگوں کے عقیدہ میں یا شاعر کے عندیہ میں موجود ہو، فی الواقع اس تشریح کے حدود میں نچرل شاعری اور اصلیت پر مبنی ہونے کا صحیح مقصود سمجھ میں آسکتا ہے!“

سادگی و اصلیت کے بعد جوش کو لیجئے! جوش شعر کی روح رواں نہ سہی، تاہم اوس کو شعر سے دہی تعلق ہی جو صحت کو خونِ صالح سے! اس کی معمولی سی جھلک شعر کی آب و تاب میں چار چاند لگا دیتی ہے! اس کا دائرہ دار بہت کچھ اصلیت پر ہی! اصلیت کے بغیر جوش کا ہونا تقریباً ناممکن ہے! جوش سے یہ مراد نہیں کہ محض الفاظ جو شیلے ہوں بلکہ فی الہل اس سے سامعین پر جوش و کیفیت طاری ہو جانا مقصود ہے! مثال میں فردوسی کے وہ شعر جو کز و جرد کی زبان سے اُس نے ادا کئے ہیں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

ز شیر بر سر خوردن و سوسمار

عرب را بجائے رسید کار

کہ تخت کیاں را گستند آرزو! نفو، بر تو ہے چرخ گزواں، نفوا!
یا مرام ز جرم نے زین العابدین خاں، عارف کی جوانی کی موت پر جو قطعہ لکھا ہے وہ اس قسم کی بہترین مثال ہے کہ جو شرف
کیف سادہ الفاظ میں انتہائی حد تک کس خوبی کے ساتھ پیدا کیا جاسکتا ہے:-

س جاتے ہوئے کتنے ہو قیامت کو لیس گئے کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں! لے فلک پیر! جواں تھا ابھی عارف کیا تیسرا بگڑتا جو نہ مرنا کوئی دن اور
تم کو نسنے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے کرتا ملک الموت تعاضا کوئی دن اور
مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیست سے لڑائی بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
گری نا؟ بہر حال، یہ مدت خوش و دنا خوش کرنا تھا جواں مرگ گذارا کوئی دن اور
سادگی، اہلیت اور جوش کی بھلیاں کو ندنا زیادہ ترخیل، مطالعہ فطرت اور قدرت کلام پر منحصر ہے!
تخیل - یا ایمجینیشن (Imagination) شاعری کی روح رواں، اور مطالعہ کائنات و
فطرت انسانی آس جہم میں دوڑنے والا خونِ صالح!

قوتِ تخیل محض عطیہ دماغِ آفرین: مطالعہ کائنات تمام تر عمل ذاتی پر مبنی! ایک مطلقاً وہی، دوسری کسائی
مشاہدات کی بدولت پیدا ہونے والے ذخیرہ دماغی کو۔ یا بہ الفاظ دیگر۔ موجوداتِ حافظہ کو نیتِ نئی صورتوں میں
ترتیب دینے والی قوت کا نام تخیل ہے! خیالات کے علاوہ، الفاظ - یعنی ذریعہ اظہار خیالات بھی اس کے قلم و تصرف میں
داخل ہیں! معلوماتِ ماضیہ اور موجوداتِ حاضرہ پر ترتیب و ایجاد کا عمل، تخیل کا کرشمہ ہے! ایک ہی سائے
سے فوہ لو عماراتِ وجود میں لانا، محدود اور گنگنے چٹنے رنگوں سے تازہ بہ تازہ نقوش بنانا، معلوماتِ فرسودہ سے
اچھوتے مضامین پیدا کرنا، اسی قوتِ تخیل کا مجرہ ہے! مثلاً منہ میں زبان ہونا معلوماتِ انسانی کی ایک معمولی چیز ہے۔
اسی معلوماتِ فرسودہ کو مرام ز جرم عجیب عجیب پیرایہ میں اور اچھوتے خیالات کے اظہار میں، یوں استعمال کرتے ہیں:-
کیا خوب! تم نے غیبر کو بوسہ نہیں دیا؟ بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے
ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

مطالعہ کائنات و فطرت انسانی تخیل کے بعد، شاعری کی ضروریات میں سب سے اوپر ہو! علم النفس
کے ماہر اسکونایت اعلیٰ و ارفع درجہ دیتے ہیں: یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اظہار خیالات محض حصول خیالات پر منحصر ہے
اور حصول خیالات دوسرا نام ہی حصولِ علم کا جو صرف مطالعہ کائنات سے فراہم ہوتا ہے! جس قدر مکمل مطالعہ ہوگا

ایسی قدر گر انما یہ ذخیرہ معلومات ہوگا: پھر جس قدر وافر ذخیرہ معلومات ہی اسی قدر صحیح اور بوقلمون اظہار خیالات ہوگا! گو یا بعض محققین علم النفس کی رائے میں مطالعہ کائنات ایک معقول حد تک قوتِ تخیل تک میں جو دت یا تیزی پیدا کر سکتا ہی! فی الحقیقت ایک طرف سے وہی کل سکتا ہی جو اُس کے اندر موجود ہی یا علی طور پر بھرا گیا ہی! اظہار خیال میں جزئیات کا مکمل و صحیح ہونا بیکہ مطالعہ دقیق و نکتہ رس پر منحصر ہی! یہ سرمایہ سعی و کوشش کے ذریعہ سے طبعِ سلیم حتی الامکان تجویزی مینا کر سکتی ہی اور اس کے مینا ہو جانے پر تخیل کا عمل ترتیبِ بہت سے نقوش و خیالات وجود میں لاسکتا ہی! ایک خوشبودار مٹی کا ڈھیلا عام دماغ پر اس سے زیادہ اثر نہیں کرتا کہ اُس میں خوشبو ہی جمادات و نباتات کا محقق اُس کا تجربہ کرنے، سرمہ بنانے، اور ایک ایک ذرہ کو طرح طرح سے جانچنے پر تزل جاتا ہی اور اس خوشبو کے وجوہات اپنے رنگ میں بیان کرتا ہی: مگر شاعر شیراز اپنے تخیلات معلومات اور مطالعہ فطرت کے تحت میں یہ لکھتا ہی:-

رسید از دستِ محبوبے بدستم	کچھ خوشبوئے درحامِ روزے
کہ از بوئے دلاویز تو مستم؟	بدو گفتم کہ مشکِ یا عبیری
لیکن مدّتے با گلِ نشستم	یگھتا من گلِ ناچیز بوم
لیکن من ہاں خاکم کہ ہستم!!	جالِ ہمنشیں در من اثر کرد

ہر محبت آشنا دل و دماغ کو علم ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے غم و الم کا اظہار معشوق پر کرنا چاہتا ہی اس کے ساتھ ہی اکثر یہ بھی تجربہ ہو چکا ہی کہ معشوق کی موجودگی ازالہِ غم ثابت ہوئی! ان دونوں مشاہدات کو شیخ شیراز کی قوتِ تخیل اس طرح ترتیب دیتی ہی:-

گفتہ بوم چو بیسائی غم دل با تو بگویم
چہ بگویم کہ غم از دل برد و چوں تو بیسائی

مرزا غالب مرحوم کی نظر بجز رس غالباً اس شعر پر پڑتی ہی کہ محض غم کا دل سے جلا جانا ہی کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں غمزدہ ہستی کے چشم و ابرو کی ظاہری کیفیت سے افشائے غم ہو جانے کا احتمال باقی رہ جاتا ہی! مرزا نے اس مضمون کو شیخ سے لینے میں اس نکتہ کو جو قطعی مطالعہ فطرتِ انسانی پر مبنی تھا نظر انداز نہ ہوئے دیا۔ وہ لکھتے ہیں:-

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہی! ✓
روزی ہر رات کو ترجیح دینے میں، نظیری نیشا پوری، اپنے مطالعہ فطرتِ انسانی سے ہم پہنچائے ہوئے

ذخیرہ معلومات پر قوتِ تخیل کا تصرف اس طرح عمل میں لاتا ہے:-

شبِ اُمید بہ از روزِ عید می گزرد کہ آشنا بہ متنائے آشناخت ست !!

یہ مضمون کہ ”معرفت ذاتِ الہی محالات سے ہے“، تعلیم یافتہ دنیا کا نہایت بُرا نا علم ہی مطلق۔ فلسفہ۔ اور الہیات نے اس کے اظہار میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں! شعرا نے بھی اس کو طرح طرح سے لکھا ہے! غالبِ نظیری دو دنوں نے ہم طرح غزلوں میں اس کو باندھا ہے: دو دنوں کے مطالعہ کا کُنات و تصرفِ تخیل کا موازنہ کیجئے۔

نظیری

شمیم مہرِ باغِ وفا نمی آید بہر چمن کہ تو بشگفتہ صبا خفت ست !
غالب

میں زود روز و محوِ قربِ شہ کہ منظر را در بچہ باز و بدروزہ از دہا خفت ست !

میر انیس مرحوم اپنے فرائی میں نسخہ کائنات و فطرتِ انسانی کی ایسی بے مثال تصویریں کھینچتے ہیں کہ سمجھنے والا جھومنے لگتا ہے! یہ خوبی یقیناً بغیر مطالعہِ دقیقِ کہی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی تھی! مثلاً حضرت عباس کا گھوڑا کئی روز سے پیاسا ہے، جب آپ نہر تک بدقت پہنچتے ہیں بے زبان جا نور پانی دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے مگر آپ اس کو روکتے ہیں: اس نظارہ کی تصویر کیسی مکمل اور جزئیات کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو:-

دو دن سے بے زبان پہ جو تھا آج نہ بند دریا کو مہننا کے لگا دیکھئے سمند

ہر بار کا نہ پتا تھا، سمندا تھا بند بند چمکارتے تھے حضرت عباس ارجمند

تڑپا تا تھا جگر کو جو شور آ بشار کا

گردن پھر کے دیکھتا تھا منہ سوار کا

ایک اور جگہ میر صاحب موصوفِ بی بی سیکینہ کے اُس کیفیت کی بے نظیر تصویر کھینچتے ہیں جب وہ قید خانہ

میں تنہائی و یکسوی کے عالم میں دربانوں سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں:-

بولانہ جب کوئی تو ہو ناغم زیادہ تر دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریب در

پٹ کو ہلا ہلا کے پکاری دے، تو حد گمر دربانوں جا گئے ہو کہ سوتے ہو۔ چنبر

بکیں ہوں، تشنہ لب ہوں، فلک کی تانی ہو

کچھ تم سے اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں !!

شیم

مطالعہ فطرت انسانی کے علاوہ مناظر قدرت کی نقاشی میں بھی میر انیس کے قلم نے ایسے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو مطالعہ کائنات کی مثال میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں! صبح کا سماں اس طرح دکھائے ہیں :-

سطح کر چکا جو سبز شب کا روانِ صبح ہونے لگا آفت سے ہویا نشانِ صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح ہر سو ہوئی بلند صداۓ اذانِ صبح

پہناں نظر سے روئے شب تار ہو گیا

عالم، تمام مطلعِ انوار ہو گیا

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقابِ شب در کھل گیا سحر کا، ہوا بند بابِ شب
انجم کے فرد فرد سے لے کر حسابِ شب دفتر کشائے صبح نے الٹی کتابِ شب

گردوں پر رنگ چہرہ مہتابِ فقی ہوا

سلطانِ غرب و مشرق کا نظم و نسق ہوا

آگے چل کر فرماتے ہیں :-

پچھنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور یاد خدا میں زمزمہ پر دازیِ طیسور
وہ رونق، اور وہ سرود ہوا، وہ فضا، وہ نور خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور

انسان زمیں پر محو، ملک آسمان پر

جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق، ہر زبان پر

قوتِ تخیل و مطالعہ کائنات کے بعد قدرتِ کلام بھی شاعر کے اوصاف میں نہایت ضروری صفت ہے! ابنِ خلدون خیالات کو پانی سے تشبیہ دیتا ہے اور الفاظ کو پیالہ سے، وہ کہتا ہے کہ پانی سونے کے پیالہ میں دیا جائے تو اُس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے پیالے میں دیا جائے تو گھٹ جاتی ہے!

مولانا حالی فرماتے ہیں کہ پانی اگر صاف اور ٹھنڈا نہ ہو، یا بدبودار اور خراب ہو، تو وہ سونے کے پیالہ میں دیا جائے یا چاندی کے اُس کی قطعی قدر نہیں ہو سکتی!

فی الحقیقت اصلی چیز پانی کا صاف اور خوشگوار ہونا ہے، لیکن پیالہ کی صفائی اور نظر فریبی صاف پانی کی قدر و قیمت کو بدتر بنا کر ہاسکتی ہے! الفاظ کو بجائے خود وہ مرتبہ حاصل نہیں جو نفسِ مضمون یا تخیل کو ہو سکتا ہے، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ایک بلند مضمون مبتذل الفاظ میں ادا کئے جاتے پر حد درجہ سست ہو جاتا ہے!

شعر کے مرتبہ کا دار و مدار نفسِ مضمون یا تخیل پر ہی، لیکن اُس تخیل کا کما حقہ اظہار بھی نہایت ضروری ہے۔ اظہارِ خوبی الفاظ و طرزِ بیان پر مبنی ہے اور انتخابِ الفاظ قدرتِ کلام پر منحصر، گویا، ایک پاکیزہ تخیل کے اظہارِ مکمل کے لئے قدرتِ کلام یا محتاجِ شاعری ہے!

علمِ نفس بتاتا ہے کہ ہر خیال دماغِ انسانی میں القا ہونے کے وقت اپنے اظہار کے لئے لفظِ موزوں بھی ساتھ ہی ساتھ وجود میں لاتا ہے!

یہ مسئلہ علمِ نفس قابلِ تردید نہ ہو، لیکن لایقِ تشریح ضرور ہے! ہر خیال کے ساتھ کوئی مخصوص لفظ القا نہیں ہوتا بلکہ متعدد الفاظ جو لگاتار دماغ میں چکر لگاتے معلوم ہوتے ہیں، اب ان متعدد الفاظ میں سے ایک مناسب و صحیح لفظ استعمال کرنا عملِ انتخاب ہے اور اس انتخاب کا احسن و پسندیدہ ہونا تمام تر ذخیرہ الفاظ یا موجوداتِ دماغی پر منحصر ہے! انتخاب اُسی قدر پسندیدہ ہوگا جس قدر زیادہ تعداد الفاظ کو پرکھا جائے، تعداد الفاظ کی فراوانی قدرتِ کلام کی محتاج ہے! الفاظ کو شعر سے وہی تعلق ہے جو ہوا کو بڑے، بول کو راگ سے یا رنگ کو تصویر سے! رافیل محض شکل کو حسنِ نقش مانا ہے، مگر ٹیٹیان رنگ کو شکل پر ترجیح جانتا ہے! ارسطو تخیل کو شاعری کی جان بتاتا ہے، مگر ابنِ خلدون الفاظ کو تخیل پر فوقیت دے جاتا ہے!

نفسِ مضمون یا تخیل شعر کی روح رواں، الفاظ و طرزِ بیان اُس روح کے لئے جسمِ ظاہری! مضمون کیسا ہی بلند و پاکیزہ ہو، اُس کا اظہار بخوبی نہ ہو سکنے کو اُلٹا معنی فی بطنِ الشاعر کہتے ہیں جس طرح ایک عمدہ مضمون مبتذل الفاظ سے پست ہو سکتا ہے اسی طرح ایک معمولی و سادہ خیال شستہ الفاظ اور عمدہ طرزِ بیان سے پسندیدہ بن سکتا ہے، مرزا غالب نے اپنی تنخواہ کے متعلق جو ششماہی ملا کرتی تھی، اپنے معمولی خیالات کیسے پسندیدہ طرز میں دربارِ شاہی میں بھیجے تھے! پادشاہ کی ثنا اور اپنی حالت پر عنایت و کرم کا اعتراف کرنے کے بعد مطلب پر یوں آتے ہیں:-

خانہ زاد اور مرید اور مداح	تھا ہمیشہ سے یہ عزیزِ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر	نسبتیں ہو گئیں مستحقِ چار
نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں	مدعاے ضروری الاظہار!
ہیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں	ذوقِ آرائش سر و دستار
کچھ تو جاڑے میں چاہئے آخر	جسم رکھتا ہوں۔ ہی اگرچہ نہ زار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال
رات کو آگ اور دن کو دھوپ
آگ تاپے کہاں تک انسان
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
میری تنخواہ جو مسترد ہے
رسم ہو مرنے کی چھ ماہی ایک
بھکو دیکھو تو ہوں بقید حیات
میری تنخواہ میں تنہائی کا
آپ کا بندہ اور پھسروں نگاہ

کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار
بحار میں جائیں ایسے بیل و ہنار
دھوپ کھائے کہاں تک جاندار
وقتا سریتا عذاب الدنثار
اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
خلق کا ہے اسی پلن پہ مدار
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار
ہو گیا ہے شریک سا ہو کار
آپ کا نوکرا ور کھائوں اور دھار

ایک نہایت معمولی لفظ اپنی صحیح جگہ پر استعمال کئے جانے سے تمام انہار خیل کی جان بن سکتا ہے! مومن خاں مرحوم لفظ ”اور“ کو ایسی خوبی کے ساتھ ایک مقام پر استعمال کرتے ہیں گویا انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا: ناممکن ہے کہ اسکو ہٹانے پر شعر کا وہی مرتبہ رہ جائے جواب ہی سکنے :-

وہ سوتے بے حجابانہ ہے اور نگاہ شوق کام اپنا کیا کی!!

اسی شعر میں لفظ ”بے حجابانہ“ بھی تخیل کی مصوری میں قدرتِ کلام کا بہترین نمونہ سمجھا جاسکتا ہے! بعض اوقات چند معمولی مگر منتخب الفاظ کا بر محل استعمال واقعات کی مصوری میں نفس مضمون کے ضروری جزو کی نقاشی کمال اختصار کے ساتھ کر جاتا ہے! مثلاً یہ تصویر کھینچی مقصود ہے کہ عاشق اپنی زدہ حالت میں معشوق کے دروازہ پر تمنائے دید میں جا بیٹھا ہے معشوق کا دربان ان کی ظاہری حالت سے اُن کو ایک دروازہ گرجھکر کچھ نہیں بولتا۔ اُس کی خاموشی آپ کی ہمت افزائی کا باعث ہوتی ہے اور آپ اور زیادہ پر پھیلنا چاہتے ہیں اس جرأت سے بھانڈا پھوٹتا ہے اور پھر دربان آپ کی اچھی طرح درگت بناتا ہے! اس طویل مضمون کو مرزا غالب کس اختصار کے ساتھ ایک شعر میں بانڈھ جاتے ہیں، خصوصاً ”اٹھا“ کا لفظ اور ”شامت آئے“ کا جملہ ایسی قادر الکلامی کے ساتھ نہایت بر محل استعمال کرتے ہیں کہ مضمون کا محذوف جزو خود بخود سامنے آجاتا ہے،

ملاحظہ ہو۔

گدبھگہ کے وہ چپ تھا، حیرتی جو شامت آئے! اٹھا، اور اٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لئے

تشریح بالاسے نتاج ذیل ”لب لباب“ کے طور پر اخذ کئے جاسکتے ہیں :-

مشاہدات، احساسات، اور جذبات کی نقاشی الفاظ میں کیجائے تو شاعری ہی! شاعری، کلام کے موزوں ہونے کی محتاج نہیں: نظم و نثر، دونوں، مصوری جذبات کے لئے یکساں مرتبہ رکھتے ہیں: نظم موزونیت کی وجہ سے بدرجہا موثر اور دل فریب ہی۔ نثر، قیود و نظم سے خالی ہونے کے باعث نقاشی تخیل کے لئے نسبتاً زیادہ ہمہ گیر اور مکمل ہی! جذبات اندرونی، احساسات ذہنی اور کیفیات قلبی کے اظہار میں شاعری مصوری، بہت ترشحی اور نغمہ سے بہت آگے جاتی ہے!

محاسن شعر میں، سادگی، حقیقت پر مبنی ہونا اور کیف آور ہونا، چوٹی کی صفات ہیں!

ان محاسن کا دار و مدار تخیل، مطالعہ کائنات و فطرت انسانی، اور قدرت کلام پر ہے!

یہ مختصر نتاج مہلح کے اصول قائم کرنے میں، معقول حد تک، رہبری کر سکتے ہیں! علم عروض کے قیود پر کہنے کے علاوہ، سادگی، حقیقت اور جوش، نقد سخن کا تاؤ بجا و معلوم کرنے کی کسوٹی قرار دیے جاسکتے ہیں! اس کسوٹی پر تخیل، مطالعہ فطرت اور زبان کو کسا جاسکتا ہے!

پھر جس معاملہ میں خامی یا عیب معلوم ہو اُس کی اصلاح کیجاسکتی ہے!

ایک قادر الکلام شخص اپنے کلام کو اس معیار سے خود ہی بار بار جانچتا اور تولتا ہے اور خود ہی تمام عیوب

دور کر لیتا ہے! یہ ملکہ ایک کہنے مشق شاعر میں عادت بن جاتا ہے!

نومشق طبیعت اپنا کلام خود درست کر لینے سے بھجکتی اور جی جراتی ہے، مشورہ اُسے لازمی چیز نظر آتا

ہے اور وہ مجتہد کا رو کہنے مشق دماغ سے طالب امداد ہوتی ہے! مہلح نے اپنے والے کا پہلا فرض تخیل پیش شدہ کا اُسی نقطہ نظر سے دیکھنا ہی جس سے اظہار کرنے والے نے اُسکو دیکھا ہو۔

مہلح کا مقصود محض عیوب و نقائص رفع کرنا، کمی کو پورا کرنا، یا ماذ رنگ کو اُچالنا ہی! نقائص و عیوب

تخیل و مطالعہ فطرت کے متعلق ہوں یا زبان کے، یقیناً قابل اصلاح ہیں! مگر نفس مصنفوں کو از سر تا پا بدل دینا

یا اپنی طرف سے ایک نیا تخیل پیش کر دینا مہلح کا منشاء نہیں! جس طرح نقص کو دور کرنا مصلح کا فرض ہے اُسی

طرح عیب سے پاک تخیل کی داد دینا بھی اُس کا اخلاقی شیوہ ہونا چاہئے! فضول و غیر ضروری قطع و برید

خود مصلح کی خامی پر دال ہے! ایسی قطع و برید جو محض اظہار شان مہلح کی غرض سے کی جائے فی الحقیقت کا شفع

عیوب مصلح ثابت ہوتی ہے! مصلح کو مہلح سخن میں خود دماغ مہلح طلب سے زیادہ تفکر و کاوش کرنی پڑتی ہے! یہ

ملازمی نہیں کہ ہر باکمال شاعر، اعلیٰ درجہ کا مصلح سخن بھی ہو! صلح تمام ترقیہ کلام پر مبنی ہو اور تنقید و تصنیف لازم و ملزوم نہیں! بعض افراد جس پایہ کے سخن میں اس مرتبہ کے سخن شناس نہیں! ایک اعلیٰ درجہ کا سخن شناس بعض اوقات ایک باکمال سخنور سے بہتر مصلح سخن ثابت ہوتا ہے! مصلح سخن، طالب مصلح کی خامی کے ساتھ ہی مصلح کے کمال یا عجز کا انکشاف بھی اُسی حد تک کر دیتی ہے! حضرت شوق بظاہر ان ادراک میں اپنی دلت غریب جن پر کم و بیش چالیں کش مشہور و معروف قادر الکلام سخنوروں کی مصلح ہی پیشکش اہل ذوق کرنا چاہتے ہیں! ہر شعر کی مصلح، معقد و اقدان سخن کے قلم سے، پہلو بہ پہلو اور جداگانہ نظر آتی ہے! اگر نقوش الفاظ و مضامین کی گونا گوں قطع و برید صاحب نظر کے سامنے کلام شوق کے حماس اور خامیوں کے علاوہ خود مصلحان سخن کے متعلق اک لطیف موازنہ و مقابلہ پیش کرے تو اس نتیجہ ناگزیر سے حضرت شوق پر کوئی الزام نہیں آتا! نقوش مصلح بجنسہ و بعینہ بلا کسی راے زنی کے پیش کئے گئے ہیں!

ناظر کے دل و دماغ میں کسی خاص نقش مصلح کے پسندیدہ یا قابل اعتراض قرار پانے کا ذمہ دار خود ناظر کے سوائے اور کون ہو سکتا ہے!

حضرت شوق متعدد دماغوں سے مصلح ہم پہنچانے کی محنت شاقہ کے علاوہ اس جدت تالیف کے لحاظ سے یقیناً مستحقِ داد ہیں!

سلطان حیدر (جوش)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

التاس

شوقِ بنوِ اکی کمانی اور پھر اسی کی زبانی ہر ذینے سے رہی، مگر کتنا ضرور ہی کہ دل کی بیباکیاں چین سے بیٹھنے نہیں دیتیں، ۱۹۱۲ء سے شاعری کا سودا سر میں سہایا، اطمینانِ قلب و یکسوئیِ دلغ کی بستی کو انکار و آلامِ تالاج کر رہے تھے کہ یہ نیا مشغلہ ہاتھ آیا اور دن رات اسی ادھیڑ میں گزرنے لگی، اب استاد کی فکر ہوئی، اُستاد کو خدا رکھے ملا اور خوب ملا، ابتدا ابتدا میں اپنے بے آہنگ نعروں پر دل جھومتا روح وجد کرتی، اُستاد نے صلاح کیا دی گویا سے مردِ افکن کا دور چل گیا، رات دن بے پے سمت پہننے لگے، لیکن فطرتِ بیاب نے کر دہ بدلی تو دنیا کے قدیم اصولِ نفویمِ پارینہ نظر آنے لگے، آخر سو جی اور نئی سو جی کہ صلاح کی تشنگی کے لئے ایک ہی میخانہ اور ایک ہی رنگ کی شراب کافی نہیں، خدا رکھے ہندوستان کا ہر مقام میخانہ ہی جہاں پر مغناں کا آستانہ موجود ہی ساتی ہیں، منہجے ہیں، رنگا رنگ شرابیں ہیں، رنگا رنگ پیانے ہیں، گداے میکدہ کیوں نہ بن جاؤں کہ میرے پیالے میں ہر طرح کی ہو، دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ کیفِ بادۂ دوشینہ رنگِ روئے مخمور بن گیا، خمار کی تکلیفِ اعضا و جسم کے لئے شکنجہ بن چلی، جاہی پر جاہی آئی، چہرہ کا رنگ کا فور ہو ا دل سے ساغر ساغر کی صدائیں آئیں، میں نے ہندوستان کے مشہور خرمِ آستانِ سخن کے میکدوں کی خاک چھاننا شروع کی، آخر خاکِ در سے خانہ تھی اور میری جبینِ نیاز، حریفانِ بادہ پیا سے آہک لڑنے لگی اور جامِ پر جام اور دور پر دور چلنے لگے، اب میرا نمکدہ میکدہ بنا ہوا ہی، ہر رنگ ہر مزہ کی شراب کا نشہ ہی اور میں ہوں، حضرت اقبال کے میکدہ کی خیر ہو جہاں سے میرا جامِ خالی پھل حضرت اکبر کو ساقیِ محشر شرابِ طور عطا کرے اگر چہ انکی مستی بھری نگاہوں نے مجھے لب نشہ رکھا، یہ بھی مکدوں

کہ ابتدا میں مجھے ہر سبب کیلئے نیکوئی کی خبر ملنے والی (صرف اپنا ہی شاعر) سمجھتا تھا اور کوئی مجھے میناؤں کے در کا فقیر نہ جانتا تھا جب کسی اتفاق سے کسی کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بلا نوش ایک ہی میناؤں کی شراب سے مست سرور نہیں ہوتا تو ہاتھ کھینچ لیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے بعض کاسہ ہائے گداؤں (دغلیں) ایسے ہیں جن میں ہر سبب کا لال مقطر جوش مارتا ہے اور بعض بھیک کے ٹھیکرے ایسے ہیں جو جوش کرم کی کوتاہی سے چھلکنے نہ پائے۔

مجھے ان سرسینوں میں یہ ترنگ آئی کہ حرفیان ہرنگ کو ان بادہ ہائے رنگین و پر زور سے چھکا دوں چنچا نشہ مے کو تر کے طے سے پہلے اترنا نظر نہیں آتا اور یہی سبب ہے اس ساغر مرشار (صلاح سخن) کی جلوہ ریزی کا مشاطہ سخن مولفہ حضرت صفدر مرزا پوری بھی قریب قریب اسی رنگ کی کتاب ہے اور اساتذہ کی اصلاح کو کلدستہ مگر اس میں اور میری کتاب میں ایک نازک فرق ہے حضرت صفدر نے بڑی جانکاہیوں سے زیادہ تران اساتذہ کی اصلاحیں مہیا کیں جو موت کی نیند سو رہے ہیں، میں نے صرف اساتذہ عصر حاضرہ کی اصلاحیں جمع کیں وہاں کلام کسی ایک کا اور اصلاح کسی ایک کی، یہاں کلام ایک اور اصلاحیں سب باکمالوں کی، میری کتاب میں سب سے زیادہ دلکش منظر یہ ہے کہ ایک شعر ایک جگہ قلمزد ہو جا تا ہے وہی دوسری جگہ استاد کی حوصلہ افزائیوں کا ہار پہنے لٹا ہے اور صا پر صا د نظر آتے ہیں کسی کی نظر کسی سے پیچھے رہ گئی، کسی کی کسی عیب پر اسب کی اصلاحیں مد نظر رکھ کر اگر شعر پر نظر کی جائے تو شاید ہی کسی شعر میں کوئی نقص نظر آئے مگر حضرت صفدر نے اصلاح درج کرنے کے بعد داد اصلاح دی، مگر یہ کام میری قدرت سے باہر تھا، میں اپنے استادوں کی اصلاح پر قلم اٹھانے کی جرأت کہاں سے لاتا، میں سب کے فیض سے مستفیض ہوا تھا۔ میری کتاب میں نہ کمیں جنبہ داری کی شان نظر آئیگی نہ استبداد کی، میری کتاب سے قدرت اصلاح اساتذہ آئینہ ہو جائیگی اور ہر صاحب نظر دیکھ لے گا کہ کون سی اصلاح کس پایہ کی ہے میں نے اصلاحوں کی تنقید کرنا بے ادبی سمجھا اور یہ بھی خوف ہوا کہ بشر ہوں کہیں کسی طرف مائل نہ ہو جاؤں، کسی کی خوبیوں کی طرف سے انجھیں نہ بند کر لوں،

ترتیب کتاب - میں نے ہر صفحہ کے شروع پر اپنا شعر جلی قلم سے لکھا ہے اور حاشیہ پر اساتذہ کرام کے تخلص لکھے ہیں درمیان میں اصلاح نقل کر دی ہے جس شعر پر کسی استاد نے کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بھی اصلاح کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے، جن حضرات نے جن اشعار پر صا د بنایا ہے صا بنا کر ان کے تخلص لکھ دیے گئے ہیں اور جن حضرات نے شعر میں کوئی ترمیم نہیں فرمائی ان کے نام ہر صفحہ کے آخر میں لکھے ہیں اور کوئی نشان دہاں نہیں بنایا گیا۔

اصلاح کا سلسلہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۳ء تک جاری رہا ہے، اس درمیان میں اساتذہ کے جو خطوط نکلتے اور

تجلیہ نظر آئے وہ بھی تنقید کے طور پر آخر کتاب میں درج کر دیے گئے ہیں، اگر کسی استاد کو یہ امر کچھ ناگوار گزرتا تو مجھے معاف کریں میں نے جو کچھ کیا ہی وہ منیافت طبع ارباب ذوق کے لئے کیا ہی اور اساتذہ معبرہ کے فیوض عام کرنے کے لئے۔

میں آخر میں اپنے معزز احباب خصوصاً جو دہری ذریعہ صاحب نشر سندیوی، مولوی حکیم باؤ الدین صاحب صدیقی، حاجی سید حسن منشی صاحب جوہوری، سید محمد ابراہیم صاحب نجم پاٹوری، مولوی سید محمد یعقوب علی صاحب رضوی ایم لے، ایل ایل بی ہفصت کی سپاس گزاری فرض عین جانتا ہوں، جن سے مجھے اس تالیف میں قابل قدر مدد ملی،

ہاں جن مصائب کا سامنا اس کتاب کی طباعت میں مجھے ہوا ایذا کا ذکر بیکاروبے محل ہی، مگر جو وقت اس کے عالم شہر میں آجائیکا بھجوا جاتا تھا اوس سے بہت دیر بعد یہ امید برآئی نظر آئی، مارچ ۱۹۲۳ء مولوی نور الرحمن صاحب ایم لے، کے مشورے سے کتاب محمدی پریس علیگڑھ میں دی گئی، مطبع کے مالک ڈاکٹر اشفاق علی صاحب قریشی ایم لے، ال ال بی، منشی عبدالقدیر صاحب جلیسری تھے، بد نصیبی سے ۱۹۲۵ء میں کسی باہمی نا اتفاقی کے باعث منشی عبدالقدیر صاحب نے اپنا جداگانہ مطبع درمطلع النور کے نام سے قائم کیا۔ اس کتاب کی کتابت چونکہ خود منشی صاحب کر رہے تھے اسلئے ایک سو تیرہ صفحات سے معدود بیاجہ اون کے مطبع میں شائع ہونے کے لئے دیدی گئی۔ اور منتظران صاحب نظر کو یہ دو سال کا زمانہ بڑی بچپنی اور تقاضوں کے ساتھ گزارنا پڑا جسکی معافی چاہتا ہوں

سپاس گزار

محمد عبد علی شوق سندیوی

۲۰ فروری ۱۹۲۶ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

غزل

خواب میں اُن کا گلے بل کے جُدا ہو جانا — دل کے ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا
آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا یوں تیرے عشق میں انگشت نما ہو جانا
بوئے خونِ دل عاشق تو نہیں چھپ سکتی گو بہت سہل ہے ہمرنگِ حسا ہو جانا
صورتِ حال یہ آئینہ رازِ دل ہے رنگِ چہرے کا سرِ نرم ہوا ہو جانا
آج اُن کی نگہِ ناز کا وہ دُٹھ کے ادھر دردِ مسندِ انِ محبت کی دوا ہو جانا
ادواتِ مری کی اطوارِ وفا پر دمِ غمظا بد نصیبوں کو نہ پہنچا مِ قضا ہو جانا
ساتھ پڑا نو نکے جلّ جلّ کے دل شمعِ نصیب داخلِ ملتِ اربابِ وفا ہو جانا
دل بیمار یہ ہیں دشمنِ صحتِ آثار اک خیال آتے ہی پھر دردِ سوا ہو جانا
آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا دل نے روٹھنا اُن کا ادھر دم کا خفا ہو جانا

خواب میں اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا
دل کے ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

میرے حق میں ہے قیامت کا بپا ہو جانا

پہلے مطلع دولت تھا۔ احسن

دل کے ارمانوں میں پھر حشر بپا ہو جانا

یاد ہے اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

خواب نے کچھ کام نہیں دیا۔ اظہر

ہاے وہ اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

اُس سنگر کا گلے مل کے جدا ہو جانا

خواب میں اُن کا وہ آنا وہ جدا ہو جانا

وہ کی ضرورت تھی بلا اسکے جملہ ناقص تھا۔ باقی

حسرتوں میں ہے قیامت کا بپا ہو جانا

ہنکھ کھلتے ہی وہ اک حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

یاد ہے اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

اُن کا ملنا کبھی اور مل کے جدا ہو جانا

نہ پھلا کچھ مجھے وعدے کا وفا ہو جانا

قر تھا اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

اور ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

کیا تھا میرے لئے تھا حشر بپا ہو جانا

دل کے ارمانوں میں تھا حشر بپا ہو جانا

ہاے وہ اُن کا گلے مل کے جدا ہو جانا

بزم، بخود دہلوی، جلیل، دل، ریاض، شاد، شوق، صفی، عزیزی، ناطق، وحشت،

آج پورا تھا مدتِ در کا لکھا ہو جانا

بزمِ اغیار میں اُس بُت کا خفتا ہو جانا

میری تقدیر کو چمکا کے بنا دے گا ہلال

ہو گیا آج نصیبوں میں جو تھا ہو جانا

جھکو ڈر ہے کیس جھکو بھی نہ کرے بدنام

وہ ترا شرم سے پابند حیا ہو جانا

تھا مقدر کا لکھا اور نہ کسے تھا معلوم

مجھے اب نارِ صبحِ ناداں بھی حذر کرتا ہے

حیف پورا مری قسمت کا لکھا ہو جانا

لکھنے والے نے مقدر میں لکھا تھا ظالم

کر چکا آج مقدر کے لکھے کو پورا

طے ہوا آج مقدر کا لکھا ہو جانا

جھکو ڈر ہے کیسِ معشر میں بھی رسوا کرے

کام دشوار تھا آسان نہ تھا ہو جانا

تیری اُنگلی کے اشارے نے دکھایا جھکو

کا ہمشِ غم نے کیا اور بھی رسوا افسوس

شمع کی طرح شبِ جو خفتا ہو جانا

اہلِ باطن کے لئے عزتِ داریں یہ ہے

چاند کو دعویٰ اُلفت ہے تو پہلے سیکے

شہرتِ عشق کی معراج ہو مانند ہلال

یوں ترے عشق میں انگشتِ نما ہو جانا

جانِ نثاروں کا ہے انگشتِ نما ہو جانا

یوں مرا عشق میں انگشتِ نما ہو جانا

وہ مرا خلق میں انگشتِ نما ہو جانا

عشقِ دلدار میں انگشتِ نما ہو جانا

جبجو میں تری انگشتِ نما ہو جانا

تیرے بدنام کا انگشتِ نما ہو جانا

میرے خیال میں جہاں اس طرح کے قافیے ہوں مطلع اس التزام سے کتنا چاہئے کہ ایک

قافیہ آرد وہاں ایک فارسی جو جب مطلع میں دونوں قافیے فارسی ہوں۔ تو غزل میں پھر

احسن

آزرد

آلاد

اظم

افضل

باقی

بیباک

بخود دہلوی

بگر

جلیل

دل

دیامن

سائل

شوق

صنی

غزیر

عشر

مضطر

نامن

فوج

۴

آرد و قافیے نہ لانا چاہئے۔ یہ میرا خیال ہے اور کوئی اس کا پابند نہیں، لوح
کہ رہا ہوں مہ نوست کہ مہنی کھیل نہیں
اس طرح عشق میں انگشت نہا ہو جانا
حیف قسمت کہ گوارا مجھے کرنا ہی پڑا

مصرعہ اول ایک اور مطلب کا تقاضا کرتا ہے ”آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا، یعنی وہ بتا
ہوئی جو ہونیوالی تھی اگرچہ اُس کی خواہش نہ تھی کسی کے عشق میں انگشت نہا ہو جانا۔ یہ عاشق
کے لئے کوئی بُری بات نہیں ہے، یہ تو اس کے لئے باعثِ فخر ہے پھر آج کا لفظ تشریح طلب
تھامیں نے دونوں مصرعوں پر الگ الگ مصرعہ لگا دیے ہیں، وحشت سے

آخر اس بت کے تفاعل نے کیا کام تمام
آج پورا تھا مقدر کا لکھا ہو جانا
یہ تیری تائید بھی تھی ورنہ کہاں ممکن تھا
یوں ترے عشق میں انگشت نہا ہو جانا

بجائے خونِ دل عاشق تو نہیں چھپکتی
گو بہت سہل ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا

بوسے خونِ دل عاشق تو نہیں چھپنے کی
کام کیا آئیگا ہمرنگِ حنا ہو جانا
ورنہ کچھ بات ہے ہاتھوں کی حنا ہو جانا
دور نہ کچھ بات ہے پابندِ حنا ہو جانا
بہت آسان ہے پابندِ حنا ہو جانا
خونِ ناحق کا مبدل بہ حنا ہو جانا
بوئے خونِ دل عاشق سے وہ گھبراتے ہیں

بوئے خونِ دل عاشق کا چھپانا ہے محال
گو بہت سہل ہے مخلوط حنا ہو جانا
بوئے خونِ دل عاشق نہیں چھپنے کی
غیر ممکن نہیں ہمرنگِ حنا ہو جانا
دل کے پسے پہ بھی قسمت کی رسائی معلوم
ہاں بہت سہل ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا
بوئے خونِ دل عاشق بھی کیس چھپتی ہے
دو گھڑی کے لئے ہمرنگِ حنا ہو جانا
خونِ عاشق سے وہ گتے ہیں کہ تو خشر کو دن
گرچہ آسان ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا
بجائے خونِ دل عاشق کا بے چھبنا دشوار

نوح

تیار

دشت

"

"

"

"

"

"

"

آرزو

آزاد

اہر

نہیں

جگر

دل

سائل

شاد

منی

عزیز

مضطر

مومن

مومن
و
فوج
نیاز
یکتا

سہل ہے رنگ کا ہرنگ حنا ہو جانا

یہ بھی کیا رنگ کا ہے رنگ حنا ہو جانا

تجھ کو تو سہل ہے ہر رنگ حنا ہو جانا

آئینگی ہاتھ سے خونِ دل عاشق کی بو
بوے خونِ دل عاشق کبھی چھپنے کی نہیں
بوے خون لے دل پامال کہاں جائیگی
بوے خونِ دل عاشق ہی کہیں چھپتی ہے

باقی، بزم، بیباک، بخود دہلوی، جلیل، ریاض، شہرت، شوق، مائل،
محشر، ناطق، وحشت،

صورتِ حال یہ آئینہ رازِ دل ہی رنگ چہرے کا سرِ بزم ہوا ہو جانا

شمع کشتہ کے دھوئیں سے نہ سمجھ کم ایدل
صورتِ حال بھی غماز ہے کیا لازم تھا
کر رہا ہے یہ محبت کو کسی کی ظاہر

رنگِ فنی ہو جانا۔ رنگ اڑ جانا بولتے ہیں۔ رنگ ہوا ہو جانا نہیں بولنے کو معنائیہ صحیح
ہو لیکن یہ اس کا عمل نہیں۔ فافہم و مائل۔ باقی

رنگِ رخ کا دم دیدار ہوا ہو جانا
شمع کا رنگ سرِ بزم ہوا ہو جانا

ترجماںِ دل پر درد نہیں تو کیا ہے
آئے ہو بادِ بہاری کی طرح دیکھ تو لو
جلوہ افروزیِ جاناں کی خبر دیا ہے
دل بے صبریہ ہے آئینہ رازِ نہاں

رنگ چہرے کا مرے تیرے ہوا ہو جانا

صورتِ حال خود آئینہ رازِ دل ہے
صاف ظاہر ہے یہ آئینہ رازِ دل ہی

مصرعہ بت الجہ گیا ہی۔ بندش کو ہمیشہ صاف رہنا چاہئے اور معنائی کے سامنے ریخت

لفظی کا خیال نہ ہونا چاہئے۔ شوقِ قدوائی

آرزو
آزاد
فضل
باقی
و
بیباک
جگر
میل
دل
سائل
شاد
شہرت
شوق
م

کیا چھپے عشق کہ کچھ سب کے دیتا ہی
شعرا چاہا تھا مگر رنگ اڑ جانا۔ رنگ فق ہونا محاورہ ہے رنگ ہوا ہو جانا محل نال ہی۔ عزیز
شمع نے دیکھ لیا ہے ترے جلوے کو ضرور ورنہ دشوار تھایوں رنگ ہوا ہو جانا
بن گیا آئینہ صورت حال دل زار
چہرے کے رنگ کا ہوا ہو جانا محاورہ میں نہیں محتاج سند ہی۔ رنگ اڑ جانا۔ رنگ فق

ہو جانا۔ زرد ہو جانا۔ نالقی

اضطراب دل عاشق کا پتہ دیتا ہے
ضبط غماز ہوا، ورنہ بہت آساں تھا
کھول دیتا ہی مرے شوق تہاں کا پردہ
صورت حال بھی آئینہ راز دل ہے

احسن، اطہر، بزم، بخود دہلوی، ریاض، مصفی، مائل، محشر۔

آج اُن کی نگہ ناز کا وہ اٹھ کے ادھر دردمندانِ محبت کی دوا ہو جانا

ہائے اُن کی نگہ ناز کہ اٹھ اٹھ کے اُسے
نا اُمیدی میں وہ اُس کی نگہ قمر کا زہر
ورد ہو کر نگہ ناز کا دیکھا تم نے
چشم بیار سے کرنا وہ اشارہ اُن کا
موت کا شام شب ہجر میں ہے دشوار
یہ نگہ لطف کا موقع ہی۔ الناس صحت میں جو لطف ہی وہ اظہار صحت میں کہاں۔ باقی

اور بیمارِ محبت کی دوا ہو جانا
حق میں بیمارِ محبت کے دوا ہو جانا
باقی

ہی تیری اک نگہ لطف و کرم کا اٹھنا
تو اگر جا ہے تو آتا ہے ترے خنجر کو
دیکھنا اپنے مر فیضوں کا سیما بن کر
ہائے تیری نگہ ناز نے نیکھا کس سے

شوق
عزیز
مصطر
مومن
نالقی
"
فوج
نیاز
دشت
یکتا

احسن
آرزو
آزاد
اطہر
افضل
باقی
"
یہاں
بکر
میں

ریاض
سائل
شاد
صنی
مائل
عشر
مفطر
مومن
ناطق
فوج
نیاز
یکنا

تیرے صدقے نگمہ ناز تو اٹھ کر سر بزم
مدعا پر سش بیمار سے کیا ہے سمجھو
آج اُن کی نگمہ ناز کا اٹھ اٹھ کے ادھر
اُف وہ اُن کی نگمہ ناز کا اٹھ اٹھ کے ادھر
تیری خاک کف پا کو ہے بہت ہی آساں
تجھ سے ہم لے نگمہ ناز کئے رکھتے ہیں
تم جو آ جاؤ تو ممکن ہے دم آسنر بھی
چشم بیمار کا وہ ناز داد اسے اٹھنا
زہر قاتل بھی آتا گیا اس وعدے پر
آج اُن کی نگمہ ناز کا اٹھنا اٹھ کر
اس طرف چشم حسین کا تری اٹھنا اکبار
یاد ہے اُس نگمہ ناز کا اٹھ کر سر بزم
بزم، بیخود دہلوی، دل، شہرت، شوق، غریزہ، وحشت۔

بد نصیبوں کو نہ پیغامِ قضا ہو جانا

ادادِ اقر کی اظہارِ وفا پر دمِ غیظ

حسن
آزاد
آزاد
اطر
فہن
بانی
یابک

اُس کا میرے لئے پیغامِ قضا ہو جانا
چاہتے ہو ہدفِ تیرِ قضا ہو جانا
اُس کا میرے لئے پیغامِ قضا ہو جانا
چاہتے ہو ہدفِ تیرِ قضا ہو جانا
اداسے نگاہ بہتر ہے۔ جب تہ کی اد اکہ دیا تو اب دم غیظ کہنا بے سود ہو گیا۔ باقی

ادادائے ستم اظہارِ وفا پر دمِ غیظ
جانفراغی جو آیا ہی تو لے فردہ وصل
دیکھ او قمر کی آنکھ اشکِ وفا پر دمِ غیظ
وہ ادا اُن کی۔ ہوا عجزِ میما جس میں
دیکھتے ہو نگمہ تہر سے جھکوسر بزم
اداسے نگاہ بہتر ہے۔ جب تہ کی اد اکہ دیا تو اب دم غیظ کہنا بے سود ہو گیا۔ باقی
ادنگاہ غضب آگیں دمِ اظہارِ وفا
ہونہ جائے کہیں موجبِ تری رسوائی کا

دلِ مشتاق کا ممنونِ قضا ہو جانا

ننگہ یار سے کہتی ہیں نگاہیں میری
اودا اقر کی اظہار وفا پر شبِ وصل
اودا اقر و غضب کی دم اظہار وفا
دم اظہار وفا او ننگہ قمر آلود
اودا اقر کی او غرہ غفلت اوصاف
اودا اقر کی اظہار وفا پر لٹہ
قطع ہو اُن سے جو امید تو بڑھ کر لے یاں
میرے ہی دم کا سہارا ہی ادا لے دلبر
دم اظہار وفا لے ننگہ غیظ آلود
موت کو جان کا دینا مجھے منظور نہیں
ننگہ قمر خدا را دم اظہار وفا
قلند

تو نہ میرے لئے پیغامِ قضا ہو جانا
تو ہی میرے لئے پیغامِ قضا ہو جانا

اس سے بہتر ہے کہ تم میری قضا ہو جانا

اودا اقر کی۔ یہ خطاب کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا پھر دم غیظ بھرتی کا فقرہ تھا۔ وحشت

یتری بیداد کا پیغامِ قضا ہو جانا
دیکھنا او ننگہ قمر دم عرض وفا
بزم، بنچو دہلوی، شہرت، عشر، ناطق، فوج۔

ساتھ پروانے کے جل جل کر دل شمع نصیب
داخل ملت ارباب وفا ہو جانا

جل کے پروانے ساتھ ایدل ہم قسمت شمع
جل کے پروانے ساتھ ایدل ہم مشرب شمع
مثل پروانہ کسی بزم میں جل کر لے دل
ساتھ پروانے کے جل جل کر دل شمع صفت
ساتھ پروانے کے جل جل کر دل نور نصیب

تو بھی اب شامل ارباب وفا ہو جانا

بگر
جیل
دل
رباعی
سائل
شاد
شوق
منی
غزب
مفسر
مومن
نیاز
وحشت
بمنا
آزاد
المر
افضل
باقی

شمع پروانوں سے کہتی ہو کہ جگر دم صبح

شامل صحبتِ اربابِ وفا ہو جانا

ہو اموس کو کسی تعلیم سے ہو گا نصیب
ساتھ پروانوں کے جل جل کے سریزم ایدل
ساتھ پروانوں کے جل جل کے لوز نصیب
وہ شاکر مجھے کہتے ہیں مبارک یہ شرف
جل کے پڑنے نے چاہا ترے عاشق کی طرح
منہ سے کہنا تو ہے آسان۔ بہت مشکل ہے
ساتھ پروانوں کے جل جل کے سحر تک لے شمع
شمع پروانے کے ارمان میں تو بھی جل کر
مستلزو

مثل پروانوں کے جل جل کے دل شمع نصیب
ساتھ پروانوں کے جل جل کے تراشع سحر
مثل پروانوں کے جلنا ہی نہیں ایدل زار

شمع نصیب کی ترکیب دست نہیں جو غم نصیب، آفت نصیب، حرمان نصیب، ان ترکیبوں سے
ظاہر ہے » وہ جب کو غم نصیب ہوا ہو، جبکہ نصیب میں آفت ہو، حرمان جس کے نصیب
میں ہو » پس شمع نصیب کے معنی ہونگے جبکہ شمع نصیب آئی ہو! جبکہ نصیب میں شمع ہو! »

ساتھ پروانوں کے جل جل کے دل شمع صفت

ص۔ بیباک - عزیز۔

احسن - آرزو، بزم، بخود دہوی، جلیں، ریاض صفی، یکتا۔

دل بیمار یہ ہیں دشمنِ صحتِ آثار اک خیال آتے ہی پھر دردِ سوا ہو جانا

دل بیمار یہ آثار تو صحت کے نہیں

یہ مرض کو نسا ہے لے دل بیمار بتا	آرزو
دل وحشی کے اس آزار کی تدبیر نہیں	آزاد
دل بیمار یہ آثار برے ہیں تیرے	اگر
کیا نہیں ہے یہ محبت کی ترقی کا ثبوت	فضل
پہلے مصرع میں تعقید ہے۔ نیز طرز بیان بہت ہی کمزور۔ دوسرے مصرع میں	باقی
بجائے اک کے کچھ نے بہت زور پیدا کر دیا۔ باقی	"
یہی حالت ہے تو بیمار کی صحت معلوم	"
دل بیمار یہ ہے دشمنِ صحت آثار	بزم
چارہ گر خوبی قسمت سے سمجھتا ہی نہیں	بیابک
دل بیمار یہ بھاری ہر بہت بھر کی شب	جگر
دل بیمار یہ اچھا نہیں تیرے حق میں	رباعی
اب افادہ سہی ممکن تو ہے یہ چارہ گرد	سائل
ہیں یہ آثار برے لے دل بیمار کے درد	شوق
دل بیمار یہ آثار تو جینے کے نہیں	غزیر
اٹھ کے ہر بار تری بزم سے یوں جاتا ہوں	سائل
دم آخر مرے پہلو سے نہ اٹھو دیکھو	مضطر
دل بیمار یہ صحت کے ہیں کج آثار	مومن
	"
متلزد	ناطق
جب یہ صورت ہی تو مجھ کو نہیں امیدِ شفا	نوح
دل بیمار یہ آثار تو کچھ خوب نہیں	نیاز
دل بیمار یہ صحت کے نہیں ہیں آثار	یکتا

آخری وقت بھی کیا ساتھ بنا ہا دل نے

آخری وقت بھی چھوڑا نہ گیا پاس دفا
زندگی تھی کہ کوئی راز محبت کا حلسم
رٹھنا اٹھا اک آفت دم رخصت ہے ادھر
پھر اسی طرح سے کرنا تہ دبالا دل کو
دل نے کیا ساتھ بنا ہا۔ دم کا خفا ہو جانا کیا؟ باقی

روٹھنا اُن کا ادھر دم کا خفا ہو جانا

اُن کا رکن کہ مرے دم کا خفا ہو جانا
روٹھنا اُن کا مرے دم کا خفا ہو جانا
اک قیامت ہے ادھر دم کا خفا ہو جانا
پھر اسی طرح سے اک باز خفا ہو جانا

نھامری روح کا یہ تن سے جدا ہو جانا

میرے پہلو سے نہ تھا آپ کا اٹھ کر جانا
آخری وقت بھی کیا ساتھ بنا ہا اس نے
آخری وقت دیا جان نے بھی اُن کا ساتھ
کیا گزرنے کی ادائیگی کہ قضا بن کے رہی
دم رخصت بھی عجب ساتھ بنا ہا دل نے
کیا برابر کا دیا ہے دم آخر نے جواب
جان تن میں رہی جب تک وہ ہے خرم و شاد
اک ذرا تم ابھی اور روٹھنے والے میرے

نخ ادھر پھرنا ادھر دم کا خفا ہو جانا

روٹھنا اُن کا تھا یا دم کا خفا ہو جانا
دیکھ لے مجھ سے مرے دم کا خفا ہو جانا
روٹھنا آپ کا اور دم کا خفا ہو جانا

آخری وقت بھی کبکھت نے کیا ساتھ دیا
آفت وہ منظر بھی تھا کس قمر و غضب کا منظر
آخری وقت بھی کیا ساتھ بنا ہا دم نے
آخری وقت کون کس سے روٹھنا ہے۔ اُس وقت تو منور رحم آجاتا ہی۔ وقت
وہ جو برہم تھے تو نازک تھا کچھ اپنا بھی مزاج

روٹھنا اُن کا مرے دم کا خفا ہو جانا
روٹھنا اُن کا ادھر اس کا خفا ہو جانا

آخری وقت کون کس سے روٹھنا ہے۔ اُس وقت تو منور رحم آجاتا ہی۔ وقت

وہ جو برہم تھے تو نازک تھا کچھ اپنا بھی مزاج
افسوس دم کا خفا ہونا یعنی مرگ مستحق نہیں بلکہ اس کے معنی انقباض نفس۔ دم گھٹنے
مائل نہ کہنے کے ہیں۔ اگر یہ عاویہ یعنی مرگ مستحق ہوتا تو آخری وقت کا فست

حسن
آرزو
آزاد
فض
باقی
ہ
ہرم
بگر
میل
دل
رہیں
سائل
شوق
غیر
مومن
روح
نیاز
دشت
ہ
یک
ہ

بہت ہی مناسب تھا۔ باز ہم روٹھا اور خفا ہوا لطف دے رہا ہے۔ یکتا
ساتھ ہر حال میں کیا خوب بنا ہا دل نے
ص اطر۔ بیباک۔ شہرت۔
خود دہلوی، استاد، صفی، محشر، مضطر، ناطق،

خبر دیوں نے کہیں کر کے مجھ سے شوق نہ خدا کے لئے محصور بلا ہو جانا

✓ خبر دیوں کی محبت ہی مصیبت لے شوق ✓ تم خدا را نہ گرفتار بلا ہو جانا
پھر قسمت کا ہی اس زلف کی الفت لے شوق
دام ہی دام حینوں کی محبت لے شوق
دیکھنا یا نہ محصور بلا ہو جانا
نہ خدا کے لئے پابند بلا ہو جانا

زلف کی آنکھیں کر کے محبت ایشوق
زلف کے ذکر سے محصور بلا ہو جانے کا ثبوت کامل ہو گیا۔ باقی
زلف والوں کو کہیں دیکھ دل اپنا لے شوق

تم خدا را نہ گرفتار بلا ہو جانا
دیکھتا تم نہ گرفتار بلا ہو جانا
زندگی سے نہ جدائی میں خفا ہو جانا

نہ کہیں تم ہدف تیسر بلا ہو جانا
نہ کہیں مصداق آفات بلا ہو جانا
تم نہ اللہ گرفتار بلا ہو جانا

جس نے دیکھا ہی جاووں کا قفا ہو جانا
شوق اس طرح نہ محصور بلا ہو جانا

بندہ زلف بتاں بنکے کہیں تم لے شوق
خبر دیوں سے ذرا کر کے محبت لے شوق

خبر دیوں سے تو کرتے ہو مجھ سے شوق
مرگ عشاق کی حالت وہی سمجھ سائل
جان بیٹے ہی ہے دام محبت میں تجھے

یکتا

"

احسن

آرزو

آزاد

اطر

فضل

باقی

"

بیباک

بزدل دیوی

جگر

دل

رباعی

سائل

شاد

شہرت

شوق

غور

ماں
عشر
مضطر
فوج
نیاز
یکتا

نہ گرفتار بلا مرد خدا ہو جانا
پاے بندہ تسلیم و رضا ہو جانا
نہ خدا کے لئے پابند بلا ہو جانا

شوق نے عشق مجازی کا یہ دیکھا انجام

انہی کا کل کو کہیں چھڑکے ایحضرت شوق
ہم نہ کہتے تھے کہ ایشوق نہ مل اُس سے مگر
خو برویوں سے کہیں دلوں لگا کر ایشوق

بزم، علیل، صفی، مومن، ناطق، وحشت،



غزل

اب اپنا دل تنگ ہی زندانِ تمنا اللہ کے یہ جوشِ فراوانِ تمنا
 کیا ڈالیں کسی آرزوے تازہ کی بنیاد نظروں میں ہی بربادیِ ایوانِ تمنا
 ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دمِ آخر ٹوٹا تھا یہ قفلِ درِ زندانِ تمنا
 بحرِ خواب نہیں وعدہ باطل کی حقیقت جزو ہم نہیں موجِ طوفانِ تمنا
 تیری نگہِ لطف تھی تمہیدِ محبت میری نگہِ شوق ہی عنوانِ تمنا
 اے قافلہ یاس گذر دل میں نہو کر پامال نہ کر گورِ عنبرِ بیانِ تمنا

اے شوق ہی اب وح کو پڑا بھی دشوار

پیوست کیلجے میں ہے پیکانِ تمنا

اب اپنا دل تنگ ہی زندانِ ممتنا اللہ سے یہ جوشِ فراوانِ ممتنا

الغبت میں دل تنگ ہے زندانِ ممتنا اللہ سے مرا جوشِ فراوانِ ممتنا

اپنا ہے دل تنگ کہ زندانِ ممتنا

توجیب سے ہوا قائل احسانِ ممتنا کرتا ہے ہر اک خلق میں ارمانِ ممتنا

جوشِ فراوانِ ممتنا کے سبب سے دل تنگ کا زندانِ ممتنا ہو جانا سجدہ میں نہیں آیا۔ ممتنا کا

دل تنگ سے نہ بچتا ہی اس کے زندانِ ممتنا ہونے کے لئے کافی ہے۔ باقی

مدت سے دل تنگ ہے زندانِ ممتنا پھر بھی نہیں کم جوشِ فراوانِ ممتنا

دل رہ نہ سکا ضبط سے زندانِ ممتنا

اک قطرہ میں یہ جوشِ فراوانِ ممتنا یارب ہے دل تنگ کہ طوفانِ ممتنا

اپنا ہی دل تنگ ہے زندانِ ممتنا اللہ یہ ہے جوشِ فراوانِ ممتنا

کیا عرض کروں جوشِ فراوانِ ممتنا

پھر مسیحا دل تنگ ہے زندانِ ممتنا قربان ترے جوشِ فراوانِ ممتنا

دونوں مصرعوں میں ربطِ مطلق نہ تھا دونوں کے مطالب الگ الگ تھے۔ اور ایک

کو دوسرے سے تعلق نہیں۔ شوق

بچا نہ کہی عشق میں ارمانِ ممتنا آئندہ مراد دل ہو گیا زندانِ ممتنا

جوش کا مقتضا وسعت ہے نہ کہ تنگی۔ مطلق۔

اب دل نظر آتا ہے بیا بانِ ممتنا

اور جوشِ جنوں سلسلہِ جہانِ ممتنا

ہے سب عزم دستِ بدامانِ ممتنا

دل تنگ سے کوئی خوبی نہ پیدا ہوئی۔ توج

پہلو میں دل اپنا ہے کہ زندانِ ممتنا

مصرعہ اول میں فراوانی ممتنا کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر دل تنگ زندانِ ممتنا ہو گیا تو۔

نیز

اس سے جوش فراوان تمنا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ نیاز
دل شق ہوا دا ہو گیا زندانِ تمنا

دیکھے تو کوئی جوش فراوانِ تمنا

ص یکتا۔

آرزو، بجز وہ دہوی، بگر، جلیل، دل، زمہری، شہرت، صفی، عزیز
محشر، مضطر، مومن۔

کیا ڈالیں کسی آرزوئے تازہ کی بنیاد نظروں میں ہی بربادی ایوانِ تمنا

حتی الامکان دبتے ہوئے الفاظ موزوں نہ ہونے چاہیے۔ احسن

ڈالے کوئی کیا آرزوئے تازہ کی بنیاد

ڈالے کوئی کیا آرزوئے تازہ کی بنیاد

فارسی ترکیب میں داؤ کا گزنا ممنوع ہے۔ باقی

جب پڑنے لگی آرزوئے تازہ کی جشیاد یاد آگئی بربادی ایوانِ تمنا

برباد کیا، بھرنے ایوانِ تمنا

اب کیا کسی امید کی بنیاد ہو قائم

جب ایوانِ تمنا مصرعہ آخر میں موجود ہے تو مصرعہ اول میں کوئی کے ساتھ آرزو،

حسرت، امید، تمنا کی ضرورت باقی نہیں رہی، بغیر مکان صرف آرزوئے تازہ کی بنیاد

ڈالنی اچھا نہیں۔ ریاض

دیرانہ دل میں کوئی گھر خاک بنائے

کیا ڈالیں کسی آرزوئے تازہ کی بشیاد

سمار ہوا جا تا ہے ایوانِ تمنا

کیا ڈالیں اور بنیاد میں تعقیدی فاصلہ ہے۔ خانہ دل کی دیرانی گویا بربادی ایوان

تمنا ہے۔ شفق۔

نیاز

»

دش

احسن

»

آرزو

باقی

بجز وہابی

بگر

دل

ریاض

»

»

»

زمہری

سائل

شفق

ہونے لگا جب خانہ دل ہجرتیں ویراں یاد آگئی بربادی ایوانِ ممت
 یہ شعر بھی بالکل ناقص دونوں مصرعوں میں کچھ ربط نہیں۔ قلمزد - شوق
 زلفوں کو نہ وہ میری نگاہوں سے چھپاتے سننے جو کبھی حال پریشان ممت
 وہ دل نہ رہا جو کہ تھا ایوانِ ممت
 کیا رکھے کسی آرزو تازہ کی بے نیاد

ہے یاد وہ بربادی ایوانِ ممت
 ضرورت تھی کہ کسی گزری ہوئی تمنا کی طرف اشارہ کیا جائے اسلئے
 ”وہ“ بڑھایا علاوہ اسکے اب تک کا اظہار ضروری تھا شعر کا مفہوم تشنہ رہتا تھا۔ نیاز
 کیا آرزو تازہ ہو پید کہ نظر میں اب تک ہے وہ بربادی ایوانِ تمنا
 اس شعر میں غزلیت کوٹ کوٹ بھری ہے مآثر اللہ ص - مکتا۔

ص - اطر - فضل، بیباک، صغی، مضطر، وحشت،

بخود دہلوی، جلیل، شہرت، عزیز، مومن، فوج۔

ہانسی کی صدا سب جسے سمجھے دم آخر ٹوٹا تھا یہ قفل در زندانِ ممت

تھا ٹوٹا قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممت

حسن

اطر

فضل

باقی

بیباک

بخود دہلوی

جگر

دل

ریاض

ہنگی جسے سمجھ ہوئے بیٹھے ہیں سب جاب
ہنگی کی مدائن کے میں سمجھ دم آخر
اے چارہ گردنزع میں کیا چیز تھی ہنگی
ہنگی کی صدا اس کو نہ سمجھو دم آخر
ہنگی کی صدا سب جسے سمجھ تھے دم نزع

ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممتنا

یہ اور وہ اسے اشارات ہیں یہ قریب کے لئے اور وہ بعید کے لئے جب صیغہ

ماضی بعید کا برتا گیا ہے تو یہ سے وہ مناسب ہے۔ یکتا

ہنگی کی صدا ہم جسے سمجھ دم آخر
ٹوٹا تھا وہ قفل در زندانِ ممتنا

یخود موہانی، بزم، شہرت، صفی،

آرزو، جلیل، زہری، شوق، عزیز، مومن، ناطق، نظم، نوح،

جز خواب نہیں وعدہ باطل کی حقیقت
جز وہم نہیں موجب طوفانِ ممتنا

ہاں خواب نہیں وعدہ باطل کی حقیقت
جز اک اللہ۔ بیباک

جز خواب نہیں جوشِ تحیل کی حقیقت
سمجھے یہ ترسے وعدہ باطل کی حقیقت

جز وہم نہیں موجب طوفانِ ممتنا

موجب طوفان کا قافیہ کیا تعلق رکھتا تھا۔ کچھ نہیں قلندر۔ شوق

جز خواب سب کون ہے امید و فنا کا
جز وہم لقم کون ہے شایانِ ممتنا

جز خواب نہیں جزو مدستِ لزم امید

جز خواب نہیں لذت فانی کی حقیقت

موج کے ہوتے ہوئے موجب فصیح نہیں۔ نوح

سائل

نفع

عشر

مفسر

نیاز

دشت

یکتا

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

۲

فوج

نیاز

۰

۰

کیا

جسز وہم نہیں کثرت طوفانِ ممتنا
چونکہ وعدہ باطل کا تعلق دوسرے سے ہے اسلئے اُسے وہم کہنا مناسب ہے اور
طوفانِ ممتنا کا تعلق اپنی ذات سے ہے اسلئے اُسکو خواب سے تعبیر کرنا چاہئے۔ نیاز
جسز وہم نہیں وعدہ باطل کی حقیقت
جسز خواب مین وعدہ فردا کی حقیقت
ص اطر، ریاض، صفی، مضطر، وحشت،

احسن، آرزو، باقی، بخود دہلوی، جلیل، دل، زمہری، شہرت،
شفیق۔ عزیز، محشر، مومن،

تیری نگہ لطف تھی تمہیدِ محبت میری نگہ شوق ہے عنوانِ تمنا

تیری نگہ لطف ہے تمہیدِ محبت
سبحان اللہ۔ بیباک

تیری نگہ لطف ہے تمہیدِ تفاسل
تیری نگہ لطف تھی تمہیدِ تبہا ہی
سبحان اللہ۔ شہرت

دوسرے مصرع میں ”ہے“ پہلے میں ”تھی“ نہ چاہئے۔ شفیق

تمہیدِ نگہ لطف ہے تمہیدِ محبت
کیا کیا ابھی حل ہونگے محبت کے مطالب
تمہیدِ نگہ لطف تھی تمہیدِ مظالم
غوب شعر ہے۔ محشر

تمہیدِ محبت بھی بے معنی نہیں آپ کو اختیار ہے مگر تحریکِ شوق میں اک لطف ہی کہ پھر
وہی تحریکِ شوق نگہ شوق کی صورتیں جلوہ گر ہوتی ہے۔ مومن
تمہیدِ نگہ لطف تھی اک شوق کی تحریک

افضل

بیباک

بخود مہمانی

سائل

شہرت

شفیق

۰

شوق

غریب

محشر

مومن

۰

۰

میری نظرِ لطف تھی پیغامِ محبت

کیا خوب کہا ہے۔ کوئی سقم نہیں آپ کا طرزِ بیان خبر کی حیثیت سے ہے اسکو محذوف

کر کے جذبات کے حجم فوٹو کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ تو اب

میری نگہِ لطف وہ ہمتیہ محبت! میری نگہِ شوق۔ یہ عنوانِ تمنا!

پہلے مصرعہ کے بعد لیکن محذوف ہی اصلاح سے اندازِ بیان پر لطف ہو گیا۔ نیاز

میری نگہِ لطف نہ ہو و عدہ تسکین

میری نظرِ شوق ہے عنوانِ تمنا

ص احسن، جگر، ریاض، زمہری، صفی، محشر۔

آرزو، اطہر، باقی، بخود دہوی، جلیل، دل، مضطر، نظم طباطبائی، نوح، کیما۔

اے قافلہ یاس گزر دل میں نہو کر پامال نہ کر غمِ گورِ عنبرِ بیانِ تمنا

اے قافلہ یاس کرمِ منزلِ دل پر

پامال نہ کر شہرِ خوشانِ تمنا

ہیں دل میں مئے آرزوئے مردہ کی قبریں

پہلے مصرعہ میں ایسی تعقید ہے جس نے مصرعہ کو مہلت کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ باقی

اے قافلہ یاس بچا ہے ہوئے دل کو پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ تمنا

حضرت۔ میرے خیال میں اس شعر کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اسلئے کہ دل تو گور ہوا اور

غریبانِ تمنا مدفون، پھر اس صورت میں غریبانِ تمنا کا کنا یہ کس سے کیا جا سکا دوسرے

یہ کہ غریب یعنی مفلس اور نادار استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً گورِ غریباں۔ پھر اس صورت میں گورِ غریباں

تمنا کی طرف مضاف کیا جائیگا تو یہ معنی ہونگے کہ جن کو تمنا نہیں ہو ان کی گور کو پامال نہ کر،

حالانکہ یاس عدمِ حصولِ مطلب کے نتیجہ کا نام ہے۔ تیبک۔ قلمزد

وہ بھی تو ہوا ایک تغافل کی ادا کا جس نالے کو ہم جانتے تھے جانِ تمنا

اب قافلہ یاس مرے دل سے نہ گزریے پامال نہ ہو۔ گورِ عنبرِ بیانِ تمنا

ناطق

نواب

”

”

نیاز

”

حجت

”

”

”

”

”

احسن

اطہر

افضل

باقی

”

بیباک

”

”

”

”

”

”

بخود موبائی

جر
بین
دل
ربا
زہری
سائل
نہرت
•
شفیق
شوق
•
صوفی
مشر
مومن
ماتون
نواب
•
فوج
نیاز
•
یکتا
•
•

پامال نہ ہو۔ گورِ عنبرِ بیانِ متنا

برباد نہ کر رنگِ گلستانِ متنا

اے قافلہ یاسِ گزرِ دل سے تو اس طرح

دلِ بدفنِ صد شوق ہی اے قافلہ یاس

اے صرصرِ غم واسطہ اُس غیرتِ گل کا

اے قافلہ یاس نہ اس دل سے گزر تو

اے قافلہ یاس نہ کر دل میں اقامت

اے قافلہ یاس گزر دل میں نفسِ رما

اس صرغ میں تعقیدِ لفظی ہے۔ شہرت

اے قافلہ یاس بجائے ہوئے دل کو اے قافلہ یاس زارِ دل پر بچا کر + پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

اے قافلہ یاس مرے دل سے ہو رخصت

متنا و آہ پھر گورِ غریباں کیونکر بن سکتی ہے مصرعہ دلی میں نہو کر کس قدر ناقص ترکیب ہے۔ شوق

روشنی اسی سے شبِ یلداے مستدار

اے قافلہ یاس گزر دل کو بچا کر

پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

پامال نہ کر گنجِ نسرِ اداں متنا

اے قافلہ یاس نہ کر دل پہ چڑھائی

اے قافلہ یاس مرے دل سے گزر کر

پامال نہ ہو "پڑھے پھر دیکھے کیا لطف آتا ہے العاقل بحفیفۃ الاشارہ۔ نواب

پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

اے قافلہ یاس نہ تو دل میں گزر کر

گورِ غریباں متنا کا وجود ہی قافلہ یاس کے گزرنے سے ہوا تھا بھر اب منع کر نیسے قافلہ نیاز

آباد تو ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

اے قافلہ یاس ٹھہر جا مرے دل میں

اس مصرع میں منفع تالیف تھا معنی پامالی قافلہ یاس کے مقابلہ میں لشکرِ غم سے زیادہ

مقصود ہے۔ یکتا

پامال نہ ہو گورِ عنبرِ بیانِ متنا

اے لشکرِ غم دل سے ذرا بچ کے بھگنا

ص مضر - دشت -

آرزو - جیو دہوی، غزیر، نظم،

اے شوق ہر اب و ح کو پرواز بھی دشا
پیوست کلبے میں ہے پیکان تمنا

اب و ح کو پرواز بھی دشوار ہے اے شوق

اے شوق کچی روح کچا تیر جو اس کا

آخر و ح کو پرواز کیوں دشوار ہوئے گی۔ پیکان فنادل میں پیوست ہونا ہے کلبہ

میں نہیں۔ باقی

کیوں روح نہ مضطر ہے شوق اس کی غلش سے

پیوست مرے دل میں ہے پیکان متنا

پیوست ہر اک رگ میں ہے پیکان متنا

بیابانی شوق جگر افکار نہ ہو چھو

پرواز کرے طائر جاں شوق ہے دشوار

اے شوق خزینہ روح کو جنبش بھی ہر شکل

اے شوق اب اٹھنے کا نہیں ہاتھ جگر سے

صرف روح کی پرواز سے طائر روح کی پرواز بہتر ہے۔ شفق

اے شوق نہ بھگایا یہ دم نہکلے تو نہکلے

پیوست ہوا دل میں جو پیکان متنا

مقطع کو آپ اس صورتیں بھی رکھ سکتے ہیں مگر پرواز کے ساتھ طائر روح یا مرغ روح

مناسب ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ مقطع اور کہہ لیجئے اور مصرعہ اولیٰ کو بدل دیجئے۔ تو من

پرواز بھی دشوار ہے اب طائر جاں کو

اے شوق ہی کبخت کو پرواز بھی دشوار

اے شوق نہ کیوں روح کو دشوار ہو پرواز

اے شوق ہے روح کو پرواز کی تحریک

ہی طائر جاں خستہ پیکان متنا

پیوست مرے دل میں ہے پیکان تمنا

سینہ میں کھٹکنا رہے پیکان متنا

حسن

افضل

باقی

"

"

"

بزم

بیک

بگر

دل

دین

شفق

"

"

عشر

مومن

"

"

"

"

ہاٹن

نظم طابنائی

اے شوق کرے روح چہ پرواز تو کیونکر
پیوست مرے دل میں ہے پیکانِ ممتنا
اس قسم کی تعقید گواہ تہہ نے برنی ہے لیکن احتراز ادلی ہے، مکتا۔
اب روح کو پرواز بھی دشوار ہی اے شوق
ص اطرا، شہرت، مضطر، وحشت۔

آرزو، بخود دہلوی، بخود موبانی، جلیل، زہری، سائل، شوق،
صفی، عزیز، نیاز۔

عطیہ حضرت ناطق لکھنوی

کیا دل سے مرے پوچھتے ہو شانِ ممتنا
خود روح ہے سوجان سے قربانِ ممتنا
ہر قطرہ خوں دل کا نہ کیونکر ہو پریشان
قالب تو ہیں سوا و ہر اک جالی ممتنا

عطیہ حضرت فضل لکھنوی

آفت کی بڑی حسرت و امید میں ہل چل
دل پر ہوا نذر وعدہ و صلت کا تو کیا ہو
خواہش نہ کروں وصل کی امکان سے باہر
تم قول سے و صلت کے ذرا بھر کے تو دیکھو
ساتھ ایک کے دیکھو تو کہ کتنوں کا ہی احساں
کیوں صورتِ آئینہ ہوا آپ کو سکتا
چھوڑے تری الفت کو اگر وہ دمِ محشر
دیگا جو کوئی ہجریں آہوں کی اجازت
اٹھا جو شب وصل میں طوفانِ ممتنا
کب یاس سے خالی ہی بیابانِ ممتنا
تجھ کو نہیں معلوم یہ ہے جانِ ممتنا
ویراں نظر آجائے بیابانِ ممتنا
سو خواہشیں ہیں شاملِ ارمانِ ممتنا
کیا دیکھ لیا دیدہ بحیرانِ ممتنا
ہو با تھمہ مرا اور گریبانِ ممتنا
اُرجا بیگے اوراقِ پریشانِ ممتنا

غزل

دشمن جاں حبیب یہ چرخِ ستمگر ہو گیا
ختم کج افسانہ ترکِ ستمگر ہو گیا
کشتہ نازِ تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا
وہ قسمت پہنچے ہیں کب سے ناکامِ ازل
اک نگاہِ یاس سے قاتل کے تیور چھ گئے
دیکھ ظالم تیرے فریادِ بے وقت باز پرس
آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
زاہد بد بین کی اُف ترسی نگاہوں کا اثر
خاکِ رانی تیرے دیوانے نے یسی دُورِ حشر
ٹکڑے دل کرتا ہوا جھوٹا نسیم صبح کا
اے سرشوریدہ تھوڑی اور ہمت چاہ
ساتھ دیتا جا ذرا اے ضبطِ تھوڑی فراد

کو سنا باقی ستم ہو جو نہ ہم پر ہو گیا
سخت جانیں دج ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا
زندہ جاوید تیری کھا کے ٹھوکر ہو گیا
ختم جب محفل میں دُرِ جام و ساغر ہو گیا
ایک چھینٹے سے لہو کے کند خنجر ہو گیا
وہ ہوا باندھی کہ ستم میدانِ محشر ہو گیا
اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا
شیشہ چپکلیج سے سو ٹکڑے ساغر ہو گیا
گردِ جبکے سامنے آشوبِ محشر ہو گیا
بلبلِ نالاں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا
شق ہوئی دیوارِ زندانیں نیا در ہو گیا
دم اُدھس نہ نکلا کہ میدانِ فاسد ہو گیا

اب کہاں ہے وہ جوانی کا نسیمِ دلفریب

اک تماشا تھا کہ جو لے شوقِ شب بھر ہو گیا

دشمن جاں جب سے یہ چرخِ ستمگر ہو گیا کونسا باقی ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

حب سے دشمن جاں کا چرخِ ستمگر ہو گیا کیا ستم باقی رہا ہے جو نہ ہم پر ہو گیا
مہرباں جس دن سے اک ترکِ ستمگر ہو گیا کونسا ایسا ستم تھا جو نہ ہم پر ہو گیا

دشمن اپنا جب سے یہ چرخِ ستمگر ہو گیا جو نہ ہونا تھا ستم اب وہ بھی ہم پر ہو گیا
بزم کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

دشمن جاں لیکے دل ترکِ ستمگر ہو گیا کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا
بخود دہوی کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا
بخود مہمانی کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

اے فلک کیوں اس طرح کا تو ستمگر ہو گیا ہو گیا جو ظلم ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا
جیل سچ بتا وہ ظلم کیا تھا جو نہ ہم پر ہو گیا

”یہ“ کا لفظ بے ضرورت تھا دوسرے مصرع میں جو تصرف کیا گیا اُس نے مطلع کو اور شفق
چمکا دیا۔ ستم کہنے کی ضرورت نہ رہی سب کچھ اشارہ میں ادا ہو گیا۔ شفق

دشمن جاں جب سے چرخِ کسینہ پرور ہو گیا کیا بتائیں جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا
” ”
شوق بہت معمولی ہے۔ اور جذبات انسانی سے خالی۔ قلمزد۔ شوق

پیرے ہاتھوں ظلم کیا کیا او ستمگر ہو گیا جو نہ ہونا تھا وہ سب کچھ آج مجھ پر ہو گیا
معنی شوق کونسا ظلم و ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا

دشمن جاں جب سے تو چرخِ ستمگر ہو گیا کونسا ایسا ستم ہے جو نہ ہم پر ہو گیا
عازل صنی کیا بتائیں جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا

حب سے دشمن جاں کا چرخِ ستمگر ہو گیا ظلم ہم پر جو نہ ہونا تھا وہ ہم پر ہو گیا
مہر عزت ”
دشمن جاں جب سے وہ شوخِ ستمگر ہو گیا ”
دشمن ”

ص بیاک، بگر
باقی، ذل، فانی، سائی،

سخت جاں میں ذبح ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

سخت جاں کام آگیا بیکار خنجر ہو گیا
ہو کے بیدم خود زبان حال خنجر ہو گیا
ذبح بسل ہو گیا بیکار خنجر ہو گیا
سخت جانی! دیکھ ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

پرزے پرزے میں ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

یوں گلا کاٹا کہ ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا
ٹکڑے ٹکڑے میرے دل کی طرح خنجر ہو گیا

یہ مطلع کئی وجہ سے ٹیک نہیں بندش خرابی دوسرے مصرع میں ”ذبح“ کا لفظ
”میں“ کے بعد پھر ٹکڑے ٹکڑے عجب طرح کا ہے زیادہ تصرف کی ضرورت تھی اسلئے
قلمزد کیا گیا۔ شفق

یہ بھی کچھ نہیں ہے۔ قلمزد۔ شوق
تو ہی منکر قتل سے تو کیا میں یہ سبے اکوں

خود بخود دامن کسی کا خون سے تر ہو گیا
ذبح کر کے جھکے ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

قلمزد

قلمزد

سخت جاں پر چلے ٹکڑے ٹکڑے خنجر ہو گیا

ختم آج افسانہ جو رستمگر ہو گیا
فسانہ کے ہوتے ہوئے افسانہ قابل ترک۔ قوی

حسن

آرزو

الہر

باقی

بزم

بخود دہلوی

بخود موہانی

بگر

دل

دیامن

سائل

شفیق

”

”

شوق

”

صنی

غریزہ

فانی

مضطر

قوی

فی
وضت

مفت اس رحمت میں ٹوٹے ٹوٹے خجرو ہو گیا

ختم اب یوں قصہ عشق سب مگر ہو گیا
کھیل لے قاتل نہ تھا مجھ سخت جان کا قتل کچھ
ص بیباک، شاد،
جلیل۔

زندہ جاوید تیری کھا کے ٹھوکر ہو گیا

کشتہ ناز تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا

حسن

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

کشتہ ناز تغافل بھی ہے کیا بیدار بخت
کشتہ تیغ بسمِ نامید زندگی

آرزو

زندہ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا

الہر

زندہ جاوید کھا کے تیری ٹھوکر ہو گیا

باقی

زندہ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا

اور ٹھکرائیں شہید ناز کو اپنے حضور

"

پہلے مصرع میں "اور" کا لطف قابل ملاحظہ ہے۔ باقی

بخود دہلوی

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

بخود موہانی

زندہ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا

مگر

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

جلیل

زندہ جاوید گویا کھا کے ٹھوکر ہو گیا

دل

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

ربان

مشاد

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

شفیق

"

اک قیامت وہ بھی کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

شوق

"

زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

"

زندہ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا

صفی

کشتہ تیغ تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا

خستہ طرز تغافل کا ہی اب کیا پوچھنا

کشتہ ناز تغافل کا ترے کیا پوچھنا

کشتہ ناز تغافل کی ہی قسمت جلے رشک

تعمیدِ فاحش ہے۔ تیری ٹھوکر کھا کے زندہ جاوید ہو گیا۔ شفیق

فتنہ دوراں کہ جو مدت سے تھا سویا ہوا

تعمید کا عیب بُرا ہے۔ شوق

خوب چکا کشتہ تیغ تغافل کا نصیب

کشتہ ناز تغافل کا بھلا کیا پوچھنا

زندہ جاوید کھا کر ایک ٹھوکر ہو گیا
 زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا
 زندہ جاوید گویا کما کے ٹھوکر ہو گیا
 زندہ جاوید کھا کر تیری ٹھوکر ہو گیا

کشتہ طرز خرام یا رکاب کی پوچھنا

کشتہ طرز تغافل کا ہے اب کیا پوچھنا
 کشتہ جور تغافل کا ہے اب کیا پوچھنا

ص بیباک

بزم اسائل۔

ختم جب محفل میں دورِ جام و ساغر ہو گیا

ختم جن کے آتے آتے دورِ ساغر ہو گیا
 ختم جب اس انجن میں دورِ ساغر ہو گیا

دلے قسمت پہنچے ہیں کب سے ناکام ازل

بزم عشرت میں نہونگے ہم سے ناکام ازل

دلے قسمت ہم سے ناکام ازل پہنچے ہیں کب

مقدم ہو کر کرینے سے شعر میں کس قدر صفائی آگئی۔ بزم

دلے ناکامی نگہ ساقی کی ہم پر کب پڑی

ختم جب بزمِ طرب میں دورِ ساغر ہو گیا

ہم سے ناکام ازل کے ساتھ ”دلے قسمت“ اور ”کب پہنچے جب دورِ چل چکا“ کچھ
 بے جوڑی بات ہی ہمیشہ اس کا خیال ہے کہ غلطوئیں تلواریں نہ کھنچ جائیں۔ بخود موہانی

آہ جس محفل میں پہنچے ہم سے ناکام ازل
 دلے قسمت آئے کب پہنچے ہیں ناکام ازل
 جھوٹے ساغر نول اٹھے دورِ ساغر ہو گیا

ختم جب محفل میں ان کی دورِ ساغر ہو گیا

ختم جب بزمِ تباہ میں دورِ ساغر ہو گیا

ختم کبیرے آئے ہی کیوں دورِ ساغر ہو گیا

سے وہی یکیش وہی محفل وہی ساقی وہی
 دلے قسمت پہنچے ہیں کس وقت ناکام سرور

غزنی

فانی

معطر

فوج

دشت

آرزو

اظر

بزم

بیباک

بخود دہوی

بخود موہانی

جگر

عین

دل

ریجن

سائل

شاد
شفق
مئی
فانی
دشت

ہم سے ناکام ازل حرام نصیب کے ہیں کب
ولے قسمت تشنہ کامان ازل پہونچے تو کب
ولے قسمت پہونچے بھی کس وقت ناکام ازل

ختم جب محفل میں انکی دُور ساغر ہو گیا

ہم تھی دستانِ قسمت پہونچے ہیں کب دیکھنا
ص عزیز، مضطر، قح،
احسن، باقی، شوق،

اک نگاہِ یاس سے قاتل کے تیور بچھ گئے ایک پھینٹے سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

احسن

تیور بچھ جانا خاص کمبو کا محاورہ ہے اگر آپ زبانِ دہلی کی تقلید کرتے ہیں تو اس کا استعمال
ناموزوں ہے۔ احسن

"

"

آرزو

باقی

میباک

بجود دہلوی

"

"

بجود موہانی

"

"

"

"

"

اک نگاہِ یاس سے جلا دکا دل بچھ گیا
لے نگاہِ یاس سے قاتل کے تیور بچھ گئے
اک نگاہِ یاس قاتل کو پشیمان کر گئی
یہ شعر پسند نہیں۔ قلمرو۔ میباک۔
اک نگاہِ یاس سے قاتل کا غصہ مٹ گیا

ردیعت کا مقابل جائز نہیں ہے لیکن یہ شعر ردیعت ہے اور ردیعت شعر کے لئے اساتذہ
نے تقابل جائز رکھا ہے۔ بجود دہلوی

بھی! قاتل کے تیور بچھ گئے تو لہو کا پھینٹا آیا کہاں سے "قاتل کے تیور بچھ گئے" اس کا
مغہوم ہی ہے ہوا کہ حوصلے پست ہو گئے۔ ہمت مٹ ہو گئی۔ جب یوں پھیری تو دار ہوا ہی کب
اگر کچھ کہا جائے کہ ہم نگاہِ یاس ہی کو لہو کا پھینٹا قرار دیتے ہیں تو پوچھنے والا پوچھ نہ
ہیٹھے گا کہ آخر کیوں؟ ہاں قاتل کی آنکھوں میں قتل کر کے وقت خون اترتا ہے اور نگاہ
قہر سے لہو پر بسنے لگتا ہے مگر یہاں اس بات کا کیا عمل ہے۔ بجود موہانی

تیسرے کے لئے بیکار خنجر ہو گیا
ہاتھ کاٹنے قتل گمہ میں کند خنجر ہو گیا
خون میرا چاہتے ہی کند خنجر ہو گیا
چاٹ لینے سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

آب ہی جانی رہی سرخی لہو کی دکھ کر

کیا عمدہ شعر ہے۔ شاد

ہاتھ جل کر رک گیا شرمندہ خنجر ہو گیا

اُن رے قاتل پر نگاہ یا سہل کا اثر
اک نگاہ یا سہل سے قاتل کی نظریں پھریں

تو بوجھ گئے اس میں مجھے شبہ ہے یہاں کوئی لعنت موجود نہیں کہ دیکھوں۔ فوج

چند چھینٹوں سے لہو کے کند خنجر ہو گیا

ص اطر، بزم، جگر، عزیز۔

جلیل، شوق، صغی، فانی، وحشت۔

دیکھ ظالم تیرے فرمادی نے وقت باز پرس
وہ ہوا باندھی کہ سم میدان محشر ہو گیا

سم ہوا باندھی کھنڈ کا محاورہ معلوم ہوتا ہے۔ احسن

وقت پر سرش تیرے فرمادی نے او بیاد کر وہ ہوا باندھی کہ ٹھنڈا روز محشر ہو گیا

چونکہ ظالم تیرے فرمادی نے قبل از باز پرس

سم میں نے خاموشی کے معنی میں نہیں سنا اگر کہنوں میں بولے ہوں تو رہنے دیجئے گم سم

تو سننا ہی۔ اطر

وہ ہوا باندھی کہ سن میدان محشر ہو گیا

اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا سم کیا؟ مستحضر۔ باقی

سم ہو گیا یہ محاورہ نہیں ہے۔ بزم

وہ ہوا باندھی کہ سن میدان محشر ہو گیا

یہ شعر پسند نہیں۔ بیباک

بیخود موعانی

دل

ریاض

سائل

شاد

شفیق

مضطر

فوج

ۛ

احسن

ۛ

آرزو

اطر

ۛ

ۛ

باقی

بزم

ۛ

بیباک

یخود دہوی

میدان حشر کو محشر کہتے ہیں۔ میدان کے ساتھ محشر نہیں کہتے محشر اسم ظرف ہے۔ فلزد

"

یخود دہوی

یخود موہانی

پیادے شوق! تم نے یہ نہ دیکھا کہ باز پرس کا یہ محل ہے کہ نہیں۔ تعجب ہے۔ باز پرس
قابل سے ہوا کرتی ہے یا مقبول سے، قبل از باز پرس ہو تو صحیح ہے مگر خوبصورتی اس

"

میں کہاں۔ یخود موہانی

"

کچھ خبر ہے تیرے فریادی نے رکھتے ہی قدم
دیکھ غلام تیرے فریادی نے وہ فریادی کی

جگر

چاک و اماں خود بخود میدان محشر ہو گیا

جیل

وہ ہوا باندھی کہ ساکت سارا محشر ہو گیا

دل

وہ ہوا باندھی کہ ساکت شور محشر ہو گیا

"

وہ ہوا باندھی کہ بھیکا رنگ محشر ہو گیا

ریاض

تنگ مجھ پر اس قدر میدان محشر ہو گیا

سائل

وہ ہوا باندھی کہ ضم میدان محشر ہو گیا

شفق

سم کیا ہے، شفق

"

کو چہ جاناں بھی اب میدان محشر ہو گیا

شوق

ہر طرف اک دھوم ہونا لوں کی فریاد و کاشو
سم بیاں کوئی معنی نہیں دیتا میدان محشر سم نہیں ہو سکتا سموم ہو سکتا ہے، شوق

"

وہ ہوا باندھی کہ ساکت شور محشر ہو گیا

فانی

مسلمو

مضطر

سم۔ یہ لفظ پڑھا نہیں گیا۔ مضطر

فوج

محشر خود جان حشر کو کہتے ہیں اکثر اسانہ نے اور خود میں نے پہلے عرصہ محشر اور

"

میدان محشر لکھا ہے۔ مگر تحقیقات سے اب غلط معلوم ہوتا ہے۔ فوج

"

بڑھتے بڑھتے داغ دل خورشید محشر ہو گیا

دشت

وہ ہوا باندھی کہ ضم میدان محشر ہو گیا

مشاد صفی، غزنی۔

آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا

اس سے پہلے ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
✓ ولے حسرت ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند
✓ آنکھ میں آنسو بھرنے کہتے ہیں میری لاش پر
آہ ظالم ہو چکی مجھ منتظر کی آنکھ بند

میرا آنا اور نہ آنا سب برابر ہو گیا

ایک ہی آنکھ بند ہو گئی دوسری کیوں نہ ہوئی شفقِ المرافض علیہ - آنکھ بند نہ ہو جاوے عذر مطلب نہ ہوئی
نزع میں ہوں تابِ نظارہ کہاں ادبِ یوفا
اب ترا آنا نہ آنے کے برابر ہو گیا

یہ شعر روحِ غزل ہے۔ احسن؟ م م م م عزیز

ص بزم، بیباک، جگر، سائل، شوق، مضطر، وحشت۔

احسن، باقی، بخود دہلوی، جلیل، دل، شاد، صفی، فانی، نوح،

زاہد بدیں کی اُف ترسی نگاہوں کا اثر
نشیشہ چمکا بیچ سے سو ٹکڑے ساغر ہو گیا

اُف تری بدیں نگاہوں کا اثر لے محبت
نیت زاہد کا آئینہ ہے تائیسر نظر
کیا بُری نیت ہی زاہد کی کہ پڑے ہی نظر
یعنی نگاہ زاہد بدیں کوئی پختہ مگر
دیکھے ترسی ہوئی زاہد کی نظروں کا اثر

نشیشہ چمکا اور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا
نشیشہ چمکا ٹکڑے ٹکڑے کے ساغر ہو گیا

بیچ سے چمکا کوئی خوبی نہیں ہے۔ صرف ترسی نگاہیں کناٹیک نہیں تھا۔ بزم

یہ شعر پسند نہیں۔ بیباک

زاہد بدیں کی نظریں اور پھر ترسی ہوئی
الاماں زاہد تری ترسی نگاہیں الاماں
پڑ گئی زاہد کی شاید آنکھ لچانی ہوئی

نشیشہ چمکے گری بیکار ساغر ہو گیا
نشیشہ چمکا چور ٹکڑے ٹکڑے ساغر ہو گیا
ٹکڑے ٹکڑے ہاتھ میں ساتی کے ساغر ہو گیا

آرزو
اظر
بخود موہائی
ریاض
شفق
غیر

احسن
آرزو
اظر
باقی
بزم
بیباک

بخود دہلوی
بخود موہائی
ریاض

سائل
شاد
شفق
”
”
شوق
مضی
مضطر

زاہد بد میں کی دیکھی بھی نظر ہائی نگاہ

چو شیش بیچ سے دو ٹکڑے ساغر ہو گیا
”ترسی نگاہوں“ غلات عاودہ تر چھی نگاہوں صحیح - دوسرے مصرع میں بیچ سے چمکا
کی قید ابھی نہیں شفق

میکدے پر مٹی کڑی ایسی نگاہ محسب
بیچ بتاؤ زاہد بد میں لگی کس کی نظر
دیکھنا ترسی ہوئی نظروں کا زاہد کی اثر

فلمزد

ص جگر، عزیز،

جلیں، دل، فانی، فوج، وحشت۔

خاک اڑائی تیرے دیوانے نے ایسی وز حشر
گر جس کے سامنے آشوب محشر ہو گیا

آرزو
بغود ہوائی
رہا
شفق
شوق
دشت

قبر سے اٹھا گولہ بن کے یوں وحشی ترا
کس قیامت کی اڑائی خاک وحشی نے ترے
آئیں پر آج قاتل کے نہ دیکھی چھینٹ بھی
خاک اڑائی تیرے دیوانوں نے اتنی خستیں

سرخ میرے خون سے دامان محشر ہو گیا
اک گولا گرد کا میدان محشر ہو گیا
آسمان ایک اور پیدا آسمان پر ہو گیا
جس کے آگے گرد و آلود آشوب محشر ہو گیا

ص اہلہ، بزم، بیباک، جگر، عزیز و مضطر

احسن، باقی، بغود ہوائی، جلیں، دل، سائل، شاد، مضی، فانی، فوج

ٹکڑے دل کرتا ہوا جھوٹا نیم صبح کا
تیرا جھوٹا بھی تھالے باد خزاں غار انگات
بلیں نالوں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

احسن

ٹکڑے دل کرتا ہوا جھوٹا نسیم صبح کا بلیں نالاں کے حق میں تیز خنجر ہو گیا

جس نے گل بکرا دیے موجودہ باد تند کا قید میں صبا کی جھوٹا نسیم صبح کا دل کو ٹکڑے کر گیا جھوٹا نسیم صبح کا

یہ شعر غلط نہیں تھا مگر مجھے پسند نہ آیا کاٹ کر دوسرا بنا دیا۔ بزم کیا دیا چیں بزمیں ہونے نے وقت بیچ کام جو گرا پتا وہ تاثیر حنا سے باغ میں

یہ بھی قسمت جانفزا جھوٹا نسیم صبح کا دل کو ٹکڑے کر گیا جھوٹا نسیم صبح کا گردش قسمت سے ہر جھوٹا نسیم صبح کا

مختصر یہ ہے کہ ہر جھوٹا نسیم صبح کا بارہ دیکھنا نہیں خنجر کو کوئی اس طرح لے خزاں جھوٹا کماں تیرا کماں بلیں کا دل

نسیم کا جو کماں بلیں کے لئے خنجر کیوں ہو گیا۔ اس کا ثبوت چاہئے بلیں کے لئے پھری درکار ہے یا خنجر۔ ہر حال اس طرح مضائقہ نہیں شفق

چل گیا صرصر کا اک جھوٹا خزان جس گھڑی بلیں کے لئے اک تیز خنجر ہو گیا بالکل فضول شعر ہے کوئی خوبی نہیں۔ شوق

کیا خطا میری جو وارفتہ کسی پر ہو گیا حسن کو دیکھا تو دل قابو سے باہر ہو گیا

ستلزد جب چلا گلزار میں جھوٹا نسیم صبح کا جو گرا پتا خزانیں شاخ گل سے ٹوٹ کر

ص سائل، جگر

آرزو

اہل

باقی

بزم

”

بیابک

بخود موبانی

جہیں

دل

”

رایان

شاد

شفق

”

”

شوق

”

عزیز

مضطر

فوج

بجود دہلوی، صفی، فانی، وحشت

اے سرشوریدہ تھوڑی اور ہمت چاہئے شق ہوئی دیوار زندانیں نیا در ہو گیا

لے سر شوریدہ ہمت کو تری صدمہ جا
کھل گئی دیوارِ زنداں میں نیا در ہو گیا
اب گری دیوارِ اب پیدا نیا در ہو گیا

اے سرشوریدہ کیا کنا ہے ہمت کا تری
اے سرشوریدہ ہاں تھوڑی سی ہمت اور بھی

شوق ہوئی دیوارِ زنداں اب نیا در ہو گیا

غیر ہی جان! جب دیوار شق ہو گئی اور زندان کی دیوار در بن گئی تو اب سر شوریدہ مہر و مکر سے غریب کیا کرے، کیوں اُس کے سر مور ہے ہو کہیں نہ کہیں کہیں کہیں رحم بھی کرے کہ تم کو تو اب عید سے منور ہو کر رہو۔
ہیں، شق ہوئی کی جگہ کھل گئی بھی کہہ سکتے ہیں مگر شق ہوئی سے اس محل پر زور کلام در بندہ کی جانتی ہے۔
بڑا تھا ہے۔ بخود موہانی
مدد قے لے سر شوریدہ کا کتنا ترا

تیرے صدقے لے سرشوریدہ کیا کہنا ترا
صدقے شوریدہ سہری کے کج نکل خواب
اے سرشوریدہ تیری سعی و ہمت کے نثار
لے سرشوریدہ میرے تیری ہمت کے نثار

سارا زنداں کا نپ اٹھا دیواریں درہو گیا
 شوقِ موعنی دیوارِ زنداں اک نیا درہو گیا

دیوار میں درتو ہو گیا اب زیادہ ہمت سے کام لینے کی ضرورت کیا رہی دیوار گڑے

رے در کافی ہے۔ شوق

اے سرشوریدہ اس شوریدگی پر آفریں
 ”تھوڑی سی“ کی ضرورت تھی۔ توح

اے سرشوریدہ کچھ تو اور ہمت چاہئے

بانی، بخود و پلوی، مجلس، جگر، دل، صفتی، عزیز، کافی، مضطر، و شست

ساتھ دیتا جا ذرا لے ضبط تھوڑی دیر اور دم ادھر نکلا کہ میدانِ وفا سر ہو گیا

ساتھ لے کچھ دیر اور لے ضبط درد جا نگرا
المدولے ضبطِ الفت اور تھوڑی دیر ہے
مر جا لے ضبط آپہنچے ہیں مقصد کے قریب
ساتھ دینا اک ذرا لے ضبط تھوڑی دیر اور
تیرے صدقے ضبط غم تھوڑی تکلیف اور بھی
ساتھ دیتا رہ ذرا لے ضبط تھوڑی دیر اور

دم جہاں نکلا وفا کا معرکہ سر ہو گیا
تھم گئے نالے تو میدانِ وفا سر ہو گیا

ساتھ دیتا جا ذرا لے درد تھوڑی دیر اور
ساتھ دیتا جا ذرا دیر اور بھی لے ضبط غم
ص بانی، بگر، ریاض، عزیز، مضطر،

احسن، بخود دہلوی، جلیل، دل، شاد، صفی، فانی، وحشت

اب کہاں ہی وہ جوانی کا طلسمِ دلیر
اک تماشا تھا کہ جو لے شوقِ شب بھر ہو گیا

حضرت استاد ی نے شب بھر کو اسلئے متروک کر دیا کہ مشیر کا التباس ہوتا تھا، نیز کانوں
کو اچانک نہیں معلوم ہوتا۔ کاف بیان کے بعد جو کا استعمال بھی غیر فصیح ہے لہذا ایک ساتھ
(کجو) نہ کہنا چاہئے۔ احسن

اک تماشا تھا جو حسبِ شوق دن بھر ہو گیا
شوق وہ بھی کیا تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا
شوق وہ بھی اک تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا

خوابِ اب تو جوانی کا طلسمِ دل فریب

ماشاء اللہ مقطع میں طلسم و فریب کا لفظ خوب کہا ہی۔ بزم
شوق یہ بھی اک تماشا تھا کہ شب بھر ہو گیا
اب کہاں عہدِ جوانی کا طلسمِ دل فریب

آرزد
اگر
بزم
بیابک
بخود دہلوی
سائل
شفیق
شوق
نوح

احسن

آرزد

اگر

بزم

بخود دہلوی

اب کہاں ہے وہ جوانی کا طلسم دل فریب
اک تماشہ تھا کہ جو اے شوق شب بھر ہو گیا

پھر نہ دیکھو گے جوانی کا طلسم دل فریب
شوق کیا کہئے جوانی کا طلسم دل فریب
صبح پیری خواب ہو گیا جوانی کا خیال
شوق وہ تو اک تماشہ تھا جو شب بھر ہو گیا
مختصر سا اک تماشہ تھا جو دم بھر ہو گیا
شوق چونکو اک تماشہ تھا جو شب بھر ہو گیا
شوق وہ بھی اک تماشہ تھا کہ شب بھر ہو گیا

شب بھر ذراغِ ماحب نے کیس نہیں کھا اُن کا خیال تھا کہ رات بھر چاہیے۔ فوج
دیکھتے ہی دیکھتے اے شوق اتر ہو گیا

ص باقی، بیباک، جگر، ریاض، عزیز، مضطر، وحشت۔
نچوہ دہلوی، جیل، دل، شوق، صفی۔



غزل

زباں سی اُت نکرنا شمع ساں جل جل کر جانا
بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا
نہیں یہ ضبط آہ لے دلفگار آرزو اچھا
کر گیا درد اور افزوں ہوا رنجو نہیں بھر جانا
غضب ہی پڑ گئے یہ دیدہ تمیز پر پرے
لگائے جس نے سونستر اُسی کو بخیر گرجانا
حیات و موت بیمار امید و بیم کی کیا ہے
نہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہی آسان مرجانا
یہی دو حرف آہ سر کے شرح غم دل ہیں
طویل اک داستان ہی جس کو تم نے مختصر جانا
آل کا اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے
حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا
ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوش محبت کا
قیامت ہی نظر پر چڑھ کے پھر دل سی اُتر جانا
ہماری دل کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی
بگاہ لطف سی جینا نظر پھرتے ہی مرجانا
زباں پر ذکرِ دلیں یاد، اور سر میں ترسوا
نظر کو جسجو تیری جہاں جانا بدھر جانا
دم آخر نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے
وہ آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

تیری بیداریاں لے شوق تھیں تہیہ غفلت کی

وہ پردہ رات کا تھا جس کو آغازِ سحر جانا

زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

طریق شمع ہے اپنی جگہ جل جل کے مرجانا نہ بڑھنا اک قدم اور حد ہستی سے گزر جانا

کمال عاشقی ہے اپنی ہستی سے گزر جانا

بہت دشوار تھا اس طرح ہستی سے گزر جانا

”بالآخر نکو ثابت ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا مرجانے کے معنی پر ہے

جس کا ذکر آپ پہلے مصرع میں کر چکے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں اس کے علاوہ نحوی طریقے

سے یہ شعر حد مہلت کو پہونچا جا رہا تھا۔ پھر غور کیجئے۔ باقی

دفا داروں میں او نا کام عاشق نام کر جانا

بالآخر رفتہ رفتہ اپنی ہستی سے گزر جانا

مطلع دوسرا اکنا چاہئے۔ بیابک

زباں سے اُف نکرنا شمع ساں گھل گھل کر مرجانا ترے عاشق کا آخر اپنی ہستی سے گزر جانا

نہ کرنا اُف بھی دیکھ سوز سے جل جگہ مرجانا مال زسیت کیا۔ یوں اپنی ہستی سے گزر جانا

وہ عاشق کا ترے کوچے میں اوبید اوگر جانا پھر آخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

مرے پروانہ دل نے تری محفل میں سیکھا ہی زباں سے اُف نکرنا شمع ساں جل جل کے مرجانا

کسی کا رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

یو نہیں اک روز ہم کو اپنی ہستی سے گزر جانا

مثال شمع جلتا چپکے چپکے جل کے مرجانا مرادہ رفتہ رفتہ اپنی ہستی سے گزر جانا

محبت میں ہی لازم ہے ہستی سے گزر جانا

شمع جل کے بجھ جاتی ہی شمع کا بجھنا ہی اس کا مرنا ہی، مرنا کا لفظ شمع کے لئے نہیں یہ جاندار

کے لئے ہے اور اس شعر میں یہ بات قابل غور ہے کہ کس کا حد ہستی سے گزر جانا یہ کہہ نہیں

۲۰ بالآخر ہر وزن مفعول آتا ہے میاں فحول کے وزن پر آگیا اے ممدودہ جب باقی نہ رہا

تو آخر کس طرح ثابت رہے بلاخر ہو جانا ہے بالآخر نہیں رہتا۔ شفق

آزاد

اگر

افض

باقی

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

زباں سواں نکرا شمع ساں جل جل کے مر جانا
بالآخر رفتہ رفتہ حد ہستی سے گزر جانا

جسے سب زندگی کہتے ہیں وہ ہی تجھ پہ مر جانا
تپ آفت چڑھے تو ہی نتیجہ اس کا مر جانا
عدم کہتے ہیں جب کو یہ وہ ہستی سے گزر جانا
یہ کیا دریا جس کا سہل ہو چڑھ کر اتر جانا
آل زندگی ہے بزم ہستی سے گزر جانا

شمع ساں - ساں کا لفظ اب متروک ہی محشر

مثال شمع جھلنا آف نکرا اور مر جانا
تو ایدل اس طرح اس بزم ہستی سے گزر جانا
اہل کھنوسہ کو اصلی صورتیں رکھنا جائز سمجھتے ہیں مگر اساتذہ دہلی نے ایسا نہیں کیا
شمع شاں - یہ ترکیب اب پوری معادوم ہوتی ہیں - توج
زباں سے کچھ نہ کہنا وہ مرا گھٹ گھٹے مر جانا

بالآخر سر حد ہستی سے سر کے بل گزر جانا

جلیں، غریز، کوثر، وحشت

نہیں یہ ضبط آہ لے دلفکار آرزو اچھا
کر گیا درد اور رازخون ہوا زخمی نہیں جانا

جگر یہ تیر غم کھا کر نہیں یہ ضبط آہ اچھا

غوب مضمون پیدا کیا ہے - آطر

نہیں لے دلفکار عشق ضبط آہ یہ اچھا
تری لے جا رہے گرجو ج سے ابھی نہیں غفلت
یہ ضبط آہ کی کوشش ہی نہ کام نشت کیوں
نہیں لے دلفکار آرزو آہوں کا ضبط اچھا

دیکھے آپ ہی کے الفاظ ہیں قدیم و تاجری میں بندش کمتری بہت ہو گئی - بخود دہلوی

نہ ضبط آہ ہو لے دلفکار - ہو تو آتسا ہو
بنائے موت زخموں کو ہوا زخمی نہیں بھر جانا

شفق

شون

صنی

محشر

"

مضطر

فوج

"

"

یکتا

آرزو

اطر

"

افضل

بزم

بخود دہلوی

"

بخود دہلوی

نہیں یہ ضبط آہ لے دلفگار آرزو اچھا

کر گیا درد اور افزوں ہوا زخموں میں بھر جانا

دل سہل یہ ضبط آہ کی عادت نہیں اچھی

نہیں یہ ضبط آہ سر و ایدل خوں فشاں ہو کر

خلاف شیوہ بیدار لے نوک مرہ ہو گا

یہ ضبط آہ سے ہودرد افزوں دلفگاروں کا

آہ کی ہاسے ہوز صلی گر گئی تو صرف آہ گیا آہ کی ہا کو ظاہر ہونا چاہئے آئندہ سے

یاد رکھئے حرف موقوف دہ گرایا جانا ہے جو اہلی جزو کلمہ ہو۔ شفق

ہوا زخموں میں بھر جانا چاہئے اسلئے کہ اس سے پہلے کر گیا ایک فصل ہے افزوں کر گیا

بھی عمارت فصحا کے خلاف ہی۔ شفق

نظر بھر کر ذرا تو دیکھ لے ہم دلفگاروں کو

مضر ہے ضبط آہ لے دلفگار عشق زخموں کو

یہ ضبط آہ کر لے دلفگار آرزو اتنا

یہ ضبط آہ کیوں لے دلفگار آرزو کینک

ہوئے کوئے جاناں دل کا گھر آباد کر جانا

میں تعالٰیٰ قوائی کو بُرا جانا ہوں۔ توح

نہیں یہ ضبط آہ لے دلفگار آرزو بہت

تو سے حمد تغافل میں مرے زخموں کا بھر جانا

قیامت ہی ہوا کا اس طرح زخموں میں بھر جانا

آہ کی ہاسے ہوز صلی گر گئی تو صرف آہ گیا آہ کی ہا کو ظاہر ہونا چاہئے آئندہ سے

یاد رکھئے حرف موقوف دہ گرایا جانا ہے جو اہلی جزو کلمہ ہو۔ شفق

ہوا زخموں میں بھر جانا چاہئے اسلئے کہ اس سے پہلے کر گیا ایک فصل ہے افزوں کر گیا

بھی عمارت فصحا کے خلاف ہی۔ شفق

نظر بھر کر ذرا تو دیکھ لے ہم دلفگاروں کو

مضر ہے ضبط آہ لے دلفگار عشق زخموں کو

یہ ضبط آہ کر لے دلفگار آرزو اتنا

یہ ضبط آہ کیوں لے دلفگار آرزو کینک

ہوئے کوئے جاناں دل کا گھر آباد کر جانا

میں تعالٰیٰ قوائی کو بُرا جانا ہوں۔ توح

نہیں یہ ضبط آہ لے دلفگار آرزو بہت

کر گیا درد اور افزوں ہوا زخموں میں بھر جانا

ہوا ہی ٹپس کا باعث ہوا زخموں میں بھر جانا

ص بیابک، عزیز، عشر

باقی، ایلین، شہرت، کوثر

غضب ہے پر گئے یہ دیدہ تمیز پر پرے

لگائے جس نے سونشتر اسی کو بجیہ گر جانا

بگر

دل

دلیر

یاض

شفق

"

"

"

"

شوق

مغنی

غزیر

مفطر

فوج

"

دشت

بنا

آرزو

اہل

فضل

بزم

بیابک

بجود و ہانی

بگر

دل

دلیر

دباہ

شہرت

شفق

شوق

عشر

فوج

دھت

یہنا

غضب سے پڑ گئے یہ دیدہ تمیز پر پڑے

بنایا درد کو بھی لذت آزار نے درماں
یہ کیا ہے ایسے پڑے کیوں بیچتم بعیر پر
کہاں تھا بخود ہی میں امتیاز نیک و بد ہم کو
پڑے ہنس عشق میں یہ دیدہ تمیز پر پڑے
الہی پڑ گئے کیوں دیدہ تمیز پر پڑے
غضب ہی سادگی ان دلفکاران تنہا کی
دل مجروح نے لذت یہ پائی زخم کھائیں
غضب سے پڑ گئے یہ دیدہ ادراک پر پڑے
غضب ہی پڑ گئے یہ دیدہ احساس پر پڑے
جنومیں کیسے پڑے پڑ گئے تھے میری آنکھوں پر
غضب ہی پڑ گئے کیا دیدہ تمیز پر پڑے
اُسی کو چارہ گر سمجھا ہوں جس نے رُلا یا تھا
غضب ہی عقل کی آنکھوں پہ کیسے پڑ گئے پردے
محبت میں تمیز دوست و دشمن اٹھ گئی آخر
غضب الہی سمجھ ہی دلفکار عشق و الفت کی
غضب ہی پڑ گئے ہیں دیدہ تمیز پر پڑے
محبت میں پوری یہ محبت پڑے یہ عقل پر پڑے
ص عزیز، مضطر،

لگائے جس نے سونشتر اُسی کو بخنیہ گرجانا

لگائے جس نے کچھ نشتر اُسی کو بخنیہ گرجانا

لگائے جس نے سونشتر اُسی کو بخنیہ گرجانا

لگائے جس نے نشتر دل پہ اسکو بخنیہ گرجانا

لگائے نشتر جس نے اُسی کو بخنیہ گرجانا

بانی، بجود و ہوی، جلیل، مہنی، کوثر،

حیات و موت بیمار امید و بیم کی کیا ہے نہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہے آسان مرجانا

پہلا مصرع سوالیہ ہے اور دوسرا ایک دعوایہ ہے ثبوت کی دو دونوں

میں ربط نہیں۔ آرزو

آرزو

”

”

اگر

فصل

باقی

بزم

بخود بخود

بخود بخود

جگر

دل

دلیر

میاں

نہر

شفق

”

شوق

صفی

فوج

نہ جینا سہل ہے اب تو نہ ہے آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے اس کا نہ کچھ آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا

کہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے میرا نہ ہے آسان مرجانا

کہ جینا سہل ہے جس کا نہ ہے آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے میرا نہ ہے آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے اس کا نہ ہے آسان مرجانا

سہل و آسان دونوں ایک ہی بات ہے شفق

نہ جینا سہل ہو جس کا نہ ہو دشوار مرجانا

نہ جینا جس کا جینا ہے نہ مرجانا ہے مرجانا

نہ جینا سہل ہے جس کا نہ کچھ آسان مرجانا

نہ جینا سہل ہے جس کو نہ ہے آسان مرجانا

امید و بیم نے آخر کہیں کا بھی نہیں رکھا

حیات و موت بیمار سراق یار کی کیا ہے

کشا کشی وہ مرگ و زیت کی چھوٹے تو کیا چھوٹے

تراجا موت و زیت کی کس کشمکش میں ہے

مریض عشق ہوں اس پر امید و بیم کے صدمے

حیات و مرگ بیمار امید و بیم کیسے کیسے

خدا یا رحم کر تو اس مریض غم کی حالت پر

حیات و موت اپنی ہی امید و بیم کی حالت

حیات و موت بیمار امید و بیم کیسے کیسے

ص بیباک، عزیز، محشر، مضطر،

جلیل، کوثر، وحشت، یکتا۔

طویل اک داستان ہی جسکو تم نے مختصر جانا

طویل اک داستان ہی جسکو تم نے مختصر جانا
بڑا کیا کیا اچھا اُسے گر مختصر جانا

طویل اک داستان ہی جس کو تم نے مختصر جانا
بڑی یہ داستان ہی اسکو تم نے مختصر جانا

یہی دو حرف آہ سرد کے شرح غم دل ہیں

حقیقت میں دو حرف آہ اک شرح غم دل ہیں
یہی دو حرف آہ سرد کے شرح غم دل تھے

یہی دو حرف اپنی آہ کے شرح غم دل ہیں
یہ آہ سرد کے دو حرف بھی شرح غم دل ہیں

ہماری آہ کو غم کچھ جو سمجھے بھی تو کیا سمجھے
ہماری آہ کے دو حرف اک شرح غم دل ہیں

برنیشانی کا اک دفتر ہے صاحب الف گیسو
سرد کی قید لگانے سے دو حرف نہیں باقی رہتے شفق

یہی دو حرف میری آہ کے شرح غم دل ہیں
کہوں میں - تم جو میری عمر بھر کے واسطے بیٹھو

یہی دو حرف میری آہ کے شرح غم دل ہیں
فقط دو حرف آہ سرد کے شرح غم دل ہیں

یہی دو حرف تو آہ رسا کے شرح ہیں غم کی
ص اہلریابک، بگڑ، عزیز، مضطر۔

بخود دہوی، جلیل، اول، دلیر، صنی، کوثر، دشت،

حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

مال کا راہی، ہستی موہوم کا یہ ہے

حقیقت ہستی موہوم کی ہر کیفیت بے لذت
مال کا رہی کچھ اپنی ہستی کا تو اتنا ہے

شکایت انکی کیا یوں ہی لکھا تھا میری ہمتیں
حیات چند روزہ ہستی موہوم کا مال نہیں بلکہ انکی حقیقت ہر اس کا مال تو صرف فنا ہی۔ آتی

آرزو

فضل

بانی

بزم

بخود دہوی

ریاض

شہرت

شفق

شوق

محشر

فوج

کیا

آرزو

اللہ

فضل

باقی

نال کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا

حقیقت ہستی موہوم کی اپنے فقط یہ ہے

بانی

بخود دہوی

بخود دہوانی

دور روزہ زندگی اس کا بھی غفلت میں گزر جانا

نال کار اپنی ہستی موہوم کا کیا ہے
یہ کیسی نیند ہی نشہ ہی کیسا کچھ نہیں گھلتا

دور روزہ عمر کا اس طرح غفلت میں گزر جانا

یہ شعر نظری ہے نوحی غلطی ہے غور نہ مار کر یہ قادم کو کیجئے۔ شہرت

حیات بے بقا کا خواب غفلت میں گزر جانا

وہ بھی غفلت میں گزر جانا غلات محاورہ ہے۔ شوق

حیات عارضی اُس کا بھی غفلت میں گزر جانا

نال کار عالم میں نہ پوچھو میری ہستی کا

حیات چند روزہ کا تردد میں گزر جانا

ص۔ بزم، بیباک، بگوا دلیر، عزیز، مضطر،

جلیل، دل امفی، اکوثر، وحشت، یکتا۔

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوش محبت کا قیامت ہی نظر پر چڑھ کے پھر دل سے اتر جانا

وہ ذلت سخت ذلت ہی جو پہونچے بعد عزت کے

سبحان اللہ بندش مضبوط ہے۔ اطر

نظر پر چڑھ کے پھر دشوار ہی دل سے اتر جانا

بے تحکر کوئی اپنچل رخ سے سر کاٹے سر محفل

کس کا ولولہ گھٹ کے بڑھ گیا۔ کون کس کی نظر پر چڑھ کے پھر دل سے اتر گیا۔ باتنی

کہاں اب دونوں عالم میں ٹھکانا تیرے عاشق کا

اس شعر کا تہمہ معنوی تنقیض جذبہ شوق پر مبنی ہے اسلئے کاٹ دیا۔ بیباک

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا ولولہ جوش محبت کا

آرزو

اطر

افضل

بانی

ء

بیباک

بخود دہوانی

قیامت ہی نظر چڑھ کر پھر دل سے اتر جانا

قیامت ہی کسی کا بام پر چڑھ کر اتر جانا
ادھر دل میں جگہ کرنا ادھر دل سے اتر جانا

غضب سے چڑھ کے اُن نظر دیکھ پھر دل سے اتر جانا

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا دلولہ جوشِ محبت کا

ترے تیروں کا وہ آنا نگاہِ قمر بن بن کر
واہ وا، مر جا! مر جا! شہرت

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا دلولہ کا جوشِ الفت میں
تقابلِ توانی - توج

ستم ہی بڑھ کے گھٹنا دلولہ جوشِ محبت میں
ستم ہی بڑھ کے گھٹنا راہِ درسم عشقِ بازی کا
ص بزم، عزیز، مضطر،

بخود دہوی، جگر، جلیل، دلِ صافی، کوثر، محشر، وحشت،

نگاہِ لطف سے جینا نظر پھرتے ہی مر جانا

نگہ ملتے ہی جی اُٹھنا نظر پھرتے ہی مر جانا
نگہ ملتے ہی جی جانا۔ نظر پھرتے ہی مر جانا

ہیں دن رات میں سو بار جینا اور مر جانا

ہم سے دل کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی

دلِ شیدا کی ہستی نیستی اک موجِ طوفاں ہے
ہماری زندگی و موت بھی طرفہ تماشا ہے
ہماری زندگی بھی زندگی ہی کوئی اوطاں
ترے عاشق کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی
ہم سے دل کی ہستی نیستی بھی اک تماشا ہی
ہم سے دل کا ہست و نیست بھی نظامِ تماشا ہی
ہم سے چاہتے دے کی ہستی نیستی یہ ہے
ہم سے دل کی ہستی و فنا بھی اک تماشا ہے
یہ ہستی نیستی بھی طرفہ اک نیزنگِ الفت ہے

دلیر

ریاض

شہرت

شفق

شوق

نفع

کینا

آرزو

اہل

افضل

باقی

بزم

بخود دہوی

جگر

دل

دلیر

ہمارے دل کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی

بگاہ لطف سے جینا نظر پھرتے ہی مرجانا

یہ ہستی نیستی تیری نظر کا کھیل ہے ظالم
ترے عاشق کی ہستی نیستی کیا اک تماشا ہی
ہمارے دل کی ہستی نیستی ہی دید کے قابل

نظر پڑتے ہی جی جانا نظر پھرتے ہی مرجانا

نظر ملتے ہی جی اٹھنا نظر پھرتے ہی مرجانا

بتائے دیتے ہیں لو اپنی ہستی نیستی متکو
ص۔ بیباک۔ غریزہ۔ مضطر۔

بجود موبائی۔ جلیل۔ شفق۔ شوق۔ صافی۔ کوثر۔ دشت۔

زباں پر ذکر۔ دل میں یاد۔ اور سر میں ترا سوا

نظر کو جستجو تیری جہاں جانا جدھر جانا

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ آنکھوں میں ترا جلوہ
زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ سر میں ترا سودا
اور کا "واؤ" دینا غیر فصیح ہے۔ اظہر

پہونچنا اپنی منزل پر جہاں جانا جدھر جانا

طریقہ تیرے دیوانوں کا عالم سے نرالا ہی

ملا مت خلق کی لینا جہاں جانا جدھر جانا

زباں کو کام تیرے ذکر کی خلوتیں جلو تیں

نظر کو جستجو تیری جہاں ٹھنا جدھر جانا

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ آنکھوں میں ترا نقشہ

زباں پر نام تیرا دلیں تیری یاد رہتی ہی

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ سودا عشق کا سر میں

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ سر میں عشق کا سودا

اے اوڑھو نہ مٹھنے والے وہ کعبہ ہو کہ تجا نہ

زباں پر نام۔ دلیں یاد۔ اور سر میں ترا سودا

کسی کی یاد لیکر دلیں آنا جس طرف آنا

تجسس کی نظر رکھنا جہاں جانا جدھر جانا

کسی کی جستجو ہی میں جہاں جانا جدھر جانا

ریاض
شہرت
عشر
فوج
بینا

آرزو
اہل
فض
باقی
بجود دہلوی
بجود موبائی
جگر
دل
ریاض
شہرت
شفق

زباں پر ذکر۔ دل میں یاد۔ اور سر میں ترا سوتا نظر کو جستجو تیری کہاں جانا جدھر جانا

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ اور سر میں پی سوتا

زباں پر ذکر۔ دلیں یاد۔ سر میں پی ترا سودا

ص۔ بیباک۔ دلیر۔ عزیز۔ مضطر۔

بزم۔ جیل۔ شوق۔ صفی۔ کوثر۔ محشر۔ وحشت۔

لجج
یکتا

دم آخر نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے وہ آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

زباں ہی بند لیے وقت تو کچھ کام کر جانا

وہ اب آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

وہ آتے ہیں اب ایسے وقت میں کچھ کام کر جانا

وہ آتے ہیں عیادت کو ذرا دل میں اتر جانا

وہ آئے بھی۔ نہ آیا تجھ کو اپنا کام کر جانا

نہ دُکنا لے نگاہ یاس اپنا کام کر جانا

نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے دم آخر

نگاہ یاس تیرا ہی سہارا تھا دم خستہ

نقاب افگندہ آتے ہیں سر بالیں دم آخر

تعریف نہیں ہو سکتی شعر کے مرے لیتا ہوں۔ شہرت

وہ آتے ہیں اب ایسے وقت تو کچھ کام کر جانا

دوباب "نکل گیا جس کی چنڈاں ضرورت نہ تھی۔ شفق

وہ آتے ہیں اب ایسے وقت کچھ تو کام کر جانا

نگاہ یاس تیرا ہی سہارا ہے دم آخر

ص۔ اہل۔ بزم۔ بیباک۔ جگر۔ دلیر۔ شوق۔ عزیز۔ مضطر۔

جیل۔ دل۔ صفی۔ کوثر۔ محشر۔ لجج۔ وحشت۔

آرزو
اہل
بانی
بخود دہوی
بخود موافی
بایض
شہرت
شفق
یکتا

تری بیداریاں لے شوق تھیں تمہید غفلت کی وہ پر ع رات کا تھا جس کو آغاز سحر جانا

ستارہ شام کا وہ تھا جسے نجم سحر جانا

تری لے شوق بیداری محی یا تمہید غفلت کی

آرزو

ترنی بیداریاں لے شوق تھیں تمہید غفلت کی

بیداریاں بیغہ جمع نے کچھ کام نہیں دیا۔ آٹھ

بالآخر شوق بیداری تری تمہید غفلت تھی

بالآخر انجام کار کے معنی دے رہا ہے۔ آٹھ

نظر میں کیوں نہ بھرنی شوق پھر تصویر محشر کی

کسی کا سر جھکا کر تھا غضب وقت سحر جانا

اس شعر کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا میرے خیال میں مہل ہی۔ باقی

کہاں اٹھ کر جلا لے شوق یہ وحشت یہ بیتابی

ارے یہ رات ہی ناداں جسے تو نے سحر جانا

یہ بیداری تری لے شوق تھی تمہید غفلت کی

یہ محل تو تھا مگر جانہ کی کا مگر اس بحر نے لے قبول ہی نہ کیا۔ بیخود

وہ پردہ شام کا تھا جس کو آغاز سحر جانا

وہ ظالم صبح کا ذب تھی جسے تو نے سحر جانا

یہ محل تو تھا مگر جانہ کی کا مگر اس بحر نے لے قبول ہی نہ کیا۔ بیخود

جوانی کی گزاری رات پہنے شوق غفلت میں

سپیدی دیکھی بالوں کی تو آغاز سحر جانا

خوب فرمایا ہے۔ شہرت

”تھیں تمہید غفلت کی“ ہو جاتا ہے اور بیداری کے دور ہونے پر تمہید کے قریب تھیں کا رہنا

اچھا نہیں اس لئے نصرت کروا گیا۔ شفق

رہی لے شوق اک تمہید غفلت میری بیداری

وہ تھا پھل پھر شب کا جسے میں نے سحر جانا

یہاں جمع کی ضرورت ہی یعنی تمہیدیں اسلئے بیداریاں صیغہ جمع لایا گیا۔ شوق

تری بیداریاں غفلت کی تمہیدیں تھیں لے ساحل

تری بیداریاں بھی شوق اک تمہید غفلت تھیں

ص۔ بگڑ۔ عزیز مضطر۔

بزم۔ دل۔ دلیر صفی۔ کوثر۔ محشر۔ فوج۔ وحشت۔

غزل

غضب ہوا دلِ صبر آرنے لوٹ لیا فریب دیکے مجھے رہتے لوٹ لیا
 کبھی جو تھی وہ کہاں اب متاعِ استغنا سرے دہر کی حرص ہونے لوٹ لیا
 نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمنِ جنسِ وفا نے لوٹ لیا
 اگر بھیسج ہی تو غارتگری کی حد نہ رہی کہ دل کو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا
 حریمِ دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزیں وہاں بھی آپ کی کافرا نے لوٹ لیا
 نہ زربفت ہیں نہ بوہر نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا
 مسافرِ ہستی کو جائے حسرت ہے اجل کے بھیس میں ہم درجائے لوٹ لیا
 وہ کچھ ہوا کہ گئی جانِ عشق میں آہنہ تغافل بت دیر آشنا نے لوٹ لیا

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے

ستم ہوا ستم ناروائے لوٹ لیا

غضب ہوا دل صبر آزما نے لوٹ لیا فریب دیکے مجھے رہنا نے لوٹ لیا

دعویٰ ثبوت کا محتاج ہے۔ ۱۲۔ آرزو

متاع ہوش کو صبر آزما نے لوٹ لیا بتا کے راہ مجھے رہنا نے لوٹ لیا

متاع ہوش دل بتلانے لوٹ لیا یہ قافلہ خضر رہنا نے لوٹ لیا

نکب و صبر سب ان کی ادائے لوٹ لیا رہ و فایں مجھے رہنا نے لوٹ لیا

یہ کیا کیا دل صبر آزما نے لوٹ لیا غریب پاکے مجھے رہنا نے لوٹ لیا

صبر آزما سے اس مقام پر کیا مطلب۔ باقی

لے ہم۔ آہ دل بتلانے لوٹ لیا دکھا کے اس کی گئی رہنا نے لوٹ لیا

اسے غضب دل کا فردائے لوٹ لیا جو دہائی

دفا نام تری طہر ز جفا نے لوٹ لیا ریاض

دہائی عشق کی اس رہنا نے لوٹ لیا شاد

صبر آزما دل کی صفت نہیں ہو سکتی۔ صبر کی آزمائش کرنا قافلہ باجفا کا کام ہے۔ شہرت

متاع صبر کو عشق ادا نے لوٹ لیا شہرت

رہنا اور صبر آزمائیں ایطا ہے۔ شفق

فریب دیکے مجھے بیوفانے لوٹ لیا شفق

یہ مصرع مطلب سے خاموش ہی کیا لوٹ لیا۔ اگر مصرعہ ثانی کا خیال ہو کہ مجھے لوٹ لیا تو سوا

اس کے کہ مجھے لوٹاؤٹے کی کوئی شے نہیں ظاہر ہے۔ کیا فریب؟ اس کا ذکر نہیں ہے۔ تو

فریب دینے کا ادعا صحیح نہیں شوق

قرار سب دل درد آشنائے لوٹ لیا شوق

سکون سب دل درد آشنائے لوٹ لیا صنی

غضب ہوا دل درد آشنائے لوٹ لیا صنی

غضب ہوا دل زود آفتائے لوٹ لیا کافی

غضب ہوا دل صبر آزمانے لوٹ لیا فریب دیکے مجھے رہنمائے لوٹ لیا

دل کی صبر آزمانی کا اور دوسرے مصرع میں اُس کی رہنمائی اور فریب کاری کا کوئی ثبوت

نہ تھا مگر لطف بہ واسطہ توقع بہت رہ نمائی گرا تا ہی اور بہت فریب دیتا ہی۔ تو سن

کسی کے لطف توقع فرانے لوٹ لیا

تمام اساتذہ کے دیوان میں اس کی مثال ہی لیکن حرف روی کے بعد وہی ایک حرف مجھے

بُرا معلوم ہوتا ہی۔ صبر آزما اور رہ نما کچھ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ قبح

طریق عشق میں ایک آشنائے لوٹ لیا

”فریب بخینے“ کا کوئی ثبوت شعر میں نہ تھا اس لئے ”غضب ہوا“ بیکار تھا۔ نیاز

فریب سے دل صبر آزمانے لوٹ لیا دکھا کے راہ مجھے رہنمائے لوٹ لیا

دل صبر آزما کے لئے لوٹنا کسی قدر بدیع ہی۔ وحشت

غضب ہوا نگہ آشنائے لوٹ لیا

جب دل صبر آزما ہی تو فریب دیتا یعنی چہ۔ فاقہم۔ کیا

مجھی کو ہائے مرے رہنمائے لوٹ لیا

ص۔ بیباک۔ بخود دہلوی۔ کوثر۔ مضطر۔

احسن جیل۔ دل۔ سائل۔ محشر۔

کبھی جو تھی وہ کہاں اب متاع استغنا سرے دہر کی حرص دہوائے لوٹ لیا

سرانے کی جگہ نہیں۔ آرزو

جو کچھ تھا پاس وہ حرص دہوائے لوٹ لیا

نہ جنس صبر نہ اب ہے متاع استغنا

سرے دہر کی چلتی ہوائے لوٹ لیا

کیا تبہ ہمیں آرزو دے دنیا کی

متاع ہوش کو حرص دہوائے لوٹ لیا

وہ رنگ روپ کہاں رہے بے نیازی پر

دیار شوق کی آب دہوائے لوٹ لیا

موس

”

”

قبح

”

”

نیاز

”

وحشت

”

کیا

آرزو

”

آزاد

۱ فضل

بخود دہوائے

ابھی جو تھی وہ کہاں اب متاع استغنا
سرے دہر کی حرص و ہوائے لوٹ لیا

دل

ریاض

شاد

شفیق

شوق

"

عشر

مومن

"

"

"

فوج

نیاز

"

"

دشت

"

یکتا

کہاں وہ جوش و کل وہ رنگ استغنا

گراں بہا تھی ہماری متاع استغنا

سرے دہر میں تھی پاس میں استغنا

کہاں ہر دل میں وہ باقی متاع استغنا

متاع مونت لوٹ لیا فضل ذکر ردیف صحیح نہ تھی۔ شوق قدوائی

گیا دماغ سے سامان جوش استغنا

مدم میں جو تھی۔ کہاں وہ متاع استغنا

اُپ کے شعر میں بحیثیت کہانی دنیا کی حرص و ہوا کے لوٹنے سے متاع استغنا کا قلع ہونا

محض دعویٰ پر بے ثبوت مگر گدا کے عشق کے لئے استغنا مسلم ہے۔ اور مردان خدا کا کوئی

رہزق ہی تو یہی حرص و ہوا المذاہدین چست اور معنی شعر واضح ہو گیا۔ مومن

جو پہلے تھی وہ کہاں اب متاع استغنا : گدا کے عشق کو حرص و ہوائے لوٹ لیا

وہ میرے دل میں کہاں اب متاع استغنا

مصرعہ اول کا اول حصہ ذرا اُلجھا ہوا تھا اسلئے درست کیا گیا۔ مصرعہ ثانی میں لوٹ لیا کا معقول

غائب تھا۔ اس لئے اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ نیاز

تھا اپنے پاس ہی کیا حبز متاع استغنا اُسے بھی دہر کی حرص و ہوائے لوٹ لیا

بغیر اُس کو کے ردیف "لوٹ لی" ہوگی۔ دشت

کہ اُس کو دہر کی حرص و ہوائے لوٹ لیا

کہاں سے لائے کوئی اب متاع استغنا

ص۔ اہل۔ بیاک۔ شہرت۔ کوثر۔ مضطر۔

باقی۔ بیخود دہوی۔ جیل۔ سائل۔ معنی۔ فانی۔ احسن۔

نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمن جنس وفائے لوٹ لیا

غریب دل کو فریب وفائے لوٹ لیا

عجیب طرح لٹائیں کہ جائے عبرت ہے

نہ پوچھو کوئے محبت کی سرگزشت ہم سے

رہی نہ دل میں تنامرے کوئی باقی

جنس کا لفظ یہاں حشو تھا۔ باقی

شب وصال کسی یو وفائے لوٹ لیا

کہ ایک دشمن مہر وفائے لوٹ لیا

نہ پوچھو دشت محبت کی واردات کا حال

نہ پوچھ راہِ تمت کی واردات نہ پوچھ

تمام دل کی امیدوں کا حاصل یہ ہے

بچا کے سب سے مجھے رہنا لے لوٹ لیا

جو تھادہ دشمن جنس وفائے لوٹ لیا

کسی عدوئے متاع وفائے لوٹ لیا

نہ پوچھو کوئے محبت میں دل کی ویرانی

واردات ہو گئی تو پھر حال کیا۔ شفق

نہ پوچھ دل کو کہاں اب ہی میرے پہلو میں

محبت کی واردات مونث۔ محبت خود مونث اور لوٹ لیا فعل مذکر دین صحیح نہ تھی۔ شوق

نہ پوچھے مرے سراپہ امید کا حال

نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال

کہ اک عدوئے متاع وفائے لوٹ لیا

مری نبی ہی کا احوال محقق یہ ہے

لفظ جنس اور دشمن دونوں بیکار تھے اب دیکھئے رہزن نے رویت "لوٹ لیا" کو کیا

ثابت کر دیا۔ مومن

کہ ایک رہزن راہ وفائے لوٹ لیا

نہ پوچھو کوئے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمن جنس وفائے لوٹ لیا

نیاز " کہ آشفنا کو وہاں آشفنا لے لوٹ لیا
" اس میں بھی لوٹ لیا کا مفعول ظاہر نہیں تھا۔ علاوہ اسکے واردات میں کسی نئی بات کا اظہار
" نہ تھا کہ اُس پر حیرت ہو سکے۔ آشنا کا آشنا کو لوٹ لینا بیشک تعجب خیز ہو سکتا ہی یا ہے
" کہ دل کو ایک عدد دے وفائے لوٹ لیا

دشمت " دفا شعار دل اپنا رہا نہ اپنے پاس
" نہ پوچھو مجھ سے محبت کی واردات کا حال کہ ایک دشمن مسرور وفائے لوٹ لیا
" لوٹنا یا لوٹ لینا باعتبار اصل لغت غارتگری کرنا۔ تاراج کرنا ہی مگر تباہ کرنا۔ برباد کرنا۔ اجاڑنا
" ویران کرنا۔ اپنے اوپر برقریفہ کرنا۔ اڑنا۔ چل کرنا کے معنی میں بھی دست فرسودہ فصحا ہے
" یہاں غالباً لوٹ لیا برباد کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہی۔ گو لفظ جنس۔ غارتگری کے
" لحاظ سے مناسب مقام ہی لیکن چونکہ مقصود محبت کی واردات کا بیان کرنا ہی۔ اسلئے مہرود
" دفا کچھ اچھا معلوم ہوتا ہی۔ گھلا یعنی علیٰ من کہ قطع میلیم و فکرو مستقیم کیا
" ص۔ شہرت۔ کوثر۔

احسن۔ بخود دہلوی۔ جلیل۔ ریاض صفی۔ نوح۔

اگر یہ سچ ہے تو غارتگری کی حد نہ رہی کہ دل کو خضر رہ مدعا لے لوٹ لیا

آرزو " اگر یہ سچ ہے تو دنیا سے امت بار گیا
" بھروسا کون کسی پر کرے زمانے میں
" اس شعر کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا۔ خضر رہ مدعا کیا چیز ہے جس نے دل کو لوٹ لیا پھر
" دل کے کٹنے میں شبہ ہی صبا کہ "اگر یہ سچ ہی" سے ظاہر ہوتا ہی۔ مباحثہ ایک شعر موزوں
" ہو گیا آستے میں نے کھدیا۔ اگر کوئی سچ نہ ہو تو اس خط کشیدہ شعر کا معاوضہ سمجھے۔ باقی
" متاع ہوش و خرد ساتھ لیگیا طالم مجھے بھی لٹ کے دل مبتلا لے لوٹ لیا

اگر یہ سچ ہے تو غارتگری کی حد نہ ہی کہ دل کو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

کہ دل سے خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

نہ مدعا مرے دل میں نہ دل ہے پہلو میں مجھے تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

آپ کے شعر میں خضرِ رہِ مدعا کون تھا۔ کوئی نہیں۔ شعر کا لطف یہ ہے کہ الفاظ سے معنی پیدا

ہوں ادعا ئے غیر مفہوم ٹپک نہیں۔ شوق

مٹائیں لاکھ مٹنائیں دل کی طلم لے اسے تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

نہ راہزن کی شکایت نہ مدعی کا گلہ ہمیں تو خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

خوب مصرعہ لگایا ہے۔ محشر۔

محض دعویٰ تا اب یہ دیکھئے کہ خضرِ رہِ مدعا امید ہوتی ہے یا نہیں یہ اصطلاح بھی دیسے ہی

آؤ جی مطلع میں ہے۔ تو سن

جواب دیدیا اُمید نے ہزار افسوس غضب ہی خضرِ رہِ مدعا نے لوٹ لیا

خضرِ رہِ مدعا سے مقصود کیا ہے؟ یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ نیاز

کہ مدعا کو مرے خود دعا نے لوٹ لیا

احسن۔ آزاد۔ فضل۔ بیباک۔ بخود دہلوی۔ جلیل۔ دل۔ سائل۔ شاد۔ شہرت

شفیق۔ صفی۔ کوثر۔ محشر۔ مضطر۔ فح۔ وحشت۔ بکتا

حریم دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزین وہاں بھی آپ کی کا فراد ا نے لوٹ لیا

حریم دل میں ہوئی تھی حیا پناہ گزین

حریم کعبہ دل میں دفنانے لی تھی پناہ

عبث ہی طور پہ تم کو تلاش مایہ مضبوط

کہاں ہے تری اب یاد خانماں برباد

کلیم جلوہ برق ادا نے لوٹ لیا

حریم دل کو تو بڑی ادا نے لوٹ لیا

کہتے ہیں کہ مجھ میں وفا ہے تم میں وفا ہے یہ نہیں کہنے کے میرے دل میں وفا ہے پھر وفا کو لیتے

بخود موبانی

رایس

شوق

”

”

فانی

محشر

مومن

”

”

نیاز

”

آرزو

اہل

فضل

باقی

”

حریم دل میں ہوئی تھی وفا پناہ گزین وہاں بھی آپ کی کافرا دے لوٹ لیا

دعا کیا مطلب، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بے وفا ہو گیا۔ باقی معصوم تو ہیں ہوتے۔

باقی

بچو دھواں

ریاض

مشر

مومن

”

”

”

”

نوح

شیاز

”

دشت

”

یکتا

”

پناہ لی حرم دل میں بے نیازی نے

در بے جان سے ایمان سے نہ دل سے آئے

کہ جو ملا تری کافر ادا لے لوٹ لیا

وفا کا چھپ کر ٹھینا وفا کے لئے عیب ہی اور جب وفا کو لوٹ لیا تو اب وفا نہ رہی یا نفع

ہو گئی ہاں! آپ کی کافرا کی غارت گری کا یہ اثر ہے کہ اب دل میں عافیت و اطمینان کا

پتہ تک نہیں۔ تمہیں

حریم دل میں تھی جو عافیت پناہ گزین اُسے بھی آپ کی کافر ادا لے لوٹ لیا

حریم دل میں وفائے پناہ لی تھی مگر یہاں بھی آپ کی کافر ادا لے لوٹ لیا

وفا ٹٹ جانے کے بعد عاشق بے وفارہ جاتا ہے جو محبوب ہی اسلئے آرزو مناسب ہی نیاز

حریم دل میں ہوئی آرزو پناہ گزین

وفا کا لوٹنا کسی قدر غیر مانوس معلوم ہوتا ہے۔ دشت

مجال بھی کہ نکل جاتا بچ کے دل میرا؟ حیا نے چھوڑا تو اگر ادا لے لوٹ لیا

وہاں بھی تو اُسے کافرا دے لوٹ لیا

اب کافرا کی ترکیب کا لطف کچھ اور ہی ہو گیا اور تو نے تو مصرع میں جان ڈال دی تھی

ص۔ آزاد۔ بیباک۔ سائل۔ شہرت۔ شوق۔ کوثر۔ مضطر۔

احسن۔ بچو دھواں۔ جلیل۔ دل۔ شاد۔ شفق۔ صفی۔ فانی۔

نہ زربفت ہیں نہ بوہی نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

آرزو

آزاد

اُننگ دل کی تھی غارت گر جمال شباب

کھلے خزانے مگلوں کو صبا نے لوٹ لیا

نہ زربکف ہیں نہ بوہی نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

جمن میں ٹھونڈا نہ اب رنگ ڈوکو بیل زار

گلوں کے پاس جو کچھ تھا صبا نے لوٹ لیا

نہ زربکف ہیں نہ بودر قبا نہ رنگ برخ۔ زر کے ساتھ الفاظ کی یہ صورت ہونی چاہئے مگر

دوسرا مصرع تھا بہت صاف اسلئے یہ انداز نظر انداز کیا گیا۔ بخود موبائی

کماں کا زر۔ نہ ہے بوہی نہ رنگ باقی ہے گلوں کے پاس جو کچھ تھا ہوا نے لوٹ لیا

گلوں کو ہائے خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا

اُداس کیوں نہ ہوں نہ بوہی نہ رنگ باقی ہے

انہیں جمن کی مخالف ہوا نے لوٹ لیا

گلوں کے پاس جو کچھ تھا صبا نے لوٹ لیا

گلوں کو آکے خزاں کی ہوا نے لوٹ لیا

نہ رنگ و بو نہ غریبوں کے ہاتھ میں زر ہے

شعر خوب ہی ”خزاں“ چاہئے۔ صبا گل کھلاتی ہے۔ نہرت

”جو کچھ خزاں نے لوٹ لیا“ ہوا جاتا ہے اس لئے اس طرح بدل دیا گیا شفق

نہ رنگ ہے نہ وہ بوہی نہ اڑا کے لے ہی گئی گلوں کو صحن جمن میں صبا نے لوٹ لیا

صبا کہتے ہیں پروا ہوا کو وہ تو پھولوں کو کھلاتی ہے لوٹ نہیں سکتی۔ یوں ہی نسیم بھی جو

پچھوا ہوا کو کہتے ہیں وہ بھی پھولوں کو کھلاتی ہے۔ شوق

گلوں کا مال حسن زان کی ہوا نے لوٹ لیا

متاع گل کو حسنہ ان کی ہوا نے لوٹ لیا

نہ زربکف ہے نہ اب جس رنگ و بو باقی

نہ وہ شفق کی ’رُخ‘ نہ رنگ کی شوخی

نہ تازگی ہے نہ بوہی نہ رنگ باقی ہے

اس شعر میں کوئی جدید بات ظاہر نہیں کی گئی اور رنگ تغزل کے کسی قسم میں نہیں آتا۔ البتہ

مثنوی کا ایک شعر مہکتا ہے اگر بھر بدل دیا جائے۔ اسلئے درست کیا گیا۔ نیاز

افضل

باقی

بخود موبائی

”

”

جیل

دل

رہیں

سائل

شاد

نہرت

شفق

”

شوق

”

”

فانی

محشر

روح

نیاز

”

نہ زربکف ہیں نہ بوسہ نہ رنگ باقی ہی گلوں کے پاس تھا جو کچھ صبا نے لوٹ لیا

نہ فریب جس تحافظ رنگ و بو، سو کھل کے رہا گلوں کے پاس تھا کیا، جو صبا نے لوٹ لیا
ص - اطر - بیابک - شہرت - کوثر - مضطر -
 احسن - بخود دہلوی - معنی - مومن - وحشت - یکتا -

مسافر وہ ہستی کو جائے حسرت ہی اجل کے بھیس میں بیم در جانے لوٹ لیا

بیم و رجا دو معنا چسپن ہیں اگر ایک کا استعارہ اجل سے کیا جائے تو دوسرے کا
 زندگی سے لہذا دونوں کا عمل نہیں ہو سکتا۔ آرزو

مسافر وہ ہستی کو راہزن بن کر فریب منزل حسرت فضائے لوٹ لیا

مسافر وہ ہستی کو کیا تماشہ ہی

مریض ہجر کی سنتے ہیں جنس ہستی کو

مسافر وہ ہستی پہ ردنی جس کو

مسافر وہ ہستی پہ جائے حسرت ہی

نہ پوچھ منزل آخر میں دل پہ کیا گزری

مناع دل کو سرزم جائے حیرت ہے

لٹا شباب ہمارا ہزار ہاتھوں سے

مسافر وہ ہستی پہ کیسی چال ہوئی

مسافر وہ ہستی کو حیف لے حسرت

بیم درجا کوٹ لینا کچھ مناسب حال نہ تھا اب ملاحظہ فرمائیے شوق

رہی نہ جسم میں اک جان زار رنگ باقی

یہ شعر کوئی معنی نہیں دیتا بے معنی ہی شوق

کھلی جوزف تو ہوش و حواس کچھ نہ ہے

اندھیری رات میں جھکو بلانے لوٹ لیا

آرزو

ۛ

ۛ

آرزو

افضل

باقی

بیابک

بخود دہلوی

دل

ریاض

سائل

شاد

شوق

ۛ

شوق

ۛ

مسافرِ رہِ ہستی کو جائے حسرت ہی اہل کے بھیس میں بیم درجائے لوٹ لیا

جائے حسرت بے معنی دے محل ہے اس شعر کا مفہوم صاف نہیں دوسرے مصرع میں بیم

رجا کا اہل کے بھیس میں لوٹ لینا صحیح نہیں اہل کی شکل سراپا بیم ہی رجا کہاں ہی۔ کوثر

مسافرِ انِ عدم کو سرائے فانی میں فنا سے پہلے ہی بیم درجائے لوٹ لیا

مسافرِ رہِ ہستی پر حسرت آتی ہی

مسافرِ رہِ ہستی کا حال کیا کہے

معلوم ہوتا ہی آپ نے خود اہل کو بیم درجائے تعبیر کیا ہے پھر جائے حسرت ہونا کیوں؟

علاوہ اس کے شعر کی ترکیب خوبصورت نہ تھی غالباً اصلاح آپ پسند فرمائینگے۔ نیاز

مسافرِ رہِ الفت کی عافیت معلوم بجا جو بیم سے کوئی رجا لے لوٹ لیا

مسافرِ رہِ ہستی محلِ عبرت ہے کہ اس غریب کو بیم درجائے لوٹ لیا

ص اطر - شرت - مضطر

احسن - بخود دہلوی - جلیل - صفی - فانی - محشر - وحشت

وہ کچھ ہوا کہ گئی جانِ عشق میں آخر تغافل بتِ دیر آشنائے لوٹ لیا

بس اب مریضِ غم انتظار میں کیا ہے

نہ آیا جسم گئی جانِ عشق میں آخر

خدا کو ہم دل و سراں دکھا کے کہہ دیں گے

وہی ہوا کہ گئی حبانِ حشر میں آخر

نظر بھی مل نہ سکی عسکر گئی اپنی

زباں بند ہوئی ہے کسی کی یہ کسک

نہ آبِ ضبط نہ اب طاقتِ شکیبائی

یہی ہوا کہ گئی حبانِ عشق میں آخر

ترے تغافل صبرِ آزمائے لوٹ لیا

کوثر

۔

مومن

فوج

۔

نیاز

۔

۔

یکتا

آرزو

آزاد

افضل

باتی

بخود دہلوی

بخود مولانی

ریاض

مسائل

تغافل بہت دیر آشنائے لوٹ لیا

وہ کچھ ہوا کہ گئی جان عشق میں خسر

نہیں ہم آپ میں باقی گزر گئے مہ و سال
امید لطف میں عشاق لٹ گئے آہنسر
ہجوم شوق کا سرمایہ بقنا تھا دل میں
یہی ہوا کہ گئی جان عشق میں آہنسر

آپ کے مصرع میں بظاہر ابہام ہے اور ردیف کا ثبوت بھی کم ہے۔ تو من

وہ دلو لے نہ رہے جان بھی چلی آہنسر
وہ کچھ ہوا کہ گئی جان اہل الفت کی
مری تو جان محبت نے لی یہ کیسے کہوں

ص۔ اطر۔ بیباک۔ محشر۔ مضطر۔

احسن۔ جیل۔ دل۔ شہرت۔ صفی۔ فانی۔ وحشت۔ یکنا۔

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے ستم ہوا ستم ناروائے لوٹ لیا

نگاہِ معشوق ستم ناروا نہیں ہو سکتی۔ آرزو

غریب شوق کو مارا تری تغافل نے
غریب شوق کو بالا پڑا تغافل سے

کسی کو شوق کیا ظلم و جور نے مارا ج
کسی کو ہاں ستم ناروائے لوٹ لیا

معشوق کی نگاہ کو ستم ناروا کیسے کہہ سکتے ہیں یہ تو کرم ہے۔ ع۔ اداسے دیکھ لو جانا
رہے گلہ دل کا دلق یہ اور بات ہو کہ ہم اُس نگاہ کی ماب نہ لاسکیں۔ ہاں نگاہِ قمر

البتہ ستم ہے۔ باقی

غریب شوق کو مارا تری تغافل نے
غریب شوق کا دل ہو وہ لے وفادار من

جسے ترے ستم ناروائے لوٹ لیا

شاد
شفیق
شوق
کوثر
مومن
نوح
نیاز

آرزو
آفاق
فضل
باقی
بیباک

غریب شوق کو مارا تری نگاہوں نے ستم ہوا ستم ناروانے لوٹ لیا

غریب شوق کا چھینا ہوا دل نگاہوں نے

غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے

غریب شوق کی بھی جاں نذر عشق ہوئی

غریب شوق کو مارا ترے تغافل نے

بھلا ہو شوق نگاہ بت ستمگر کا

لوٹ لیے گا کوئی اشارہ نہیں ہر دیت صحیح نہیں رہی مصرعہ ادلی میں مارا لگا گیا ہر تو اس کا

مفہوم معنوی وہیں ختم ہو گیا لوٹنے کا اطلاق کیونکر ہوا۔ شوق

جگر نہ شوق کے پہلو میں ہے نہ دل باقی

متاع مبرور و فانی بھی رہی نہ شوق کے پاس

غریب شوق کو تیسری نگاہ نے مارا

تری نگاہ نے بیچارے شوق کو مارا

اسے بھی تو ستم ناروانے لوٹ لیا

ترے کرشمہ و ناز وادائے لوٹ لیا

غریب کو ترے ناز وادائے لوٹ لیا

ترے کرشمہ کے تقابل کے لئے (تیری نگاہ) کی ترکیب جست ہی بیچارے اور غریب کا

تقابل بھی پر لطف ہی اگر پسند آئے تو دوسری طرح رکھئے۔ تمہیں

غریب شوق کو مارا اسی نے اُلفت میں

ستم ناروانے اگر لوٹ لیا تو ستم کیا ہوا ہمیشہ بھی ہوا کرتا ہے۔ نیاز

دوا ہوا ستم ناروانے لوٹ لیا

غریب شوق کو مارا ہے کم نگاہی نے

کم نگاہی۔ بے التفاتی۔ بے پروائی کے معنی میں آیا ہے۔ غفر دہلوی ۵

تام عمر کے مشکوہ کم نگاہی کا

ص۔ اطر۔ سائل۔ مضطر۔

احسن جلیل۔ دل۔ شاد۔ مینی۔ فانی۔ محشر۔ وحشت۔

بجز دہلوی

بجز دہلوی

رباعی

شہرت

شفق

شوق

”

”

کوثر

مومن

”

”

”

نوح

نیاز

”

یکتا

”

”

عطیہ حضرت باقی

متاعِ ہوش و خرد ساتھ لے گیا طالم مجھے بھی لٹ کے دل مبتلانے لوٹ لیا

عطیہ حضرت ریاض

متاعِ ہوش کو زلفِ دو تانے لوٹ لیا متاعِ صبر کو اُس شوخ ادا نے لوٹ لیا
جو سر اٹھا کے چلا کوئے زلف میں ایدل کند ڈال کے زلفِ دو تانے لوٹ لیا
لٹا شباب ہمارا ہنسا رہا تھوں سے ہیں تو شوخی رنگِ خانے لوٹ لیا

عطیہ حضرت شفق

رہی نہ جسم میں اک جان زار تک باقی ماسنرانِ عدم کو قضا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت شوقِ قدوائی

کھلی جو زلف تو ہوش و حواس کچھ نہ ہے اندھیری رات میں مجھ کو بلانے لوٹ لیا

عطیہ حضرت محشر

ہمارے گلشنِ ہستی کو پامال کیا ادائے آد پیکِ قضا نے لوٹ لیا

عطیہ حضرت وحشت

مجالِ مٹی کہ بکل جا بچ کے دل میرا؟ حیا نے چھوڑا تو اگر ادا نے لوٹ لیا

غزل

خندہ زن مجھ پہ مری خوبی تقدیر نہو منتشر پھر کیس شیرازہ تدبیر نہو
 کیوں ابجھتے ہو سنورنے کی نہیں زلف دراز کیس یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہو
 عشق کی ہی یہ کرامت مجھے ساکت پا کر اُن کو دہو کا ہی کہ یہ بھی مری تصویر نہو
 سادگی میں یہ کہاں لطف خلش دکھو نصیب خط بھی وہ خط ہے اگر شوخی تحریر نہو
 کوچہ یار کا پابند بھلا جائے کہاں قید سمجھو مجھے گواہوں میں زنجیر نہو
 اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اٹھنا کچھ جسے رنج گرا نباری زنجیر نہو
 دل سے ہوتی ہی تو خالی بھی کہیں جاتی ہی تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو
 نگہ یاس کی تاثیر نہیں مٹنے کی دل سے باہر جو کچھ آئے یہ تر تاثیر نہو

شوق چاہے گا کہ تیرا دل نازک دکھ جائے

نالہ کش ہو بھی تو کیا۔ طالب تاثیر نہو

خندہ زن مجھ پہ مری خوبی تقدیر نہو منتشر چہ کہیں شیرازہ تدبیر نہو

کسی پر ہننا دشمن کا فعل ہوتا ہے۔ اگر خوبی طنزاً ہے یعنی تقدیر کی بدی مجھ پر نہ ہے تو دوسرا مصرع موجودہ حالت کو برا نہیں بتاتا۔ ورنہ شیرازہ تدبیر کے منتشر ہونے کا اندیشہ ظاہر کرنا کیا معنی۔ موجودہ حالت میں مطلع بے معنی ہے۔ ۱۲ آرزو

آرزو

خندہ زن جوش میں لے خوبی تقدیر نہو

بخوددہوی

خندہ زن مجھ پہ الہی مری تقدیر نہو

بخوددہوی

خندہ زن اور بھی مجھ پر مری تقدیر نہو

ریاض

منتشر چہ کہیں شیرازہ تدبیر نہو

شاد

کارگر پھر بھی وہی نسخہ تقدیر نہو

ص۔ اطر۔ بزم۔ سائل۔ شہر۔ شفق۔ ناطق۔ وحشت۔

حسن ماہروی جلیل۔ دل۔ شوق۔ صفی۔ عزیز۔ فیح۔

کیوں اُلجھتے ہو سنورے کی نہیں زلف راز کہیں یہ بھی مری جگر ٹی ہوئی تقدیر نہو

آرزو

پہلا مصرع یقین ظاہر کرتا ہے اور دوسرا احتمال بتاتا ہے۔ آرزو

حسن

کیوں اُلجھتے ہو سنورے کی نہیں زلف دراز

اطر

کیوں اُلجھتے ہو سنورے کی نہیں زلف دراز

بخوددہوی

زلف بیجاں تو سنوارے سے سنورتی ہی نہیں

دور شانے سے خم زلف گرہ گیر نہو !

جلیل

کیوں اُلجھتے ہو سنورے کی نہیں زلف دراز

شاد

جگر ٹی ہوئی اپنی تقدیر سے زلف عشق کو تشبیہ دینا شعرا پسند کریں مگر یہ کردہ سمجھا ہوا

شانہ کا تو عین مقصود ہے کہ زلف میں بہر کیا کرے۔ شاد

اس میں مثال کہیں گنگنی کی ہی تقدیر نہو

کیوں اُلجھتے ہو سنورنے کی نہیں زلفِ دراز
کیس یہ بھی مری بگڑی ہوئی تفتدیر نہو

کیس یہ بھی مری اُلجی ہوئی تفتدیر نہو

کیوں اُلجھتی ہے سنور کر تری زلف پر خم
نہیں بنی جو بنائے سے مٹاری کا نکل
وہ اُلجھتے ہیں سنور قی ہی نہیں زلفِ دراز
ہی شکن در شکن آج آپ کی زلفِ برہم
ص - بزم - غزیز -

بخود دہلوی - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

عشق کی ہی یہ کرامت مجھے ساکت پا کر
اُن کو دھوکا ہے کہ یہ بھی مری تصویر نہو

دیکھنا جذبِ محبت مجھے ساکت پا کر
شعر میں عیب نہ تھا مگر شاید کچھ بہتر ہو گیا ہو - آرزو
اپنے پر تو کے اثر سے مجھے ساکت پا کر
حسن پر تو کے اثر سے مجھے ساکت پا کر
اثرِ عشق تو دیکھو مری حیرانی پر

اُن کو دھوکا ہے کہ یہ بھی کوئی تصویر نہو
اُن کو دھوکا ہے کیس یہ مری تصویر نہو

دیکھنا عشق کا اعجاز لگی چب جو مجھے
واہ رے کیفِ تصور مجھے ساکت پا کر
مجھ میں ہی ضیعت نے کی انکی نزاکت پیدا
کمد و مجنوں سے کہ لیسے کے موقع کو ہٹا
مرجا، جزاک اللہ -

اتحاد اتنا بڑھا ہے کہ مجھے چپ پا کر

شہرت
شفق
شوق
فوج
دشت

حسن

آرزو

”

”

الطہر

بزم

بخود دہلوی

دل

ریاض

شاد

شہرت

شوق

عشق کی ہے یہ کرامت مجھے ساکت پا کر اُن کو دھوکا ہے کہ یہ بھی مری تصویر نہو

خامشی ہے مری آئینہ جذبِ اُلفت
نکسل آئینہ جو ساکت ہوں تو ساکت پا کر
ہوں مرقع اثر آئینہ حسن کا میں

بچود دہلوی - جلیل - سائل - شہرت - شفق - صفی - غزیر -

سادگی میں یہ کہاں لطف خلش دلو نصیب خط بھی وہ خطا ہے اگر شوخی تحریر نہو

خط وہ کیا خطا ہے اگر شوخی تحریر نہو

یہ نہیں پایا جا تا کہ خط کس کا ہے - آرزو
چھتے فقروں ہی میں ہر شان فراغ معشوق
سادگی اچھی بناوٹ کی ادا خوب نہیں

خط کوئی خطا ہے - اگر شوخی تحریر نہو

سادگی میں بھی ہوا لطف خلش دلو نصیب
ایک اک لفظ کیلئے میں جیہی جاتی ہے

اُن کا خطا ہے - نہ سہی شوخی تحریر نہو

خط میں خطا ہے کوئی اگر شوخی تحریر نہو

خط وہ کیا خطا ہے - اگر شوخی تحریر نہو

خط کوئی خطا ہے اگر شوخی تحریر نہو

دل نہ بے چین ہو اگر شوخی تحریر نہو

کچھ ہی نامے میں اگر شوخی تحریر نہو

خطا وہ کیا جس میں کوئی شوخی تحریر نہو

خط پہ سو حرف اگر شوخی تحریر نہو

سادگی میں یہ کہاں لطف خلش سمجھو تو
سچ ہے بے لطف وہ فقرے وہ عبارت پھینکی

کیا ہے تحریر - اگر شوخی تحریر نہو

ستلزد
کیا ہے تحریر نہو کچھ بھی اگر حسن کلام

ناطق

نوح

وحشت

اسن

آرزو

=

الہ

بزم

بچود دہلوی

بچود دہلوی

دل

ریاض

سائل

شاد

شفق

شوق

ناطق

نوح

سادگی میں یہ کہاں لطف خلش و کلاں فیض
خطابی وہ خطا ہے اگر شوخی تحسیر نہو

دشت

مسترد

جیل - ریاض - شہرت - صفی - عزیز

کو چہ یار کا پابند بھلا جائے کہاں
قید سمجھو مجھے گواہوں میں زنجیر نہو

آرزو

اہل

بخود موہانی

شاد

شہرت

شفق

فوج

دشت

کو چہ یار کا پابند کہاں جا کر
کو چہ یار کا پابند وفا جائے کہاں
کو چہ یار کے پابند کہیں جاتے ہیں
اک قدم ہی مجھے اس در سے کھسکا ہو حال
کو چہ یار کا پابند کہاں جاتا ہے
”بھلا“ یہاں پر بھرتی کی طرح پر تھا اب مصرع صاف ہو گیا۔ شفق

کو چہ یار کا پابند ہوں جاؤں گا کہاں
کو چہ یار سے پابند وفا جائے کہاں

سمجھو قیدی مجھے گواہوں میں زنجیر نہو

ص - بزم - شوق قدوائی - عزیز -

احسن - بخود دہلوی - جیل - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اٹھنا
کچھ جسے رنج گراں باری زنجیر نہو

احسن

آرزو

اہل

بخود دہلوی

جس کو پروائے گراں باری زنجیر نہو
جس کو کچھ رنج گراں باری زنجیر نہو
جس کو کچھ رنج گراں باری زنجیر نہو

سخت کیا اسکے لئے عشق کی کڑیاں ہونگی

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں سہنی

کچھ جسے رنج گراں باری زنجیر نہو

اُس سے دشوار نہیں عشق کی کڑیاں اٹھنا

بجز دہوانی
سائل
شاد
شوق
غزیر
ناطق
نوح

جس کو کچھ رنج گراں باری زنجیر نہو

لے مری جاں وہی عشق کی کڑیاں بھیلے

بھیل جائیگا وہی عشق کی کڑیاں ناصح
ایسا دیوانہ ہو۔ افسوس سبک نظروں میں

جس کو احساس گراں باری زنجیر نہو
جسے کچھ رنج گراں باری زنجیر نہو

وہی کڑیاں غمِ الفت کی سے اور اٹھائے
ص۔ بزم۔ شہرت۔

جلیل۔ دل۔ ریاض۔ شفق۔ صغی۔ وحشت۔

تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

دل سے ہوتی ہی تو خالی بھی کیس جاتی ہی

غیر ممکن ہے کہ تم پر کوئی تاثیر نہو

دل سے ہوتی ہی تو جاتی نہیں خالی سیلاب
بے معنی۔ سلسلہ۔ آرزو

غیر ممکن ہے دعائیں مرے تاثیر نہو

دل سے ہوتی ہی تو خالی نہیں جاتی ہرگز

لاکھ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

یہ تو ہونی ہی نہیں آہ میں تاثیر نہو

تم یہ چاہا کرو! دل پر مرے تاثیر نہو

لاکھ تم چاہو کہ دل پر مرے تاثیر نہو

آہ نکلی جو مرے دل سے تو پھر خیر نہیں

دل سے ہو آہ تو خالی بھی کیس جاتی ہے

دل سے ہو آہ تو خالی بھی کیس جاتی ہے

آپ پر اور مری آہ کی تاثیر نہو

لاکھ تم چاہا ہو کہ دل پر مرے تاثیر نہو

نالہ دل تو بُری دل پہ بنا دیتا ہے

بجز دہوانی
بجز دہوانی
جلیل
دل

ریاض
سائل

دل سی ہوتی ہے تو خالی بھی کہیں جاتی ہی
تم یہ چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو

دل سے نکلا ہے اثر چاہے گانا دل پر
تم کو یہ ضد کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو
نہیں ممکن کہ ترے قلب پہ تاثیر نہو

نو کا پہلو اچھا نہیں ہے شفق

یہاں اثر کا پہلو ہے شعری بندش سے الجھ گیا ہے شوق

آس پہ امید اثر آہ کی نادانی ہے
دل سے نکلی ہے ترے آہ یہ نامکن ہے
جس کے گھر زہر بھی کھا لوں میری تاثیر نہو
تم جو چاہو کہ مرے قلب پہ تاثیر نہو
غیر ممکن ہے مرے قلب پہ تاثیر نہو

ستلزد

میں یہ چاہوں کہ فغان نکلے تو دل ہی میں ہے

ستلزد

نگہ یاس کی تاثیر نہیں ملنے کی
دل سے باہر جو کچھ آئے یہ ترا تیر نہو

دل سے باہر نکل آئے یہ نہیں ممکن ہے
خار حسرت مرے سینے سے نہ نکلیگا کبھی
نگہ یاس کی تاثیر ترا تیر نہو
خستر تک اس کا ترے دل سے نکلتا معلوم
نگہ یاس ہے قائل یہ ترا تیر نہو
نو کا موقع نہیں بلکہ نہیں کا جلیل

دل سے باہر جو کچھ آئے وہ ترا تیر نہو

دل سے باہر جو کچھ آئے تو مرا تیر نہو

نگہ یاس کبھی چہجہ کے نکلتی ہی نہیں

» نہیں « چاہئے ۔ شہرت

نہیں کا پہلو غالب ہی ۔ شفق

شاو

شہرت

شفق

شوق

صافی

عزیز

ناظم

نوح

دشت

آرزو

اظم

یخود موہانی

جلیل

دل

ریاض

سائل

شہرت

شفق

نگہ یاس کی تاثیر نہیں مٹنے کی دل سے باہر جو کچھ آئے یہ ترا تیر نہو

شوق

نہو کا محل نہیں، یہاں نہیں کا محل ہے۔ شوق

نہ لٹائی جو نگاہ اُس نے تو پوچھائیں نے شہر ایسا ہی کوئی ہو گا جہاں تیر نہو

»

ستلزد

صافی

ستلزد

غزیر

آرزو ہے کہ دکھائے مرانا لہ تاثیر دل سے باہر جو کچھ آئے تو ترا تیر نہو

فوج

نہیں؟ وحشت

وحشت

احسن - بزم - بخود دہلوی - ناطق -

شوق چاہیگا کہ تیرا دل نازک دکھ جائے نالہ کش ہو بھی تو کیا۔ طالب تاثیر نہو

احسن

دیکھ لے شوق ہے دلبر نازک کا خیال

آرزو

شوق دیکھو نہ کسی کا دل نازک دکھ جائے

بخود دہلوی

نالہ کش ہونے سے کیا۔ طالب تاثیر نہو

رباعی

شوق سے کہہ دو کہ اُن کا دل نازک دکھے

سائل

نالہ کش ہونے کو ہو۔ طالب تاثیر نہو

شاد

اُس کے نالے میں الٹی کبھی تاثیر نہو

شہرت

نالہ کش شوق ہی واقعہ تھے نازک دل سے

نہو گایا نہیں چاہتے ذرا ترکیب پر غور فرمائیے۔ شہرت

»

نالہ و آہ بھی کر طالب تاثیر نہ ہو

شوق اُس کا دل نازک نہ کہیں دکھ جائے

شفق

نالہ کش ہو کے ہی تو طالب تاثیر نہو

شوق اُس کے دل نازک کا ہی جب پاس تجھ

شوق

نالہ کش ہو بھی تو وہ طالب تاثیر نہو

صافی

نالہ کش دل سے ذرا طالب تاثیر نہو

فوج

شوق کے دل سے نہو گا کہ ترا دل دکھ جائے

شوق چاہیگا کہ تیرا دل نازک دکھ جائے نالہ کش ہو بھی تو کیا طالب تاثیر نہو

شوق اُس کا دل نازک نہ کہیں دکھ جائے نالہ کش ہو جو کبھی طالب تاثیر نہو

ص - اظہر - غریزہ -

بزم - بخود دہلوی - جلیل - دل - ناطق -

دشت

عطیہ حضرت شوق قدوائی

اُسکے گھر جانے کو درکار ہی صورت ایسی حال کھل جائے مگر حاجت فستیر نہو

اُس پہ اُمید اثر آہ کی نادانی ہے جسکے گھر زہر بھی کھالوں میں تو تاثیر نہو

نہ ملانی جو نگاہ اُس نے تو پوچھائیں نے شہر ایسا بھی کوئی ہوگا جہاں تیسر نہو

عزل

ہماری خاک جو آوارہ کوئے یار میں ہے مزاج موج ہوا طرہ انتشار میں ہے
چمن کی سیر سے کیا خاک اپنا جی پہلے کہ ہم یہاں ہیں مگر دل تو کوی یار میں ہے
پس فدا بھی مری بے قراریاں نہ گئیں ترپ مٹے پہ بھی ہر ذرہ غبار میں ہے
ہوائے سرد نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو پیام موت نہاں فردہ بہار میں ہے
زباں نہیں کہ تجھے سوز عشقِ دوں میں دعا عجب مزے کی تیشِ قلب بقرار میں ہے
ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کے ساتھ کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہے
ہماری خاک اڑانی ہے پیچ دیکے ہوا ہنوز رنگ اثر عشقِ زلف یار میں ہے
وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی فراز میں ہے

جدھر نگاہ پھری سامنے وہ شکل تھی شوق

یہ رنگ آنکھ کا اب جوشِ انتظار میں ہے

ہماری خاک جو آوارہ کوئی یار میں ہے فراج موج ہو اطرفہ انتشار میں ہے

ہماری خاک پر نشان ہو کوئی یار میں ہے تو کچھ فراج ہوا کا بھی انتشار میں ہے
یہ کیوں غبار سا کچھ آج راہ یار میں ہے ضرور خاک مری دامن غبار میں ہے

تو ذرہ ذرہ وہاں طرفہ انتشار میں ہے
دماغ موج ہوا کا کچھ انتشار میں ہے

ہماری خاک جو برباد کوئی یار میں ہے

فراج موج صبا طرفہ انتشار میں ہے

ص - اطر - بزم - بیباک - دلبر - عزیز - دشت -

باقی - دل - سائل - شفق - صفی - فانی -

چمن کی سیر سے کیا خاک اپنا جی پہلے کہ ہم یہاں ہیں مگر دل تو کوئی یار میں ہے

شگفتہ طبع ہو کیا سیر لالہ و گل سے کہ ہم یہاں دل دیوانہ کوئی یار میں ہے
چمن کی ضرورت سے شگفتہ طبع بنا دیا - اطر

چمن کی سیر سے کیا خاک دل کو بہلائیں کہ ہم یہاں دل آوارہ کوئی یار میں ہے
چمن کی سیر سے کیا خاک دل کو ہونٹکیں ہمارا جسم یہاں جان کوئی یار میں ہے

چمن کی سیر سے کیا خاک دل مرا پہلے کہ ہم یہاں ہیں مگر دل ہوائی یار میں ہے
کہ ہم چمن میں ہیں دل اپنا کوئی یار میں ہے
کہ میں یہاں ہوں مگر جان کوئی یار میں ہے

ص - بیباک - عزیز - دشت -

باقی - بزم - دل - ریاض - سائل - صفی - ناطق -

آرزو
ریاض
شاد
شفق
مضطر
ناطق

آرزو
اطر
=
دلبر
شاد
شفق
شوق
فانی
مضطر

پس فضا بھی مری بمقاریاں نہ گئیں ترپ مٹے پہ بھی ہر ذرہ غبار میں ہی

پس فنا ہوئیں کچھ بے قراریاں مسندوں ترپ مٹے پہ ہر اک ذرہ غبار میں ہے
پس فنا تو پہلے ہی کہہ چکے ہو پھر مٹے پہ کتنے کی کیا ضرورت تھی۔ اظہر
کہ برق طور ہر اک ذرہ غبار میں ہے
پس فنا کتنے کے بعد مٹے پہ کتنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی
ترپ ہنوز ہر اک ذرہ غبار میں ہے

مستند

”مٹے“ متروک۔ دلیر

ہوئے بھی خاک مگر ہائے درد دل نہ گیا
ترپ وہی مرے ہر ذرہ غبار میں ہے
چمک سی درد کی ہر ذرہ غبار میں ہے
اک اضطراب سا ہر ذرہ غبار میں ہے
ہر ایک ذرہ طپاں دامن غبار میں ہے
دہی ترپ مرے ہر ذرہ غبار میں ہے
چمک سی برق کی ہر ذرہ غبار میں ہے
ہوایں خاک مگر بے قراریاں نہ گئیں
پس فضا بھی مری بے قراریاں ہیں ہی
پس فنا بھی ہی کچھ سوز کچھ ترپ باقی
ہوایں خاک مگر بے قراریاں نہ گئیں
کہ مضطرب ہی جو ذرہ مرے غبار میں ہے

ص۔ مضطرب۔ دشت۔

بزم۔ دل۔ صفی۔ ناطق۔

ہوئے سرد نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو پیام موت نہاں مرثیہ بہار میں ہے

اسیر عام تھا اسیر قفس کہ کر محدود کر دیا ہی۔ اظہر
ہوئے سرد سے ٹھنڈے ہوئے اسیر قفس

ہوائے سرود نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو پیام موت نہاں مژدہ بہار میں ہے

جب ”مژدہ بہار میں تھا“ ہوتا تب پہلے مصرع کے فعل سے مطابقت ہوتی۔ باقی

ہوائے سرود سے ٹھنڈے ہوں نفس کے اسیر

ہوائے سرود نہ ٹھنڈا کرے اسیروں کو

ہوائے گل سے بجائے جنوں اسیروں کو

ہوائے سرود نہ ٹھنڈا کرے اسیروں کو

ہوائے سرود سے ٹھنڈے ہوں اسیر کہیں

ہوائے باغ نے ٹھنڈا کیا اسیروں کو

ص۔ بیباک۔ عزیز۔ مضطر۔ وحشت۔

آرزو۔ دل۔ شفیق۔ صفی۔ ناطق۔

زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دوں میں دعا عجب مزے کی تپش قلب بقرار میں ہے

فلک کی بستی نمایاں ہوتی ہے۔ آرزو

یہی ہے عنصر آتش ہی ہے جرد حیات

”میں“، مکالم کا دبا تھا یہ خلاف فصاحت ہے۔ اظہر

زباں نہیں کہ دعا سوز عشق دوں تجھ کو

بڑے مزے کی تپش قلب بقرار میں ہے

زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دے وہ دعا

زباں نہیں کہ تجھے سوز عشق دے یہ دعا

یہ منہ کہاں کہ تجھے سوز عشق دوں میں دعا

باقی

”

بزم

دلیر

ریاض

سائل

شاد

شوق

فانی

آرزو

”

اظہر

”

باقی

بزم

دل

دلیر

زبانِ نہیں کہ تجھے سوزِ عشقِ دوں میں دعا
عجب مزے کی تیشِ قلبِ بقرار میں ہے

دعائیں سوزِ دروں کیوں نہ دوں تجھے دنِ رات

بڑے مزے کی تیشِ قلبِ بقرار میں ہے

میں کس زبان سے تجھے سوزِ دلِ دعائیں دوں
دعائیں دوں تجھے لے سوزِ عشقِ کس منہ سے

یہ شعر بہت ہلکا تھا (فلزد) شوقِ قدوائی
ڈرے نہ خشر کے الزامِ قتل سے متاثر

زبانِ نہیں کہ تجھے درِ عشقِ دوں میں دعا

ذرا سی جانِ ہماری یہ کس شمار میں ہے
عجب مزے کی غلشِ قلبِ بقرار میں ہے

قلبِ عربی لفظ ہے لہذا اس کی صفت مضطرب و خیزن وغیرہ مناسب ہے۔ وحشت

عجب مزے کی غلشِ جانِ بقرار میں ہے

ص - بیباک - عزیزِ مضطرب - صفی - باطن -

ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کیساتھ
کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہی

اثر ہے ایک یہاں ضبط و بے قراری کا

اختیار کی رعایت سے جبر نہ دیا ہے۔ آطر

ہزار جبر کروں ضبطِ آہ میں دل پر

کھلے نہ راز یہ بات اُنکے اختیار میں ہے

کھلے نہ راز یہ سب دل کے اختیار میں ہی

ہزار عشق میں لوں ضبط و احتیاط سے کام

ہزار عشق میں لوں ضبط و احتیاط سے کام

وہ لاکھ ضبط کروں جبر ہی کروں دل پر

: تنافر پیدا ہوتا ہے۔ سائل

ریاض
سائل
شاد
شفق
شوق
فانی
وحشت

آرزو
اثر
باقی
دل
دلیر
ریاض
سائل

ہزار کام میں لوں ضبط و احتیاط کے ساتھ کھلے نہ راز یہ سب اُنکے اختیار میں ہے

ہزار ضبط کروں احتیاط کو برتوں ہمارے ضبط و تحمل نے کچھ بنا نہ لیا

میں خامشی سے تو لوں کام ضبط کا لیکن

ہزار ضبط کروں لاکھ احتیاط کروں ہزار ضبط سے میں کام لوں محبت میں

کھلے نہ راز یہ بات اُنکے اختیار میں ہے ہزار کام لوں میں ضبط و جبر سے لیکن

احتیاط سے کام لینا کیسا خلاف محاورہ ہے۔ وحشت

کھلے نہ راز یہ صرف اُنکے اختیار میں ہے مجھے تو ضبط ہے منظور۔ ہوا اگر ممکن

بزم۔ بیباک۔ شفق۔ صفی۔

ہماری خاک اڑاتی ہے پچ دیکے ہوا ہنوز رنگ اثر عشق زلف یار میں ہے

ہو امیں اڑتی ہی پیچیدہ ہو کے خاک مری

ہماری خاک بھی جیتی نہیں ہے دامن پر

پہلے مصرع کی بندش سست تھی اسلئے بدل دیا۔ جیتی نہیں یعنی پریشان رہتی ہے۔ اظہر

ہماری خاک اڑی گرد باد بن بن کر

یہ امتیاز اُسے عشق زلف یار میں ہے

ہوا بھی حلقہ بگوشان زلف یار میں ہے

اسیر ابھی دل مرحوم زلف یار میں ہے

ہماری خاک ہو اور دوش ہیں بگو لوں کے

ہوا اڑاتی ہے خاک اپنی پچ دے دیکر

ہماری خاک ہی موج ہوا میں سرگرداں

سائل

مشاد

شوق

غزیر

فانی

مصطفیٰ

ناطق

وحشت

”

آرزو

الہمر

”

دل

دلیر

ریاض

سائل

شاد

شفق

ہماری خاک اُڑانی تہی پہنچ دیکے ہوا ہنوز رنگ اثر عشق زلف یار میں ہے

شوق

”

عزیز

ہوٹ سے بندش بہت الجھ گئی۔ شوق
جنوں کی غلطیوں سے کہاں میسر چین

مستلزد

ص۔ بزم۔ بیباک۔ مضطر۔ وحشت۔
باقی۔ صفی۔ فانی۔ ناطق۔

وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہے

آرزو

الہم

بزم

بیباک

دلیر

ریاض

سائل

شاد

شفق

شوق

”

صفی

عزیز

فانی

غضب کہ ساتھ ہی دفن اور اک مزار میں ہی
غضب ہی دفن مرے ساتھ اک مزار میں ہی
پس فنا بھی تڑپا ہوا مزار میں ہے
وہ دفن ساتھ ہی میرے مرے مزار میں ہی
غضب کہ دفن مرے ساتھ وہ مزار میں ہی
وہ دفن ساتھ مرے ایک ہی مزار میں ہی
وہ پاس دفن نہیں ایک ہی مزار میں ہی
ہزار حیف کہ دفن ایک ہی مزار میں ہی
غضب ہی دفن وہی ساتھ اب مزار میں ہی
وہ مرے ساتھ ہی دفن ایک ہی مزار میں ہی
غضب کا لفظ یاں اچانہ تھا خصوصاً میرے کا لفظ جب نہ ہو تب ساتھ کا لطف نہ تھا۔ شوق

کیس کا بھی مجھے رہنے دیا نہ جس نے دل

وہ دل کہ دشمن جانی تھا اپنا اپنے ساتھ
وہ دل کہ جس نے مجھے عمر بھر تھا تڑپا یا
غضب۔ کہ دل۔ نہ ملا چین عمر بھر جس سے

غضب تو یہ ہی کہ دفن ایک ہی مزار میں ہی
غضب تو یہ ہی مرے ساتھ پھر مزار میں ہی
غضب کی بات ہی دفن ایک ہی مزار میں ہی

مضطر
ناطق
وحشت

آرزو

اہل

»

دلیر

بیابن

سائل

شاد

شوق

»

غریز

ناطق

وہ دل کہ چین نہ لینے دیا کبھی جس نے غضب کہ ساتھ ہی دفن ایک ہی فرار میں ہی

پس فنا ہو سکون کس طرح مجھے لے شوق غضب یہ ہے کہ وہ دفن ایک ہی فرار میں ہی
کہ دفن ساتھ مرے دل مرا فرار میں ہے قیامت آئی کہ دفن ایک ہی فرار میں ہی

جدھر نگاہ پھری سامنے وہ شکل تھی شوق یہ رنگ آنکھ کا اب جوش انتظار میں ہی

جدھر نگاہ گئی سامنے وہ شکل تھی شوق کمال جذب اثر چشم انتظار میں ہے
جوش کامل نہیں تھا فرط کا موقع تھا۔ اہل یہ رنگ آنکھ کا اب فرط انتظار میں ہے

جدھر نگاہ کرو سامنے وہ شکل ہے شوق یہ کس بلا کی کشش جوش انتظار میں ہے
وہ آئے شوق نہ آئے مجھے نہیں پروا کسی کی شکل مرے چشم انتظار میں ہے
جدھر نگاہ پھری سامنے وہی تھے شوق یہ بات انہیں کے فقط جوش انتظار میں ہے
جدھر نگاہ پھرے سامنے وہی ہیں شوق یہ رنگ آنکھوں کا اب جوش انتظار میں ہے

جدھر نگاہ اٹھی سامنے وہ شکل تھی شوق اس محل پر انتظار کے لئے دو فوں آنکھوں کی ضرورت ہی قطع بہت اچا ہے۔ شوق
جدھر نگاہ پھرے سامنے ہے وہ تصویر یہ رنگ جوش تصور اب انتظار میں ہے

ص۔ بیباک۔ مضطر۔ وحشت۔
باقی۔ بزم۔ دل۔ شوق۔ صفی۔ فانی۔



عطیہ حضرت دلیر مارہروی

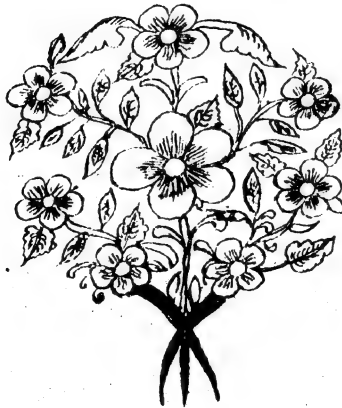
اُلجھ گیا دل وحشی کہاں گلستاں میں گلوں میں ہی کہ وہ غنچوں میں ہی کہ غار میں ہے

عطیہ حضرت ریاض خیر آبادی

مئے نشاط کی اک موج ہے جو آئی گئی ثبات کو نہ اس موسم بہار میں ہے

عطیہ حضرت شوق مستدانی

ڈرے نہ حشر کے الزام قتل سے قاتل ذرا سی جان ہماری یہ کس شمار میں ہے
جنوں کی غلٹوں سے کہاں میسر حسین کہ رو نگٹوں سے مر جہم غار زار میں ہے



عزل

پھر اُکی یاد لانی ساتھ شدت دردِ فرقت کی
 ازل سے دیکھ کر ناساز گاری اپنی قیمت کی
 خدا جانے اثر کیا تھا۔ خنجر ہاتھ سے چھوٹا
 جو آنا ہو تو آکر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے
 ہمیشہ کے لئے خوابِ جل کو سو نہ دینا تھا
 سنا موج ہو اسے تیرا دیوانہ الجھتا ہے
 محبت کی نگاہوں سے ادھر دیکھا تھا جب اس نے
 کوئی رہ رہ کے ذوقِ بخود می میں دل سے کہتا
 بڑھیں بچینیاں اُٹھنے لگیں ہو کس قیامت کی
 مری نظروں میں تھی تصویرِ انجامِ محبت کی
 نظر قاتل کے چہرے پر جو سبل نے بحسرت کی
 ہوا جاتا ہی دم بھر میں کوئی تصویرِ عبرت کی
 جمی تو اُس نہ آئینا لے نے تھوڑی سی غفلت کی
 اگر سچ ہی تو بس حد ہو گئی اب جوشِ دشت کی
 معاذ اللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دل پہ آفت کی
 کہ کچھ تو پردہ داری چاہئے رازِ محبت کی

تلاشِ امنِ محبوب میں پھرتی ہی سرگرداں

ہو لے شوق میں لے شوقِ خاک اُڑا کر تیری

پھر اُسکی یاد لانی ساتھ شدت در و فرقت کی
بڑھیں چنیاں اٹھنے لگیں ہو کیں قیامت کی

آرزو

اھر

بخود موبانی

جگر

ریاض

مشاد

شوق

”

فانی

ماطون

نوح

”

”

پھر اُسکی یاد شدت پہنے آئی در و فرقت کی
پھر اُس کی یاد آئی۔ پھر ہی شدت در و فرقت کی
پھر اُسکی یاد نے۔ پڑی ہی صورت در و فرقت کی
پھر اُسکی یاد آئی۔ پھر ہی شدت در و فرقت کی
پھر اُسکی یاد سیکر آئی شدت در و فرقت کی
جگر بانی کے دیتی ہے شدت در و فرقت کی
مطلع بالکل ہلکا ہو کھنے کے قابل نہیں۔ شوق
مری ہیئت بدل کر عشق کے غم نے یہ حالت کی
پھر اُن کی یاد کو ہمراہ لانی ستام فرقت کی

بڑھیں چنیاں دل میں اٹھیں ہو کیں قیامت کی
قیامت ہی کہ دل میں ہو کسی اٹھی قیامت کی
ہیں زندہ نہ رکھیں گی یہی ہو کیں قیامت کی
کہ خود مجھ کو ہے اب پہچان مشکل اپنی صورت کی
دل مجھ سے اٹھنے لگیں ہو کیں قیامت کی

ہوک اہل کھنؤ تو کہتے ہیں لیکن مولف فرہنگ آصفیہ کے خیال میں یہ عورتوں کی زبان کا
لفظ ہے۔ توج

بڑھی جاتی ہے شدت و مہم در و محبت کی
بخود دہلوی۔ دل صفی۔ عزیز۔ وحشت۔
نفس کی آمد و شدت خبر بانی قیامت کی

ازل سے دیکھ کر ناساز گاری اپنی قیمت کی
مری فطرتوں میں تھی تصویر انجام محبت کی

آرزو

”

اھر

جگر

دل

کیا انجام کی تصویر اب نظروں میں باقی نہیں جو ”تھی“ استعمال کیا۔ آرزو
مری فطرتوں میں ہی تصویر انجام محبت کی

ازل میں دیکھ کر ناساز گاری اپنی قیمت کی
ازل میں دیکھ کر برکت لگی برگشتہ قیمت کی
ازل سے دیکھ کر حالت دل برگشتہ قیمت کی

ازل سے دیکھ کر ناسازگاری اپنی قسمت کی مری نظروں میں تھی تصویر انجام محبت کی

ازل سے ساتھ آئی تھی بُرائی میری قسمت کی خبر تھی مجھ کو پہلے ہی سے انجامِ محبت کی

مصرع خوب تھا مگر انجام کی تصویر قابلِ تامل ہے۔ ریاض

کین عفی نہ تھی ناسازگاری اپنی قیمت کی
نظر میں پھرتی تھی تصویر انجامِ محبت کی

لگا ہوں میں جمی تصویرِ انجمِ محبت کی

نگارہ شوق میں تصویرِ محی انجامِ الفت کی

بخود دہلوی۔ بخود موہانی۔ صفی۔ عزیز۔ فانی۔ ناطق۔ وحشت۔

ریاض

 \approx

مشاد

شوق

فوج

خدا جانے انزکیساتھا خنجر ہاتھ سے چھوٹا
نظر قاتل کے چہرے پر جو سبل نے بحسرت کی

خدا جانے ہوئی کیا بات خنجر ہاتھ سے چھوٹا

یہ تاثیر محبت تھی کہ خبر ہاتھ سے چھوٹا

لرزتے ہاتھ سے خنجر گرا کب۔ یہ نہیں دیکھا

خدا جانے اثر کیا تھا کہ خبر ہاتھ سے چھوٹا

خدا جانے اثر کیا تھا کہ خنجر ہاتھ سے چھوٹا

بھراؤے اشک بدلا رنگ خنجر ہاتھ سے چھوٹا

انہ کی سعی آخر کا وہ ہنگامہ ارے تو یہ

خدا جانے اثر کیا تھا کہ خیر ہاتھ سے چھوٹا

بخودد ہلوی - شوق - صفی - عزیز - فوج - دشت -

آرزو

۱۵۱

بخود موافقانی

دل

رایض

مشاد

فاتی

نامتوس

جوانا ہو تو اگر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے
ہو اجا تا ہی دم بھر میں کوئی تصویر عبرت کی

جو آنا ہو تو آکر دیکھ لو بیمارِ فرقت کو
یہ بچتی شمع بن جانے کو ہی تصویرِ عبرت کی

کہ مٹنے والی ہی دم بھر میں یہ تصویر عبرت کی

آرزو

41

جوانا ہو تو آکر دیکھ جاؤ وقت آخر ہے ہوا جانا ہی دم بھریں کوئی تصویر عبرت کی

بخود دہلوی

بخود موہانی

جگر

ریاض

مشاد

شوق

بنا جاتا ہے دم بھریں کوئی تصویر عبرت کی

بنا جاتا ہے پل بھریں کوئی تصویر عبرت کی

کہ آنکھیں بند ہوئے پر ہیں اب بیمار فرقت کی

نگاہوں میں بھرے گی مدتوں تصویر عبرت کی

کوئی دم میں بنا جاتا ہوں میں تصویر عبرت کی

مٹا جاتا ہے دم بھریں میں قہر شوق و حسرت کا

جوانا ہو تو بالیں پر مرے ایسے میں ہو جاؤ

تذکرہ و تائید کا تقابل اچھا نہ تھا۔ قلندر شوق

دل صفی - عزیز - فانی - ناطق - فوج - وحشت -

ہمیشہ کے لئے خواب اجل کو سوئپ دینا تھا جی تو اُس نہ آئیوالے نے تھوڑی غفلت کی

آرزو

”

اطہر

بخود موہانی

ریاض

مشاد

شوق

فانی

جس کا نتیجہ موت بتایا جاتا ہے وہ تھوڑی غفلت تو نہ ہوئی۔ آرزو

جو اک قسمت جگانوالے نے غفلت پر غفلت کی

ہیں تو اُس نہ آئیوالے نے آنے میں غفلت کی

جی تو اک نہ آئیوالے نے تھوڑی غفلت کی

ہمیشہ کے لئے دست اجل میں سوئپ دینا تھا

اجل کو سوئپے آتا زار دشوار تھا اُس سے

قیامت تک مجھے خواب اجل کو سوئپ دینا تھا

جی تو اُس ستم بردار نے تھوڑی غفلت کی

جی تو اُس تغافل کیش نے آنے میں غفلت کی

تلائی بھی تو کرتے جاؤ تاخیر عیا دست کی

ہمیشہ کے لئے خواب اجل کو سوئپے جاؤ

ص - جگر - عزیز - وحشت -

بخود دہلوی - دل صفی - ناطق - فوج -

اگر سچ ہی تو بس حد ہو گئی اچھ شوقِ حشت کی

اگر سچ ہی تو بس یہ انتہا ہی خوشِ حشت کی
یہ سچ ہی تو بس اب حد ہو گئی ہی خوشِ حشت کی
اگر سچ ہی تو حد کہتے ہیں اس کو خوشِ حشت کی

جو یہ سچ ہی تو بس اب انتہا ہی خوشِ حشت کی
اُدھر دیکھ اُدسری ہی چال اس میں تیری حُش کی
جو یہ سچ ہی تو حد ہی ہو رہی خوشِ حشت کی
جو یہ سچ ہی تو بس حد ہو گئی اب خوشِ حشت کی

سنا مِوجِ ہوا سے تیرا دیوانہ اُلجھتا ہے

جھکنا سائے سے لڑنا ہوا سے تیرے حُش کا
ترا دیوانہ اب موجِ ہوا سے بھی اُلجھتا ہے

سنا ہی بولے گل سے تیرا دیوانہ پریشاں ہے
ہوا سے بھی ترا دیوانہ اب ناعق اُلجھتا ہے
جو آندھی خاک آرائی آگئی تو مجھے بولا وہ
سنا اب ہوا سے تیرا دیوانہ اُلجھتا ہے

ص - ریاض - ناطق - حشت -
شوق - قلمزد

بیخود دہلوی - بیخود موہانی - صفی - عزیز -

معاذ اللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دلپہ آفت کی

معاذ اللہ! پناہ مانگنے کے وقت بولتے ہیں اور جس وقت معشوقِ محبت کی نگاہوں سے دیکھ
رہا تھا وہ تو بیتِ اچھی گھڑی تھی اور بری یہ لحاظِ انجام تھی لہذا دونوں پہلو سنبھالنا چاہئے۔ آرزو
وہی اچھی گھڑی تھی سچ اگر پوچھو تو آفت کی
معاذ اللہ! مرے حق میں گھڑی تھی وہ قیامت کی

ادھر دیکھا تھا جب اس نے محبت کی نگاہوں سے
عنایت کی تھی جب مجھ پر ادھر دیکھا تھا جب اس نے

معاذ اللہ! وہ ظالم گھڑی تھی کس قیامت کی
گھڑی تھی وہ کس آفت کی مصیبت کی قیامت کی

آرزو
اگر
جگر
دل
شاد
شوق
خانی
فوج

آرزو
"
"
اگر
بیخود موہانی
جگر
دل
ریاض

محبت کی نگاہوں سے ادھر دیکھا تھا جب اس نے
معاذ اللہ! وہ کیسی گھڑی تھی دلچسپ کی

ادھر پہلے پہل دیکھا تھا جب اس نے محبت سے
معاذ اللہ! اے دل وہ گھڑی کیسی تھی آفت کی
لگاوت کی نگاہوں سے جب اس نے دلوں کو دیکھا تھا
معاذ اللہ! وہ بھی اک گھڑی تھی کس قیامت کی

ص - ناطق - وحشت

بجود دہلوی - شوق - صفی - غزیز - نوح -

کوئی رہ رہ کے ذوقِ بجودی میں دل سے کہتا ہی
کہ کچھ تو پردہ داری چاہئے رازِ محبت کی

ذوق کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور کہنے والا ظاہر نہیں ہے اسلئے "جیسے" بجائے "ذوق"

مناسب معلوم ہوتا ہے - آرزو

کوئی رہ رہ کے جیسے بجودی میں دل سے کہتا ہی
کوئی رہ رہ کے محوِ بجودی سے اپنی کہتا ہے
کہا کرتا ہی اکثر شوق کا دل جوشِ وحشت میں
خیال یا ذوقِ بجودی میں دل سے کہتا ہی

ذرا تو پردہ داری چاہئے رازِ محبت کی
ارے! کچھ پردہ داری بھی تو کر رازِ محبت کی

دبا کر حلق اپنا حشر میں دل سے میں کہتا ہوں
مری وحشت سے ذوقِ بجودی رہ رہ کی کہتا ہی
ذرا اب ضبط سے بھی کام لے لے ذوقِ نظارہ

ص - ریاض

بجود دہلوی - صفی - غزیز - ناطق - نوح -



ملاشِ دامنِ محبوب میں پھرنی ہی سرگزاں ہو اے شوق میں اے شوق خاکِ اڑاڑ کی تربت کی

آرزو

شوق کے بعد خاک کا لفظ تنا فرمید کر رہا ہی۔ آرزو

ہو اے شوق میں اڑاڑ کے خاکِ شوق تربت کی

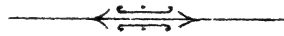
اڑاڑ کی خاک اک آوارہ دشتِ محبت کی

ہو اے دامنِ محبوب سے صحرائے محشر میں

بخود مولیٰ

ص۔ اہل۔ جگر۔ ریاض۔ ناطق

بخود مولیٰ۔ دل۔ شاد۔ شوقِ صنفی۔ عزیز فانی۔ فوج۔ وحشت۔



عطیہ حضرت شوق قدوائی

مری ہنیت بدل کر عشق کے غم نے یہ حالت کی
سجھکر دامن اپنا نوچا ہے اپنے سائے کو
عجب کیا ہے اگر آئے وہ دھوکا کھا کے میت کا
پڑا ہے بیدی سے کام اپنا دل تجھے دے کر
نہ کچھ کہتا نہ سنا اُس سے تو جاتا ہی کیوں آخر
جو آندی خاک اُڑاتی آگئی تو مجھ سے بولا وہ

کہ خود جھک رہا ہے اب پہچان مشکل اپنی صورت کی
ترے دیوالے کی دیوانگی ہے کس قیامت کی
کہ جو صورت اجل کی ہو وہی ہے میری حیرت کی
نہرا ہے بیروت مل گئی مجھ کو مرّت کی
ضرورت پڑ گئی مجھ کو کلام بے ضرورت کی
ادھر دیکھ او سٹری ہی چال ایس تیری وحشت کی



غزل

یہ دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی بند آنکھ جو کی تیری تصویر نظر آئی
 بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی عجلت کی جب آپ کے آنے میں تاخیر نظر آئی
 یہ جذب تصور ہے یہ عالم محویت ہر چیز میں تیری ہی تصویر نظر آئی
 اے جوش بہار گل اب خیر نہیں اپنی دم بھر جو پلک جھپکی زنجیر نظر آئی
 کہتی ہے یہ راز ان کی آنکھوں کی پریشانی بیمار کی حالت کچھ تغیر نظر آئی
 ظالم کی محبت تھی تمہید جفا عیسیٰ وہ خواب تھا اب جس کی تعبیر نظر آئی

اے شوق مبارک ہو پوچھا تجھے آج اُس نے

ضبطِ غمِ الفت کی تاثیر نظر آئی



یہ دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی بند آنکھ عجب کی تیری تصویر نظر آئی

کیا سو کے پلٹ جائے تقدیر نظر آئی
یہ تغیر کوئی اصلاح خرابی نہیں بلکہ اک منزل ہے ترقی فکر کی۔ آرزو
کیا دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی

جب غور کیا تیری تصویر نظر آئی

کیا دل کے بہلنے کی تدبیر نظر آئی
ص - اطر - جگر

بخود دہلوی - بخود موبانی - جلیل - دل - شوق - صفی - فانی - وحشت -

بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی عجلت کی جب آپ کے آنے میں تاخیر نظر آئی

بیمار نے دنیا سے جانے میں بھی جلدی کی
بیمار نے دنیا سے تعجل کی جانے میں
بیمار نے جلدی کی - دنیا سے گزرنے میں
بیمار نے کی عجلت دنیا سے اٹھا آہستہ
بیمار نے دنیا سے اٹھ جانے میں عجلت کی
» بھی «، یہاں حشو ہے - شوق

بیمار کو دنیا سے جانے کی ہوئی عجلت
بیمار محبت نے جانے میں بھی عجلت کی
کچھ جلد قضا ہو چکی کچھ میں نے بھی عجلت کی
ص - رباہن - غریزہ -

بخود دہلوی - جلیل - صفی - فانی -

آرزو

»

رباہن

غریزہ

نیاز

آرزو

اطر

بخود موبانی

جگر

دل

شوق

»

نیاز

وحشت

یہ جذب تصور ہے یہ عالم محویت
ہر چیز میں تیری ہی تصویر نظر آئی

آرزو

الہ

بخود مودائی

دل

فانی

نیاز

"

اک محو تصور نے دیکھا بھی تو کیا دیکھا

یہ عالم محویت یہ جذب تصور ہے

اک مست تصور کی اندر سے محویت

یہ لطف تصور ہے یہ عالم محویت

یہ جوش تصور ہے یہ عالم محویت

» آئی « سے آئی ہے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ نیاز

کیا جذب تصور تھا کیسا عالم محویت
ہر شے میں مجھے تیری تصویر نظر آئی

ص۔ جگر۔ غریزہ۔ وحشت۔

بخود دہلوی۔ طیل۔ ریاض۔ شوق۔ صنفی۔

اے جوش بہار گل اب خیر نہیں اپنی
دم بھر جو پلک چھپکی زنجیر نظر آئی

آرزو

الہ

بخود مودائی

دل

ریاض

غریزہ

فانی

نیاز

"

یا یہ شعر اچانک یا میرا دماغ اس کی خوبی سمجھنے سے قاصر ہے۔ آرزو

اس فصل بھاری میں اب خیر نہیں اپنی

اب خیر کہاں اپنی اے موجب بولے گل

یہ جوش بہار گل پیغام ہے زنداں کا

گھر آ کے یہ ہاتھ آیا زنداں مرے ساتھ آیا

ہم بوج ہوا ہم کو زنجیر نظر آئی

جو موج ہوا آئی زنجیر نظر آئی

دم بھر جو پلک چھپکی زنجیر نظر آئی

اے موج بہار گل اب خیر نہیں اپنی

وہ جوش بہار گل ہے یاد مجھے اب تک

جب آنکھ ذرا جھپکی زنجیر نظر آئی

» آئی « سے آئی ہے کا مفہوم پیدا ہوتا تھا اس لئے رد و بدل ضروری تھا۔ نیاز

ص۔ جگر۔ غریزہ۔ وحشت۔ بخود دہلوی۔ طیل۔ شوق۔ صنفی۔

کہتی ہے یہ رازان کی آنکھوں کی پریشانی بیمار کی حالت کچھ تغیر نظر آئی

کتاہی یہ رازان کی آنکھوں کا بدل جانا
کہتے ہیں یہ ہر اک سے قائل کے نبھتے تہور
کہتی ہے یہ رازان کی آنکھوں کی نئی سب سے
کہتی ہے یہ درپردہ ان آنکھوں کی حیرانی
ظاہر ہے یہ رازان کے انداز پریشاں سے
تغیر اچھا نہیں مستعد

صدقے ترے ابر کے جنبش ترے ابرو کی
کیا غمزدہ حالت ہو آج اُس نے نہ چپا نا
کہتی ہے یہ رازان کے چہرے کی پریشانی
کچھ رازندامت اب اُن آنکھوں سے کھلتا ہو
یہ شعر نکال ڈالے حالت تغیر نہیں ہوتی بلکہ حالت میں تغیر ہوتا ہے۔ نیاز

ص۔ اطر۔

بخود دہلوی صغی۔ وحشت۔

طنالم کی محبت تھی مہمید جفا یعنی وہ خواب تھا اب جس کی تعبیر نظر آئی

اُس خواب کی آج الٹی تعبیر نظر آئی
الفت تھی سنگم کی مہمید جفا یعنی
طنالم کی وفا میں تھیں مہمید جفا یعنی

وہ خواب تھا جس کی یہ تعبیر نظر آئی

ص۔ جگر۔ ریاض۔ غزیر۔

بخود دہلوی جلیل۔ دل۔ شوق۔ صغی۔ فانی۔ وحشت۔

آرزو
بخود دہلوی
جگر
جلیل
دل
ریاض
"
شوق
غزیر
فانی
نیاز

آرزو
اطر
بخود دہلوی
نیاز

اے شوق مبارک ہو پوچھا تجھے آج اُس نے ضبط غمِ آفت کی تاثیر نظر آئی

اے شوق مبارک ہو پوچھا تو مزاج اُس نے

اے شوق مبارک ہو پوچھا تھا مزاج اُس نے

اے شوق مبارک ہو پوچھا تو مزاج اُس نے

اے شوق مبارک ہو پوچھا تو تجھے اُس نے

ص۔ اطر۔ جگر۔ ریاض۔ عزیز۔

بخود دہلوی۔ طبل۔ شوق۔ صبی۔ فانی۔ دشت۔



عطیہ حضرت اطر

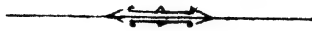
ہر پھل میں تیری ہی بو جھک دکھائی دی ہر شمع میں تیری ہی تصویر نظر آئی

محشر کہہ دل میں ابنوہ متنا سے میدان قیامت کی تصویر نظر آئی

عطیہ حضرت ریاض

گھر آ کے یہ ہاتھ آیا زنداں مرے ساتھ آیا جو موج ہوا آئی زنجیر نظر آئی

صدقے ترے ابرو کے جنبش تیری ابرو کی چلتی ہوئی ہم کو تو شمشیر نظر آئی



آرزو
بخود مولانی
دل
ریاض

عزل

کچھ ایسی وہ نگاہِ نازِ حسرت آفریں نکلی
کہ یاں حسرت نکلی جانے پہ بھی حسرت نہیں نکلی
مُنہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے
موقعِ ناامیدی کا نگاہِ واپس نکلی
وہی ہے کُنجِ مرقم میں بھی شدتِ دردِ فراق کی
دل ایذا فیضِ آرام کی صورت کیس نکلی
رواں رکھا ہی اپنا فیضِ جوشِ اشک کا دیا
وہ آنکھوں میں بھی جو دل سے آہِ آتش نکلی
نہ تم آئے تو کیا ہاں رہ گئی اک بات کہنے کو
نکلنے کو تو نکلی جانِ مایوس و سزین نکلی
یہ ہنکر منہ چھپالینے تیرے ذبح کر ڈالا
ارے مسیحا چھری ظالم اداے ٹہر گئیں نکلی
مقامِ افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جانِ آخر
نہ اُس کے واسطے دل سے تمہے دو گزین نکلی
بالآخر بے زبانی پر دہانِ حشمِ بسل کی
نہ کام آئیگی ناداں ضبطِ الفت کی عرقِ زری
یہ آخر رنگِ لائی ببقاری دستِ حشمت کی
کہ رسوائیِ پسینہ بن کے بالائے جبین نکلی
ادھر دامن تک آیا ہاتھ ادھر خود آستین نکلی

نگاہِ شوق کی گرمی سے اڑ جاتا ہی رنگِ لاس کا

ہری تصویرِ تجھ سے بھی زیادہ نازین نکلی

کچھ ایسی وہ نگاہ نازِ حسرتِ انسریں نکلی کہ یاں حسرتِ نکل جانے پہ بھی حسرتِ نہیں نکلی

آرزو

ایک فعل میں اثبات و نفی دونوں کا اجتماع محال ہے۔ آرزو

”

کہ جیسے دل سے اب تک ایک بھی حسرتِ نہیں نکلی

اظہر

کہ حسرتِ دل سے نکلی اور کچھ حسرتِ نہیں نکلی

بزم

یہ کیسی وہ نگاہ نازِ حسرتِ انسریں نکلی

بیابک

نکل جانے پہ میری وصل میں حسرتِ نہیں نکلی

بجو خود دہلوی

کہ دہو کے دل کو دیتی ہے ابھی حسرتِ نہیں نکلی

بجو خود موہانی

کہ حسرتِ کے نکل جانے پہ بھی حسرتِ نہیں نکلی

جلیں

بہت خوب جلیں

دل

کہ ہر حسرتِ نکل جانے پہ بھی حسرتِ نہیں نکلی

ریاض

نکلنے پر بھی حسرتِ کے مری حسرتِ نہیں نکلی

سائل

کہ حسرتِ کے نکل جانے پہ بھی حسرتِ نہیں نکلی

غزیر

مطلع کا دوسرا مصرع اچھا نہیں اگر فکر ہو تو دوسرا مطلع کیسے در نہ رہنے دیجئے کچھ مستم

”

سوائے اس کے نہیں ہے کہ حسرت کی تکرار ہے۔ غزیر

نہج

یاں متروک ہے۔ نہج

”

کہ حسرت بھی نکلنے پر مری حسرتِ نہیں نکلی

دشت

نگاہ نازِ حسرتِ آفریں نہیں کہہ سکتے وہ شوقِ آفریں ہے۔ خواہشِ آفریں ہی حسرتِ میں

”

اور آرزو میں فرق ہے حسرتِ نکل جانے پہ بھی حسرتِ نہیں نکلی اس میں بھی کلام ہے

”

کیونکہ حسرتِ جب نکل گئی نکل گئی۔ دشت

”

ہماری آرزو بھی سخت حسرتِ انسریں نکلی کہ نکلی دل کی حسرتِ اس طرح گویا نہیں نکلی

شفق۔ شوقِ صفتی۔ فانی ز نیاز۔

منہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے
موقع نا اُمیدی کا نگاہ واپس نکلی

منہ اپنا پھیر کر رونے لگے منہ دیکھنے والے
جو آیا دیکھنے منہ پھیر کر رونے لگا آہستہ
بہت روئے منہ اپنا پھیر کر سب دیکھنے والے
بنا بیٹھا ہے بالیں پر کوئی تصویر حیرانی
موقع بن گئے بیباکوں کا دیکھنے والے
ماشاء اللہ۔

جنازہ حسرت دل کا نگاہ واپس نکلی

منہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے
مرے انجام پر رونے لگے سب دیکھنے والے
منہ اپنا پھیر کر رونے لگے سب دیکھنے والے

موقع بن کے حسرت کا نگاہ واپس نکلی

جو اٹھا میرے بالیں سے کلچر تھام کر اٹھا
کلچر تھام کر رونے لگے سب دیکھنے والے

ص۔ بیباک۔ ریاض۔ شفق۔ غریزہ۔ وحشت۔ نیاز۔

دہی ہر کچھ مرقد میں بھی شدتِ دردِ فرقت کی
دل ایذا نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی

دل بیباکِ راحت کی جگہ یہ بھی نہیں نکلی
میاں بھی آکے راحت کی کوئی صورت نہیں نکلی
دل آفت نصیب آرام کی صورت کہیں نکلی

دہی عالمِ ہر اب بھی اضطرابِ دل کا مرقد میں
بڑھادی فبرکی وحشت نے شدتِ دردِ فرقت کی
خوب!

دل ایذا نصیب آرام کی صورت نہیں نکلی
نکھنی تہی نہ کچھ آرام کی صورت کہیں نکلی

آرزو
اگر
بزم
بخود دہوی
بخود دہوی
جلیل
دل
سائل
شفق
صفی
فانی
فرح
آرزو
اگر
بخود دہوی
جلیل
ریاض
سائل

وہی ہر کنج مرقد میں بھی شدتِ رزق کی دل ایذا نصیب آرام کی صورت کیں نکلی

صفی
فوج

دشت

ۛ

ۛ

نہ اس دل کے لئے آرام کی صورت کیں نکلی

(کہیں) کہاں کا پلو زیادہ ہے۔ قلمرو۔ فوج

فرت کا لفظ مضمون کو محدود کر دیتا ہے شکل صورت کے مقابل میں جو مصرع ثانی میں ہے

موزوں تر ہے۔ دشت

وہی ہر کنج مرقد میں بھی تیری شکل بیتابی

ص۔ بیباک۔ جیل۔ عزیز۔ فانی۔

نرم۔ بخود دہلوی۔ دل۔ شوق۔ شوق۔

واں رکھتا ہی اپنا فیض جوشِ اشک کا دریا وہ آنکھوں میں بھی جو دل سے آہِ آتش نکلی

آرزو

ۛ

اطر

بیباک

بخود دہلوی

دل

راہِ من

فیض کے ساتھ جاری رکھنا مستعمل ہے اور رواں رکھنا خلاف استعمال اہل زبان ہی۔ آرزو

تصادم گرم سر و عشق کا ہے وجہ ناکامی

وہ آنکھوں سے بھی جو دل سے آہِ آتش نکلی

بھی وہ آنکھ سے جو دل سے آہِ آتش نکلی

کہ آنکھوں میں بھی۔ دل سے جو آہِ آتش نکلی

رواں رکھتا ہی فیضِ عشق ایسا اشک کا دریا

بجھے لے آہِ آتش اگر یہ حسرتِ خدا رکھے

رواں رکھتا ہی اپنا فیض جوشِ گرمِ گریہ بہیم

بنی کچھ اور ہی۔ پڑ کر مئے اشکوں کے طوفان میں

ص۔ سائل۔ شوق۔ عزیز۔ دشت۔

نرم۔ بخود دہلوی۔ جیل۔ شوق۔ صفی۔ فانی۔ فوج۔

نہ تم آئے تو کیا ہاں رہ گئی اک بات کہنے کو نکلنے کو تو نکلی جانِ مایوس و خیز نکلی

آرزو

بدن سے یکسی میں جانِ مایوس و خیز نکلی

مقام افسوس کا ہی تجھ پدید جس نے جان آخر نہ اُسکے واسطے دل سے ترے دو گز زمین نکلی

نہ دی اس کو گنجہ کوچے میں جس نے جان ہی اپنی
مقام افسوس کا ہی تجھ پدید جس نے جان اپنی
بلا سے جان دیکر ہم ہوئے دفن اُسکے کوچے میں
دل سے زمین نکلتا اچھا نہ تھا شفق

ترے دل سے نہ اُسکے واسطے دو گز زمین نکلی
نہ کوچے میں ترے اُس کے لئے دو گز زمین نکلی
ترے کوچے میں کب اُسکے لئے دو گز زمین نکلی

نیازِ قلمرو (بے معنی)

ص - غریز

بزم - بخود دہلوی - جلیل - وحشت -

بالآخر بے زبانی پردہاں زخمِ بسمل کی زبان تیر قاتل سے صدائے آفرین نکلی

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی

دہان زخم سے بسمل نے دی جب داؤد قاتل کو

خوشی پردہاں زخم کی پیارا گیا آہنر
دل دروہ آشنا کو وقت ایذا پاکے مقتل میں
لب زخم جگر سے مع قاتل سن کے مقتل میں
لیا کام اس طرح قاتل نے اپنے دست نازک سو
سکوت و بے زبانی پردہاں زخمِ بسمل کی
دہان زخمِ بسمل بے زباں تھا داہ کیا کہنا
ترے عاشق نے تیرا تیر کھا کر آہ کی ناحت

دہان زخمِ بسمل سے صدائے آفرین نکلی

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین نکلی
نہ کیوں کجبت کے منہ سے صدائے آفرین نکلی

ریاض
سائل
شفق
شوق
صغی
فانی
نوح

اظم
بیباک
بخود دہلوی
دل
ریاض
سائل
شفق
شوق

بالآخر بے نیانی پر دہان زخم بسمل کی زبان تیسرا قاتل سے صدائے آفریں نکلی

اداے بے نیانی پر دہان زخم بسمل کی
صلہ میں نے یہ پایا قتل گمہ میں جان دینے کا
ستلزو (بے نبوت)

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفریں نکلی

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفریں نکلی

ص - عزیز

بزم - بیخود دہلوی جلیل صفی

نہ کام آئیگی ناداں ضبط الفت کی عرق ریزی کہ رسوائی پسینہ بنکے بالے جس میں نکلی

دو دنوں مصرعوں میں زمانہ کافرق پڑا ہے۔ آرزو

نہ کچھ بھی کام آئی ضبط الفت کی عرق ریزی

نہ آئی کام کچھ ضبط محبت کی عرق ریزی

گئی بیکار ناداں ضبط الفت کی عرق ریزی

نہ آئی کام آخر ضبط الفت میں عرق ریزی

نہ کیوں ہو پانی پانی ضبط الفت کی عرق ریزی

اس نازک خیالی کی کیا تعریف ہو جلیل

نہ آئی کام آخر ضبط الفت کی عرق ریزی

ستلزو

نتیجہ یہ عرق ریزی ضبط عشق کا دیکھا

”بالاے جس میں نکلی“ میں بلکہ آئی کا پلو ہے۔ ستلزو - شفق

نہ آئی کام آخر ضبط الفت کی عرق ریزی

چھٹی کب ضبط الفت کی عرق ریزی نہیں نکھو

فانی

نوح

نیاز

دشت

آرزو

”

اھر

بزم

یباک

بیخود دہلوی

جلیل

دل

ریاض

سائل

شفق

فانی

نوح

نیاز
دشت

نہ کام آئیگی ناداں ضبط الفت کی عرقریزی

کہ رسوائی پسینہ بنکے بالائے جبیں نکلی

عجب تھی ضبط الفت کی عرقریزی، کہ رسوائی
کہاں کام آئی اپنے ضبط الفت کی عرقریزی
ص - شوق - عزیز

پسینہ موت کا بن بن کے بالائے جبیں نکلی

بجود دہلوی - جلیل - صفی -

یہ آخر رنگ لائی بیقرا ری دست دشت کی

ادھر دامن تک آیا ہاتھ ادھر خود آستین نکلی

یہ بڑھکر رنگ لائی بیقرا ری دست دشت کی
ہمارے دست دشت کی صفائی رنگ یہ لائی
نہ آخر رنگ لائی بیقرا ری جوش دشت کی
نہ بھولی آئے بھولیگی کرامت دست دشت کی
عجب جوش آفریں بیقرا ری دست دشت کی
کوئی دیکھے جنوں میں کا رسانی دست دشت کی

ادھر دامن سے الجھا ہاتھ ادھر خود آستین نکلی
ادھر ہاتھ آیا دامن تک ادھر خود آستین نکلی

دکھایا پھر جنوں کا زور میرے دست دشت نے
یہاں تک رنگ لائی بیقرا ری دست دشت کی
کوئی دیکھے تو یہ اعجاز میرے دست دشت کا

چلا دامن اگر ایک ہاتھ دوا تھ آستین نکلی
گلے ملنے کو پھر دامن سے میری آستین نکلی

ص - عزیز

بزم - بجود دہلوی - جلیل - شوق - صفی - نیاز - دشت -

نگاہ شوق کی گرمی سے اڑ جاتا ہر رنگا

تری تصویر کھٹے بھی زیادہ ناز میں نکلی

تری تصویر تو بچھ سے بھی بڑھ کر ناز میں نکلی

آرزو
اہل
میاں
بجود دہلوی
دل
ریاض
سائل
شفق
فانی
نوح

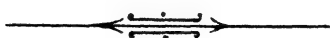
بجود دہلوی

نگاہِ شوق کی گرمی سے اُڑ جاتا ہر رنگِ سکا
تری تصویر تجھ سے بھی زیادہ ناز میں نکلی

جیل
شفق

ماشاء اللہ تعالیٰ
کہے کیا شوق چپکے چپکے یہ کہہ جاتی ہے سب کچھ
تری تصویر تجھ سے بھی سوانازِ آئینہ نکلی

ص - اطر - بیباک - ریاض - شوق - عزیز - وحشت
آرزو - نرم - بخود دہلوی - دل - سائل - صفی - فانی - فوج - نیاز -



عطیہ حضرت بخود موہانی

چھلکا ہے ترے جلووں سے پیمانہِ متناسکا
جسے سنتے تھے جنتِ نیرے کو چے کی زمیں نکلی
عقابِ ناز ہی ٹھہرا نوشتہِ میری نیت کا
مرا خطا جینِ ظالم تری چسپں جسبیں نکلی

عطیہ حضرت ریاض خیر آبادی

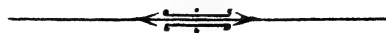
نصرف دیکھئے پیرِ مغال کا اس نفس پر
جسے ہم خشتِ خم سمجھتے زاہد کی جسبیں نکلی

عطیہ حضرت شوق متدوائی

ترے عاشق نے پیرِ تیر کھا کر آہ کی ناعن
نہ کیوں کجنت کے منہ سے مدائے آئینہ نکلی

عطیہ حضرت نوح ناروی

رہا عالم یہ بحرِ غم میں میری کشتیِ دل کا
کین سیٹھی کیں ابھری کہیں ڈوبی کیں نکلی



غزل

اُس شے پہ ناز کیا جو نہو اختیار کی بنیاد دیکھ ہستی بے اعتبار کی
 ہی اُس کی شان اور سوا اسکے کیا کہوں گنجائش ایک دل میں غم روزگار کی
 آئینہ خیال کی صورت نائیاں تصویر کھینچتی ہیں شباب ہزار کی
 پروا نہیں کسی کو بھی جلتا ہوں نامراد تصویر بن گیا ہوں چراغ مزار کی
 تابندہ ذرے خاک کے اتک ہیں ختم شوق اللہ کوئی حد ہے مرے انتظار کی
 اتک ہوائے شوق میں اٹھتا ہی بار بار ہمت بلند ہے مرے مشت غبار کی
 کس کو دماغ سیر چن لے صبا ہیاں سر میں بھری ہوئی ہی ہوا کوئے یار کی
 حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں یہ دلفریبیاں تگہ شرمسار کی

اللہ رے طبع شوق کی مشکل پسندیاں

دشوار تھی جو راہ وہی اختیار کی

اُس شے پہ ناز کیا جو نہ اختیار کی بنیاد دیکھ ہستی بے اعتبار کی

تجنہ میں زندگی ہے نہ موت اختیار کی
ہے زندگی کا آمد و رفت نفس چھوڑ

پھر کیا خوشی ہو ہستی بے اعتبار کی
اوقات کیا ہے ہستی بے اعتبار کی

ہستی سمجھ لے ہستی بے اعتبار کی
بنیاد دیکھ ہستی ناپائیدار کی

ہستی مٹے گی ہستی ناپائیدار کی
بنیاد دیکھ ہستی ناپائیدار کی

چند آتی جاتی سالیں ہیں وہ بھی شمار کی
ہستی ہی کیا ہے ہستی بے اعتبار کی

کل کائنات ہستی بے اعتبار کی
وہ شکل دم میں مٹ گئی جو اختیار کی

ہستی ہی کیا ہے ہستی بے اعتبار کی
دیکھ کا مخاطب بھی نہ تھا اور ”بنیاد دیکھ“ سے یہ ٹکڑا جو لگا یا گیا ہے غالباً بہتر ہے شفق

مقدم بنیاد کیا ہی ہستی بے اعتبار کی
ہستی کھلی ہے ہستی بے اعتبار کی

موقع عنصر دور کا نہ جگہ انکار کی
بدیہات کا پہلو اختیار کرنے سے دلیل زبردست اور لطف دو بالا ہو گیا۔ جواب

ہستی ہی کیا ہے ہستی بے اعتبار کی
ہستی ہے کوئی ہستی بے اعتبار کی

ہستی ہی کیا ہے ہستی ناپائیدار کی
ہو اُس پہ ناز کیا جو نہ اختیار کی

ص - مختصر

حسن - باقی - بخود دہلوی - بخود موہانی - دل - زمہری - شوق - صفی
نغمہ طباطبائی -

اگر

افضل

بزم

میاں

جگر

میل

ریاض

شاد

شفق

"

مضطر

ناطق

نواب

"

نیاز

دشت

یکتا

ہر اُس کی شان اور سوا اسکے کیا کموں گنجائش ایک دل میں غم روزگار کی

شان اُس کی ہر وسیع سوا اسکے کیا کموں
 اللہ رے حسن و عشق کی قدرت نائیاں
 قدرت خدا کی شان ہے پروردگار کی
 شان خدا ہے اور سوا اس کے کیا کموں
 یہ بھی ہے ایک شعبہ افسون عشق کا
 پھر کیا ہیں گر نہیں ہیں یہ قدرت نائیاں
 دنیا میں چھپر کہیں نہ ٹھکانا ملے اُسے
 دل شوق وصل یار سے اتنا بھرا کہ بس

دل کی بساط کیا پہ بھرے ہیں امید و یاس
 گنجائش کی شین مجھ اہلی ہے اور حزن موقوف نہیں اس لئے گرانا درست نہیں ایک کاف
 بھی گرایا نہیں جاسکتا وہ بھی اُردو ہونے کے سبب نہیں گر سکتا شفق
 وسعت کچھ اور دے تو مرے دلیں لے خدا
 اس میں جگہ نہیں ہے غم روزگار کی
 اعجاز عشق سے یہ ہوئی وسعت خیال
 چھوٹے سے دل میں بھیسے غم روزگار کی

سنت شعر ہے مستند و ناطق
 کیسے کہ شان حق کے سوا اس کو کیا کموں
 یہ بھی جناب عشق کا اعجاز ہے کہ ہے

بزم - بخود دہلوی - جلیل - دل - ریاض - شوق - صفی - نظم جالبانی - نواب -

حسن
 اطر
 فضل
 باقی
 بیابک
 بخود موہانی
 بگر
 زمہری
 مشاد
 "
 شفق
 "
 "
 حشر
 مہنظر
 ناطق
 نیاز
 وحشت
 یکرا

تصویر کھینچتی ہیں شباب بہار کی

آئینہ خیال کی صورت نمایاں

افضل
باقی

تصویر کھینچتی ہیں عروس بہار کی

چند الفاظ ہیں جس کے کوئی معنی نہیں۔ باقی

بزم
میاں

تصویر کھینچتی ہیں حنراں و بہار کی

تصویر کھینچتا ہوں شباب بہار کی

تصویر کھینچتی ہے شباب بہار کی

الند یہ خیال کی صورت نمایاں
آئینے میں وہ رنگ جوانی کا دیکھ کر

بجز دہائی
بگر

دل

تصویر کھینچتی ہیں حنراں میں بہار کی

ریاض

تصویر کھینچتی ہیں حنراں میں بہار کی

زہری

تصویر کھینچتی ہیں حنراں و بہار کی

شفق

شباب بہار کی ترکیب خوش نامیں اور بہار کی قید اسلئے مناسب نہیں کہ اس کے لوازم

"

پہلے مصرع میں نہیں ہیں شفق

"

تصویریں کھینچتی ہیں سراپائے یار کی

شوق

آئینہ جمال کی صورت نمایاں

مخمر

تصویر کھینچتا ہے شباب بہار کی

مضطر

تصویر کھینچتا ہوں نمود بہار کی

ناخن

تصویریں کھینچتی ہیں شباب بہار کی

دشت

رنگینیاں تصور آئینہ دار کی

یکتا

تصویر کھینچتی ہیں زمان بہار کی

ص - اطر

احسن - بجز دہلوی - جلیل - شاد - صفی - نظم طباطبائی - ثواب - نیاز -

پروا نہیں کسی کو بھی جلتا ہوں نامراد
تصویر بن گیا ہوں چراغِ مزار کی

جلتا ہوں سوزِ غم سے نہیں کوئی درد مند
جلنے کا کوئی ثبوت نہیں تھا اس لئے سوزِ غم بنا دیا۔ اہل
آئیں مزار گورِ غریباں میں آندھیاں
جلتا ہوں سوزِ غم سے وہ حسرت نصیب ہوں
چونکہ چراغِ مزار سے حسرت نکلتی ہے اسلئے پہلے مصرع میں حسرت نصیبی کے دمغ نے
اس تشبیہ کو کامل کر دیا اور کی جاتی رہی۔ باقی

احوالِ دل یہ بعد فنا بھی ہے عشق میں
پرساں کہاں سے آئے مرے حالِ زار کا
دل جل رہا ہے سینہ سوزاں میں اس طرح
جلتا ہوں بزمِ یاد میں کس بیکسی کے ساتھ

افسردہ شمع جیسے کسی کے مزار کی
یہ متفرد است ہے۔ میں نے (جلتا) کو (جینا) پڑھا اس وجہ سے تقرر کیا خیر ایک تانیہ

زیادہ ہو گیا۔ رکھو چاہو نکال دو۔ زخمی
جیسا ہوں نامراد ولیکن مزارِ شکر
پروا نہیں کسی کو جلوں یا یوہیں بھجوں
خاموش جل رہا ہوں کچھ ایسا پس فنا

یہ مصرع چہاں ہے اور اس مصرع سے بہتر ہے غور سے دیکھئے کتنا اچھا ہو گیا ہے۔ شفق
دفن ہے گھر مرا کہ میں سوزِ فراق سے

سوزِ دمنائیں اتنی مری ہست و بود ہی
ہوتا نہیں انہیں مرے جلنے کا کچھ فتنہ
پرساں نہیں کوئی مرے سوزِ دگداز کا

اہل
انہیں
باقی
بیک
بجودِ دہائی
مگر
دل
سایہ
زہری
شاد
شفق
شوق
عشر
مضطر
کینا

احسن - بزم - بخود ہوی - جیل - صفی - ناطق - نظم - مطالبائی - نواب - نیاز - وحشت -

تائبندہ ذرے خاک کے ایک ہیں چشم شوق اللہ! کوئی حد ہے مرے انتظاری کی

ہر ذرہ اپنی خاک کا ہے شکل چشم شوق ہم مٹ گئے مٹی نہ ہو سس انتظار کی
ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق اللہ! کوئی حد بھی ہے اس انتظار کی

تائبندہ بیکار تھا اور بندش بھی مضطرب تھی اس لئے اس کو چست کر دیا۔ آملہ
ہاں یہ سمجھ کے کوئی کرے آرزو سے وصل ہر ہر گھڑی بلا ہے شب انتظار کی

خاک کے ذروں میں تائبندگی کا سبب ظاہر نہیں کیا گیا۔ باقی
ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہی چشم شوق آئندہ ہی کوئی حد بھی مرے انتظار کی

خوب ہی - بزم
ایک ایک ذرہ خاک کا میری ہے چشم شوق
ذرے بھی میری خاک کے بیاب ہی رہے

ذرے جو میری خاک کے ہیں چشم شوق ہیں
ہر ذرہ خاک دل کا ہے تصویر چشم شوق

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق
نکتے ہی نکتے راہ کو آکھیں ہوئیں سپید

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق
ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق
ذرے بھی چشم شوق بنے ہیں فنا کے بعد

ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہی چشم شوق
عدائی اور زور و غلط ہے علاوہ اس کے خاک کی نفیم بھی ٹھیک نہ تھی۔ نواب

ذرہ میں خاک قبر کے ہے نور چشم شوق
نیاز

احسن
اہل
•
افضل
باقی
•
بزم
بیاب
بخود ہوی
بگر
دل
رایین
وہری
شوق
شوق
عشر
مضطرب
نواب
•
نیاز

مآبندہ فے خاک کے اب تک ہیں چشم شوق
اللہ! کوئی حد ہے مرے منتظر کی
ہر ذرہ میری خاک کا اب تک ہے چشم شوق
ص - بزم -

یمن

بخود دہوی عین بشاد صفی - نظم طالعائی - وحشت -

اب تک ہوئے شوق میں اٹھتا ہوں بار بار
ہمت بلند ہے مرے مشت غبار کی

افضل

آئے تو مخ پہ ڈال کے آئے کوئی نقاب

بزم

”اٹھتا ہے بار بار“ اس میں پہلو اچھا نہیں - بزم

”

اب تک ہوئے شوق کا اکیلے مسروق ہوں

پیشک

ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

رہ رہ گیا پہنچے یہ دامن یا ر تک

بخود موہائی

باز پہنچے ہوئے متنا ہے آج تک

جگر

پہنچا گیا بام یا ر تک ایک دن منور

دل

پس پس کے راہ عشق میں اٹھتا ہے بار بار

ریاض

اٹھ کر تری گلی سے نہ چھا جائے چرخ پر

شاد

ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

آنکھوں میں خاک - اٹھ کے کمان تک پہنچ گیا

شفق

پہنچے گا اڑ کے گوشہ دامن یا ر تک

شوق

اب تک ہوئے شوق میں اڑتا ہے بار بار

مضطر

ہمت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

بناتا ہے جستجوے تجلی میں سوئے عرش

وحشت

مستلزم

اب تک ہوئے شوق میں ہے گرم جستجو

یمن

گرم یعنی مستعد - تیار - آمادہ - مصروف بھی آیا ہے - ذوق فرمانے ہیں ۵

کونسا سوختہ جاں صبح سی ہی گرم نفاں
کہ ہوا آتی ہی کو چہ سے تڑپ لگرو گرم

ص - اطر - زمہری - محشر -

احسن - باقی - بخود دہلوی - جلیل - صفی - ناطق - نظم طباطبائی - نواب - نیاز -

کس کو دماغ سیر چین لے صبا بیاں
سرس بھری ہوئی ہے ہوا کوئے یار کی

ہوتا ہے جا کے غلہ میں کب مشر دیکھیے
سیر چین کا کس کو بیاں لے صبا دماغ
گلزار حسد میں بھی دل اپنا داس ہی
کس کو ہوائے سیر چین لے صبا بیاں
کس کو دماغ سیر چین لے صبا بھپسیر

سرس بیاں بھری ہے ہوا کوئے یار کی
سرس میں ہوا سانی ہے جب کوئے یار کی

اب وہ دماغ سیر چین لے صبا کساں

دماغ اردو میں معنی آب برداشت بھی مستعمل ہے۔ غالب ۵
مجھے دماغ نہیں خندہ ہا لے بیجا کا

ص - اطر - بیباک - یاض - محشر - مضطر -

احسن - بزم - بخود دہلوی - بخود موہانی - جلیل - دل - شوق - صفی - ناطق -

نظم طباطبائی - نواب - نیاز - وحشت -

حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں
یہ دلفریبیاں نگہ شرمسار کی

دامن سیمے یتیمی میں بے چین کر کے ہاتھ
حسرت کے ساتھ سارے گئے بھی ٹانگیں
دل پر گرا رہی ہیں قیامت کی بلبلیاں
کیا شکوہ فراق کہ کچھ کہنے بھی تو دیں
: کیا خوب شعر کہا ہے ماشاء اللہ - بزم

بیباکیاں تری نگہ شرمسار کی

افضل

باقی

مگر

زمہری

شد

شوق

یکتا

"

آرزو

اطر

افضل

باقی

بزم

حسرت کے ساتھ خون شکایت بھی کر گئیں یہ دلفریبیاں نگہ شرمسار کی

شکوے کے ساتھ حسرت دل کا بھی خون ہوا

اُت۔ دل فریبیاں نگہ شرمسار کی

وہ۔ دل فریبیاں نگہ شرمسار کی

وہ۔ دل فریبیاں نگہ شرمسار کی

یہ شکوہ سبجیاں نگہ شرمسار کی

یہ عذر خواہیاں نگہ شرمسار کی

آپ کے مصرع میں غور کے بعد۔ ترمیم شدہ لفظ سے۔ یہ دل فریبیاں نگہ شرمسار کی بنتا۔

معلوم ہوا۔ یہی رکھے گا۔ دل

صبح شب وصال۔ مری جان۔ لینگلی جان

شکووں کا بھی نہ خون کریں حسرتوں کے ساتھ

صبح شب وصال۔ مرے دل سے پوچھئے

بات مرے کی نہیں نکلی تھی۔ معشوق کی نگہ شرمسار کا لطف اب دیکھئے۔ شفق

خوب شعر ہے۔ محشر

کرتی ہیں آرزوئے شکایت کا خون۔ بھی

یہ جاں ستائیاں نگہ شرمسار کی

”جاں ستائی“ میں ”دلفریبی“ کا مفہوم بھی موجود ہے۔ اور خون کرنے کی استعداد بھی

ظاہر ہوتی ہے۔ اچھا شعر ہے۔ نیاز

کرتے ندینگی شکوہ جو رجعتا مجھے

وہ دل فریبیاں نگہ شرمسار کی

ص۔ بیباک۔ محشر۔ مضطر۔

احسن۔ بخود دہلوی۔ زمہری۔ شوق۔ صنفی۔ ناطق۔ نواب۔

بخود مولانی

بگر

بلبل

دل

”

”

”

”

ریاض

شاد

شفق

”

”

محشر

نظم بلبلانی

نیاز

”

”

”

رحمت

یکنا

اللہ رے طبع شوق کی مشکل پسندیاں دشوار تھی جو راہ وہی اختیار کی

اگر

۴

۴

۴

جگر

ریاض

سجاد

شوق

۴

جاتے ہیں بتکدہ کو حرم کی طرف سے شوق

مقطع میں اصلاح کی ضرورت نہ تھی محض شعر کو عاشقانہ و رمانہ رنگ میں

لانے کے لئے مصرع بدل دیا ہے جو مصرع آپ کو پسند ہو وہ رہنے

دیجئے۔ اطر

دشوار جو زمیں تھی وہی اختیار کی

لے شوق دل نے راہ غلط اختیار کی

جو سب سخت تھی وہی راہ اختیار کی

جانا تھا کوئے زلف سے اس کو الگ الگ

عشق کمر میں ہو گیا مشکل پسند میں

عشق دہن میں ہو گیا مشکل پسند میں

ص - افضل - بیباک - مضطر - دشت - یکتا -

احسن - باقی - بزم - بیخود دہلوی - بیخود موبانی - جیل - دل - زمہری - شوق

صفی - محشر - ناطق - نظم طباطبائی - نواب - نیاز -



مقام افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان آخر نہ اُسکے واسطے دل سے ترے دو گرز میں بکلی

نہ دی اس کو جگہ کوچے میں جس نے جان ہی اپنی
مقام افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان اپنی
بلا سے جان دیکر ہم ہوئے دفن اُسکے کوچے میں
دل سے زمین نکلتا اچھا نہ تھا شفق

ریاض
سائل
شفق
شوق
صافی
فانی
نوح

ترے دل سے نہ اُسکے واسطے دو گرز میں بکلی
نہ کوچے میں ترے اُس کے لئے دو گرز میں بکلی
مقام افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان اپنی
مقام افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان اپنی

ترے کوچے میں کب اُسکے لئے دو گرز میں بکلی

نیازِ قلمرو (بے معنی)

ص - غریزہ

بزم - بخود دہلوی - جیل - دشت -

بالآخر بے زبانی پردہاں زخمِ بسل کی زبان تیر قاتل سے صدائے آفرین بکلی

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین بکلی
زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین بکلی

اظم
بیابک
بخود موہانی
دل

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین بکلی

دہان زخم سے بسل نے دی جب دادِ قاتل کو
خوشی پردہاں زخم کی پیارا گیا حسرت
دل در دا شتنا کو وقت ایذا پاکے مقتل میں
لب زخم جگر سے موج قاتل سن کے مقتل میں

دہان زخم بسل سے صدائے آفرین بکلی

لیا کام اس طرح قاتل نے اپنے دست نازک سے
سکوت و بے زبانی پردہاں زخم بسل کی
دہان زخم بسل بے زباں تھا واہ کیا کستا
ترے عاشق نے تیرا نہ رکھ کر آہ کی ناعق

زبان تیغ قاتل سے صدائے آفرین بکلی

نہ کیوں کجبت کے منہ سے صدائے آفرین بکلی

ریاض
سائل
شفق
شوق

عزل

ہستی کا کچھ آسرا نہیں ہے
 پیہم ناکامیوں کے ہاتھوں
 ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت
 اندازہ شوق کیا بتاؤں
 دل بھینک کے یہ کہا بصدناز
 ہم جرم وفا کے ہیں گنہگار
 دل اور طریق عشق ہُشیار
 ہی اُس کا فراق جان لیوا
 دل میرا مچھی کو بھپیہر تاجا
 اب کھو نہ ہاتھ رکھ کے دل پر
 کشتی کا خدا تو ہی نگہباز
 بجا ہے ہزار اُن کا شکوہ
 ہر قطرہ بجائے خود ہے دریا
 اللہ! ہی اک ترا سسارا
 دل کھونکے بھی باز عشق سے آ
 دوزخ ہے بہارِ مہشتِ جنت
 یہ نقش تو دیر پا نہیں ہے
 دل میں کوئی مدعا نہیں ہے
 تجھسا کوئی دوسرا نہیں ہے
 بس حد ہی کہ انتہا نہیں ہے
 کچھ بھول یہ خوش نما نہیں ہے
 جو ظلم ہونا روا نہیں ہے
 رہزن ہے یہ رہنا نہیں ہے
 جینے کا کوئی مزا نہیں ہے
 ظالم ترے کام کا نہیں ہے
 بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے
 کیا ڈر ہے جو نا خدا نہیں ہے
 یہ کون کئے مجب نہیں ہے
 کیا جانے جو آشنائیں ہے
 اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے
 نادان ابھی کچھ گیا نہیں ہے
 ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

اے شوق تم اپنے دکھو سمجھاؤ

اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

ہستی کا کچھ آسرا نہیں ہے یہ نقش تو دیر پا نہیں ہے

ہستی کے لئے بقا نہیں ہے بنیاد یہ دیر پا نہیں ہے
فانی کو کبھی بخت نہیں ہے

ناحق کو مٹا ہوا ہے اس پر ہستی کے لئے بقا نہیں ہے
اس گل میں بود و فنا نہیں ہے دوسرے مصرع میں "تو" حشو ہے اس کا بھنا ذوق سلیم پر موقوف ہے۔ باقی

ہستی کی طرف نظر نہ ڈالو ہستی کو تری بختا نہیں ہے
کچھ نقش یہ دیر پا نہیں ہے کچھ نقش یہ دیر پا نہیں ہے
یہ نقش بھی دیر پا نہیں ہے بغیر کچھ کے بھی مصرعہ موزوں ہو جاتا ہے اگر ہستی کی بائے تختانی پر ذرا زور دیکر پڑھئے
آپ کا جی چاہے تو کچھ کو کہئے دیجئے۔ اختیار ہے۔ شفق

بنیاد یہ دیر پا نہیں ہے ہستی میں کوئی مزا نہیں ہے
اور ہے بھی تو دیر پا نہیں ہے ص - شوق - یکتا

احسن - بزم - بیباک - بخود دہلوی - بخود موبانی - ثاقب جلیل - دل - ریاض
سائل - غزیر - فانی - ذواب - فوج - وحشت -

پیہم ناکامیوں کے ہاتھوں دل میں کوئی مدعا نہیں ہے

پیہم ناکامیوں کے خاطر مدت ہوئی ترک آرزو کو
ناکامی عشق تیرے ہوتے

آرزو

آزاد

"

اگر

باقی

"

بگر

دلیر

شاد

شفق

"

سفی

معطر

آزاد

اگر

بگر

بیہم ناکامیوں کے ہاتھوں دل میں کوئی مدعا نہیں ہے

بیہم ناکامیوں کے باعث

باقی کوئی مدعا نہیں ہے

کچھ بھی مراد عا نہیں ہے

ایسا خاموش ہوں کہ گویا

ناکامیِ بخت کے سبب سے

ص۔ ریاض صفی۔ دشت

احسن۔ آرزو۔ باقی۔ بزم۔ بیابک۔ بخود دہلوی۔ بخود موہانی۔ ثاقب جلیل

دل۔ سائل شفق۔ غزیر۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ یکتا۔

ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت تجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے

ہر ذرہ ہے خود نمائے ہستی

ہر ذرے سے کہ گیا ہے کوئی

ذرے میں چہا ہی ہر تار باں

ہر ذرے سے کہ رہی ہے نخوت

حقاً! کہ یہ کھل گئی حقیقت

اگر ہمہ دوست کی بنا پر ہے تو یوں بنا دیجئے۔ ریاض

ہر شے سے یہ کہتی ہے حقیقت

یا ذرہ ہے دیکھے اس سے زیادہ میں نہیں سمجھ سکا۔ ریاض

ہر ذرے کی ہی صدا جگ کر مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے

آپ کا شعر بہت ہی معمولی ہے کوئی بات نہیں۔ شوق

کتنا ہی یہ ایک ایک ذرہ مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے

ہر ذرہ سے آتی ہے یہ آواز

دلیر
شاد
شوق
نوح

آلاد
بخود موہانی
جگر
دل
دلیر
ریاض
"
"
شاد
شوق
نوح
یکتا

ص - آندو - اطر نرم - بیباک - بنجود دہلوی - ثاقب صفتی - غریزہ فانی -
احسن - باقی جلیل - سائل شفق - مضطر - نواب - وحشت

اندازہ شوق کیا بتاؤں بس حد ہی کہ انتہا نہیں ہے

قالب میں دل اب رہا نہیں ہے
جب شوق کی انتہا نہیں ہے
اس کی کوئی انتہا نہیں ہے
یہ حد ہے کہ انتہا نہیں ہے
یہ جان لو انتہا نہیں ہے

اندازہ شوق کیا ہو ہدم

اتنا ہے کہ انتہا نہیں ہے
یہ حد ہے کہ انتہا نہیں ہے

اندازہ شوق کو نہ پوچھو

حد ہو گئی انتہا نہیں ہے
اتنا ہے کہ انتہا نہیں ہے
حد یہ ہے کہ انتہا نہیں ہے
بحد ہے کچھ انتہا نہیں ہے

اندازہ شوق کچھ نہ پوچھو

دل پھینک کے یہ کہا بصد ناز کچھ پھول یہ خوشنما نہیں ہے

دل پھینک دیامر ایہ کہہ کر
چٹکی سے مس کے دلوں بولے

یہ تعقید سلاست اور بے سانگلی کا خون کر رہی ہے - باقی

آرزو
اطر
نرم
بیباک
مگر
دل
دلیر
ریاض
شاہ
شفق
سزوق
فانی
یکتا

آزاد
اطر
باقی

دل پھینک کے یہ کہا بصد ناز کچھ پھول یہ خوشنما نہیں ہے

یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے

یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے

ستلزو

یہ پھول تو خوشنما نہیں ہے

ستلزو

صد چاک ہی خوشنما نہیں ہے

دل لے کے مرا کہا کہ یہ پھول

دیکھا مرا دل غ دل تو بولے

دل توڑ کے یہ کہا بصد ناز

دل پھینک کے ناز سے وہ بولے

دل پھینک کے بولے ناز سے وہ

دوون مصرعوں میں یہ کی تکرار اچھی نہ تھی۔ بعد زیں کو نہ بعد اپن تھا۔ ریا من

ہے پھول پہ خوشنما نہیں ہے

کس کا دل پھینک کے کہا ؟ اور بغیر دلع کے پھول بھی خوشنما نہیں تھا۔ شفق

کیا دوں دل دامن داران کو

دل لے کے وہ پھینک دیگا آخر

دل پھینک کے یوں کسی کا کہنا

ستلزو

دل پھینک کے بولے مسکرا کر

دل پھینک کے کہ رہا ہی کوئی

دل لے کے یہ ہو رہا ہی ارشاد

حسن۔ آرزو۔ دلیر۔ سائل۔ معنی۔ مضطر۔ وحشت۔

بانی

بنم

میاک

یخود ہوی

یخود ہوانی

نائب

سبک

مجلس

دل

ریاض

ہ

ستاد

شفق

ہ

شوق

غریب

لانی

قواب

فنی

کینا

ہم جرم و ناک کے ہیں گنگار جو ظلم ہونا روا نہیں ہے

ہاں جرم و ناک ہوا ہے ہم سے

جو ظلم ہو وہ جفا نہیں ہے

ہم مہر و وفا کے ہیں گنگار

ظلم آپ کا ناروا نہیں ہے

ہر سخن کا مقصد کہ تجھ سے

ص۔ اطہر۔ نرم۔ بیباک۔ ریاض۔ دشت۔ یکتا۔

آزاد۔ باقی۔ بخود دہلوی۔ بخود موہانی۔ ناقب۔ دل۔ دلیر۔ سائل۔ رشاو

صفی۔ غریزہ۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ نورح۔

دل اور طہریں عشق ہشیار رہن ہے یہ رہنا نہیں ہے

دل خضر طہریں کیا بنے گا

دل پر جو یہ اعتبار لے شوق

دل ساتھ دے کیا رہ طلب میں

رہن ہے رہنا نہیں ہے

مفعولن فاعلن فاعلن

لے رہو عشق دل ہی ہشیار

یہ مصرع اچھا ہے آپ کے مصرع میں دو قات ثقات تھے اور شین بھی دونوں قریب نہیں شفق

دل عشق کے داؤ میں نہ آنا

یاں خضر بھی رہنا نہیں ہے

کون رہن ہے؟ اگر عشق ہے تو یہ معنوں ٹیک نہیں ہے پھر ”طہریں عشق“ کی بندش سے عشق

کا مشا را لہ ہونا صاف نہیں۔ نواب

آرزو

بگر

جیل

شفق

شوق

آرزو

بخود موہانی

جیل

رشاد

شفق

م

مضطر

نواب

م

م

ص - اطر - بیباک - جگر - ریاض - غزیر
احسن - باقی - بزم - بخود ہلوی - ثاقب - دل - دلیر - سائل - شوق - صفی - فوج
دشت - کیا -

ہی اس کا سراق جان لیوا
جینے کا کوئی مزا نہیں ہے
ستلرڈ

جینے کا ذرا مزا نہیں ہے

بھور کی زندگی بھی ہے موت
فرقت میں ہے ہر گھڑی کا مرنا
ہی اس کا سراق دشمن زلیست
ستلرڈ
اے داسے، ہجوم تلخ نامی

جینے کا اب اسرا نہیں ہے

جب تک نہ مرے کسی حسیں پر
ہی اس کا سراق دشمن جاں
ہی عجب میں تلخ زند گانی
جب ہجر ہتی اک میں تو لے جان
مرنے کا نہ ہو جو لطف لے خضر
شعر کا بہ بھادی کر دینے کو مصرعہ لگا دیا ورنہ آپ کا مصرعہ غلط نہ تھا شفق
مر لیں کہیں حسن پر کہ یوں تو
ستلرڈ

جس روز سے تم جدا ہوئے ہو
یہ عشق پھر اس پہ ہجر جاں سوز
:

آزاد

احسن

آزاد

اطر

باقی

بخود ہلوی

ثاقب

جگر

زیل

دلیر

ریاض

شاد

شفق

"

شوق

فانی

مصطر

فوج

بزم - بیباک - بخود دہلوی - دل - سائل - صفی - غریز - نواب - وحشت - یکتا -

دل میرا مجھی کو پھیرتا جا
ظالم ترے کام کا نہیں ہے

جب یہ ترے کام کا نہیں ہے
”ظالم“ جس لفظ کے معنی دہنی کوئی خاص فائدہ نہ دیں اس کا لانا بے سود - آرزو

دل پھیر کے میرا جھکے بولے

یہ دل تو ہے داغدار الفت

مظلوم یہ دل ہی پھیرے تو

آشفہ ہے بقیار ہے دل

جھکے تو پھیرے مرا دل

دل مانگ ہے ہنس رہا ہے مجھے

مسلمو

ناکام ازل ہے دل ہمارا

دل میرا مجھی کو پھیر دیجئے

حسن - آزاد - بزم - بیباک - بخود دہلوی - ثاقب - جلیل - دل - سائل - شاد - شفق - صفی - غریز

مضطر - نواب - وحشت -

اب دیکھو نہ ہاتھ رکھ کے دلیر
بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے

سانس آئی تو کیا نہ آئی تو کیا

دیکھیں نہ وہ ہاتھ رکھ کے دلیر

لو دیکھ لو ہاتھ رکھ کے دل پر

کیا دیکھتے ہو تریب آکر

اب کیا کہتے ہو نبض پر ہاتھ

آرزو

=

اظم

باتی

جگر

دلیر

ریاض

شوق

قانی

فوج

یکتا

آرزو

حسن

آزاد

اظم

باتی

ابن کھونہ ہاتھ رکھ کے دل پر بیمار میں کچھ رہا نہیں ہے

وقت نزع بیماری بغض پر ہاتھ رکھتے ہیں نہ کہ دل پر۔ بانی

اب دیکھئے آئے بھی تو کیا آئے

کیا دیکھ رہا ہے چارہ منہ مرا

مسدود ہے دم کی آمد و شد

چل کر اسے دیکھ لیجئے آپ

کہتے ہیں وہ ہاتھ رکھ کے دل پر

تم بغض پہ ہاتھ رکھ کے دیکھو

تم آپ بھی ہاتھ رکھ کے دیکھو

کیا دیکھئے گا بغض وہ مسیحا

رہا نہیں ہے۔ کی تعقید بُری ہے۔ شوق

نالوں ہے مگر صدائیں ہے

یہ صفت مرین عنہم کا دیکھو

کیا دیکھ رہے ہیں آپ بغضیں

اب دل پہ نہ ہاتھ رکھ کے دیکھو

تم پہننے دو اپنی یہ عیادت

بالیں سے اٹھتے یہ کہہ کر احباب

ص۔ ریاض۔ سائل۔ وحشت۔

بیباک۔ بخود دلوئی۔ جلیل۔ معنی۔ نواب۔ بکنا۔

کشتی کا خدا تو ہے نگہباز کیا ڈر ہے جو نا خدا نہیں ہے

نہ کوئی بات ہے نہ اثر ہے پھر کیا فائدہ۔ آرزو

تسلّم

بانی

بزم

بخود مودانی

ثاقب

جگر

دل

دلیر

مشاد

شفیق

شوق

”

عزیز

فانی

مقطر

نور

آندو

کشتی کا خدا تو ہے نگہاں کیا ڈر ہے جو نا خدا نہیں ہے

کیا خوف جو نا خدا نہیں ہے

جس کا کوئی نا خدا نہیں ہے

کیا غم ہے جو نا خدا نہیں ہے

ہر حسد کہ نا خدا نہیں ہے

اُس ناوکا ہے خدا نگہاں

ص - اطر - ثاقب - جگر - ریاض - صفی - مضطر -

احسن - آزاد - باقی - بزم - بیباک - بخود دہلوی - جلیل - دل - دلیر - سائل

شوق - غریزہ - فانی - نواب - یکتا -

یہ بجا ہی ہزار اُن کا شکوہ یہ کون کہے بجا نہیں ہے

یہ بجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

یہ بجا ہی اُن کی ہر شکایت

یہ بجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

ہر چند بجا ہے اُن کا شکوہ

پھر بھی یہ گلا بجا نہیں ہے

پہلے مصرعہ کا مطلب میں نے نہیں سمجھا - کیا معشوق آپ سے شکوہ کرتا ہے؟ یہ تو الٹی بات

ہے اس کی بھی تصریح نہیں کہ وہ شکوہ کس امر کے متعلق کرتا ہے تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ یہ شکوہ

معشوق کے مناسب حال ہے باقی

یہ بجا ہوں ہزار اُن کے

یہ بجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

یہ بجا ہی سہی عتاب اُن کا

یہ بجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

یہ بجا ہو ہزار اُن کا شکوہ

شاد

شفیق

نورج

جھٹ

آرزو

آسن

آزاد

اطر

باقی

،

،

،

بیباک

ثاقب

جگر

جلیل

یہ کون کے بجا نہیں ہے ہزار اُن کا شکوہ

دل
ریاض
شفق
غریز
نوح
یکتا

یہ بجا ہی سہی کسی کا شکوہ
اُن کا شکوہ ہو لاکھ بجا
یہ بجا بھی اگر ہوان کا شکوہ
یہ بجا ہی سہی کسی کا شکوہ
یہ بجا بھی ہو آپ کی شکایت
یہ جاسی اُن کا شکوہ لیکن

ص۔ سائل۔

بزم۔ بخود دہلوی۔ بخود موہانی۔ دلیر۔ شاد۔ شوق۔ صفی۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ وحشت

ہر قطرہ بجائے خود ہے دریا کیا جانے جو آشنا نہیں ہے

آرزو
شاد
شفق

ماشاء اللہ۔ آرزو

کیا سمجھے جو آشنا نہیں ہو

دریا کی ہے قطرے میں سمانی

ص۔ آرزو۔ اہل۔ بزم۔ بیباک۔ جگر۔ ریاض۔ سائل۔ صفی۔ یکتا۔

احسن۔ آزاد۔ باقی۔ بخود دہلوی۔ بخود موہانی۔ ناقد۔ جلیل۔ دل۔ دلیر۔
شوق۔ غریز۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ نوح۔ وحشت۔

اللہ! ہے اک ترا سہارا اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

احسن
آرزو
آزاد

یہ قافیہ اسی معنوں کے ساتھ مطلع میں ہو چکا ہے مکرار فضول ہے۔ احسن

یہ نظم ہے شعر نہیں ہے۔ آرزو

اللہ کا ایک ہے سہارا اور اب کوئی آسرا نہیں ہے

اللہ! ہے اک ترا سہارا اب کوئی بھی آسرا نہیں ہے

اک یاد تہاری آسرا ہے جس کا کوئی آسرا نہیں ہے
یارب ہی بس اک ترا سہارا
ستلزد

اللہ کا ہے فقط سہارا
اللہ کو کب پکارتا ہوں
موموم ہے زندگی فانی
ہاتھ اُس نے ستم سے بھی اٹھایا
ہمد کس آس پر جین ہم
ستلزد

اللہ کا اُس کو ہے سہارا
بہت ہی معمولی بات ہے۔ شوق
ستلزد

ص۔ اطہر جگر۔ ریاض۔

سائل۔ شاد۔ مصفی۔ فانی۔ مضطر۔ نواب۔ فتح۔ دشت۔ یکتا۔

دل کھو کے بھی باز عشق سے آ نادان ابھی کچھ گیا نہیں ہے

ستلزد
دل کھو کے بھی عاشقی سے باز
دل کھو کے بھی عشق میں سنبھل جا
دل کھو کے بھی عاشقی سے باز
دل کھو نہ کسی کی جستجو میں

باقی

ہزم

میابک

بجود ہوی

بجود ہوانی

شاقب

جلیل

دل

دایر

شفیق

شوق

عزیز

آرزو

آواز

ظہر

بجود ہوی

دل

دل کھو کے بھی باز عشق سے آ
نادان ابھی کچھ گیا نہیں ہے

ثانی

ریاض

شفق

شوق

شوق

فانی

مضطر

نوح

دل کھو کے سمجھ فریب الفت

آعشق سے باز کھو کے بھی دل

پہلے مصرعہ میں تعقید اور دوسرا مصرعہ اچھا نہیں ہے مضمون بھی معمولی ہے۔ قلمزد شفق
تعقید بُری ہے۔ کچھ نہیں گیا ہے۔ زبان یوں ہے۔ کچھ گیا نہیں ہے میں تعقید ناقص پڑتی ہے۔ شوق
دیکھ کوئی نزاکت اُس کی رفتار میں نقش پائیں ہے

متلذذ

متلذذ

دل لے کے وہ کہتے ہیں کہ ہنسا

ص۔ بزم۔ جگر۔ سائل۔

احسن۔ باتی۔ بیباک۔ بخود دہلوی جلیل۔ دلیر و شاد۔ صفی۔ عزیز۔ نواب
و جنت۔ یکتا۔

دورخ ہر بہار ہشت جنت
ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہر

الہ

بانی

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہم ہیں تو وہ ہم میں ہی بہر حال

دورخ مبتدا ہے یا بہار ہشت جنت؟ اگر دورخ ہے تو اُس کو بہار جنت کیونکر کہیں گے ہاں
کہہ تے ہیں کہ دورخ دورخ میں بھی ہے بہار جنت۔ اور اگر بہار مبتدا ہے تو اُس کو دورخ کہیں گے
کہیں۔ علاوہ وجہ مذکور کے معنی شعر بھی خطا ہو جائیں گے کیونکہ معشوق کی عدم موجودگی میں اللہ
جنت کو دورخ کہہ سکتے ہیں لیکن آپ کا دوسرا مصرعہ آپ کے ساتھ معشوق کی موجودگی ثابت
کر رہا ہے۔ پھر شعر کے معنی کیا ہوئے؟ املاح ملاحظہ کیجئے دورخ کو جواب ہشت جنت کہا گیا ہے
کیوں؟ اس لئے کہ معشوق میرے ساتھ ہر وقت ہر وہ ہم سے کہیں جدا نہیں ہے ہاں
دورخ ہے جواب ہشت جنت

دونخ ہے بہارِ ہشتِ جنت ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے

دونخ بھی ہر شکِ ہشتِ جنت
ہم سے وہ کہیں الگ نہیں تھا
خلوت ہو کہ آئین کا عا لم

ہم سے وہ اگر جدا نہیں ہے
دونوں مصرعوں میں ایسا مقول ربط نہیں ہے کہ بیاختہ فہم میں آئے اور دعوے کا ثبوت
بالکیرہ نہیں۔ مسترد۔ شفق

مسترد

مسترد

مسترد

دونخ بھی بہت ہے ہماری
”کہیں“ کے باعث بندش کو زیادہ چست کرنا پڑا۔ ثواب
ص۔ بیباک۔ ناقب۔

احسن۔ آرزو۔ آزاد۔ بزم۔ بخود دہوی۔ جلیل۔ ریاض۔ سائل۔ شاد۔ صنفی۔
عزیز۔ نوح۔ وحشت۔ یکتا۔

اے شوق تم اپنے دل کو سمجھاؤ اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

اچھا ہو مرین عشق کیا شوق
ظالم سے امید رہے شوق
اے شوق تم اپنا دل سنبھالو
اے شوق تم آپ کو سنبھالو
اے شوق سمجھ لو چھوڑ دو عشق

بخود موبانی

جگر

دل

دلیر

شفق

۔

شوق

فانی

مضطر

نواب

۔

احسن

آرزو

آزاد

۔

الہر

لے شوق تم اپنے دل کو سمجھاؤ اس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

وہ جس کی دوا نہیں ہے

سمجھاؤ تم اپنے دل کو لے شوق

لے شوق یہ درد عشق تو بہ

دل دیکے سمجھ لے ہم لے شوق

لے شوق جو دلیں ہی تمہارے

”سمجھاؤ“ تو نہیں صرف سمجھاؤ البتہ ہوتا ہے بخور سے پڑھ کر دیکھئے اور مصرعہ خوب چسپاں نہیں

سہا پہل دنا بہتر ہے دیکھئے بہ لانا ہوں !!

سکتے ہیں درد دل جیسے شوق اُس درد کی کچھ دوا نہیں ہے

جس درد میں مبتلا ہی سائل

چارہ نہیں مہر کے سوا شوق

مستلزم

لے شوق بُرا ہی شوق اُفت

لے شوق عبث ہی جا پڑ جونی

ص۔ بیخود موبائی، جگر، ریاض، وحشت

بزم، بیباک، بیخود دہلوی، جلیل، دیر، سائل، صفی، غزنی، نواب



باقی
ثاقب
دل
مشاد
شفق
”
”
شوق
فانی
مفطر
نوح
یکتا

عطیہ حضرت حسن مارہروی

والستہ حق سوا خدا کے دلدادہ ماسوا نہیں ہے

عطیہ حضرت باقی غازی پور

دنیا میں یوں تو کیا نہیں ہے اک چیز مگر بقا نہیں ہے

عطیہ حضرت دلیر مارہروی

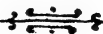
سینہ پہ تو ہاتھ رکھ کے دیکھو کیا ہی مجھے پائیں کیا نہیں ہے

عطیہ حضرت شوق قدوائی

سایہ بھی ہی گم۔ تم آؤ شب کو
تھا ایک ہی لے چکے جسے تم
جیتا ہوں میں غم سے گونہیں جان
یہ ضعف مریش غم کا دیکھو
یا دے مجھے داد اے خدا تو
دیکھے کوئی نزاکت اُس کی
میں چپ ہوں ادب سے اور وہ تو
یعنی کوئی دوسرا نہیں ہے
اب دل کوئی دوسرا نہیں ہے
مرتا ہوں میں گو قضا نہیں ہے
نالہاں ہی مگر صدا نہیں ہے
یا کہہ دے کہ تو خدا نہیں ہے
رفا میں نقش پائیں ہے
یعنی کوئی مدعا نہیں ہے

عطیہ حضرت مضطر خیر آبادی

قاصد خط شوق لے کے میرا جس دن سے گیا پتا نہیں ہے



غزل

اپنی شکل آئینہ رازِ محبت دیکھی حال دل جان گیا جس نے بھی صورت دیکھی
 ہوں وہ بلبلِ چمن دہر سے رخصت جو ہوا پتی پتی گل مقصد کی بحسرت دیکھی
 جان دی کہہ کے یہ مایوسِ سحر نے سرِ شام کس ستم دیدہ نے صبحِ شبِ فرقت دیکھی
 مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہی ذروں میں چپک حد نہ کوئی تری لے سوزِ محبت دیکھی
 وہ اثرِ دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھر آئے کشتہ یاس کی جس نے کبھی تربت دیکھی
 نور ہے دیدہ دل کا اثرِ مشقِ خیال بند آنکھوں سے ہمیشہ تری صورت دیکھی

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکشِ بیم و رجا

زندگی شوقِ تری قابلِ عبرت دیکھی

اپنی شکل آئینہ رازِ محبت دیکھی
حال دل جان گیا جس نے بھی صورت دیکھی

حال دل جان گیا اس نے جو صورت دیکھی

شکلِ عنم آئینہ رازِ محبت دیکھی
حیرت افزا کیں میری سی بھی حیرت دیکھی

بن گیا آئینہ جس نے مری صورت دیکھی
دو دیا غور سے جس نے مری صورت دیکھی
راز داں بن گیا جس نے مری صورت دیکھی

سمجھا عاشق مجھے جس نے مری صورت دیکھی
تم کو دیکھا جو کسی نے مری صورت دیکھی
آئینہ حال ہوا جس نے بھی صورت دیکھی

یہ ”بھی“ شہوہی شوق
شکل دیکھی مری تو شکلِ محبت دیکھی

ص امر مبارک - عزیز

باقی - بزم - بخود دہلوی - ثاقب جلیل - ریاض - سائل - صفی - فوج - وحشت

ہوں وہ بلبلِ چین دہر سے رخصت ہووا
پتی پتی گلِ مقصد کی بحسرت دیکھی

ہوں وہ بلبلِ چین دہر سے جب کوچ کیا

اس شعر میں محض استعارہ ہی اور کوئی لطف نہیں - باقی

تو نے کن آنکھوں سے صیاد وہ حسرت دیکھی
تو نے جو وقت اسیری نگہِ لبِ لب سے

ہوں وہ بلبلِ چین دہر سے وقتِ رخصت
میں وہ عاشق تھاگوں کا دم رخصت جس نے

ہوں وہ بلبلِ چین دہر سے وقتِ گلگشت
پتی پتی چمنستان کی یہ حسرت دیکھی

پتی پتی گلِ خنداں کی یہ حسرت دیکھی
پتی پتی چمنستان کی یہ حسرت دیکھی
ہوں وہ بلبلِ کہ نشیمن سے ہوا جب رخصت

جگر
دل
ریاض
شاد
شوق
شوق
فان
کینا

المر
باقی
بزم
ثاقب
جگر
دل
ریاض

ہوں وہ بلبل چمن دہر سے خصلت جو ہوا
پتی پتی گل مقصد کی بہ حسرت دیکھی

شفق
دشت
یکنا

جب چلا میں چمن دہر سے شبنم کی طرح
بلبل سوختہ قسمت نے چمن کیا دیکھا

حسرت کی ترکیب اردو میں پسندیدہ نہیں۔ فافہم۔ یکنا
ص۔ میابک۔ شوق۔ غریزہ۔
بچو دہلوی جیل۔ سائل۔ شاد۔ صفی۔ فانی۔ فوج۔

جان دی کہہ کے یہ مایوس سحر نے سرشا
کس ستم دیدہ نے صبح شب فرقت دیکھی

الہر
نائب
شفیق
فانی

مر گیا کہہ کے یہ ناکام محبت سرشام
اٹھ گیا بزم جہاں سے یہ سمجھ کر سرشام

شکر ہی میں نے نہ صبح شب فرقت دیکھی

بہت خوب ہی۔ فانی
ص۔ باقی۔ میابک۔ جگر شفق۔ غریزہ۔ فانی۔ دشت۔
بزم۔ بچو دہلوی جیل۔ دل۔ ریاض۔ سائل۔ شاد۔ صفی۔ فوج۔ یکنا۔

مٹے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہی ذروں میں چپ
حد نہ کوئی تری لے سوز محبت دیکھی

الہر
باقی
ء
۰

یہ کرامت تری اے سوز محبت دیکھی
»مر کے ہم خاک ہوئے« لگتے تو صبح تھا۔ مٹ نے کے بعد تو بے نشانی کا درجہ ہے
سوز اور چپک میں تلازم نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ اگر ذروں میں چپک ہے تو

ان میں سوز بھی ہو۔ باقی

دل کو پھونکا بھی تو کیا خاک۔ گھر اپنا پھونکا
نیاک ہو کر بھی چمکتے رہے دُورے دل کے

نائب

مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہیڑو نہیں چک
حد نہ کوئی تری لے سوز محبت دیکھی

مٹ کے ہم خاک ہوئے تو ہوئے ڈرے بھی شر
مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی چک درد میں نہ

کوئی حد تیری نہ لے سوز محبت دیکھی

سوز محبت کا کام ہی خاک کر دینا اور یہ خاک نام ہی خاک تیرا، خاک تیرے ڈروں کا چکنا خیال

میں نہیں آتا ہر حال درد کی چک زیادہ لطیف و نازک جدت کے ساتھ ہی۔ ریاض

خاک ہو کر نہ گئی تیری چک ڈروں سے لاگ دل سے تری لے درد محبت دیکھی

جل کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہیڑو نہیں چک
مٹ کے ہم خاک ہوئے پھر بھی ہیڑو نہیں شر

شعلہ باری تری لے سوز محبت دیکھی

طرفہ تاثیر تری سوز محبت! دیکھی

انتہا تیری نہ لے سوز محبت دیکھی

حد کوئی تیری نہ لے سوز محبت دیکھی

ص۔ بیابک۔ شوق۔

بزم، بخود دہلوی، دل، فانی، فوج، دشت۔

وہ اثر دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھر آئے
کشتہ یاس کی جس نے کبھی تربت دیکھی

اکثر شعرا نے ”پر“ کو ”پہ“ لکھنا چھوڑ دیا ہے آپ بھی نہ لکھا کریں تو بہتر ہو۔ باقی

وہ ہوا دل پر اثر آنکھوں میں آنسو بھر آئے

کشتہ یاس کی قاتل نے جو تربت دیکھی

اثر اس درجہ ہوا آنکھ میں آنسو بھر آئے

آنکھ اٹھا کر نہ کسی نے مری تربت دیکھی

فاتحہ کے لئے کیوں ہاتھ اٹھا نا کوئی

وہ اثر دل پہ ہوا خود بخود آنسو بھرتے

کشتہ یاس کی جس نے کبھی تربت دیکھی

وہ اثر دل پہ ہوا آنکھوں میں آنسو بھرتے

کشتہ یاس کی جس آنکھ نے تربت دیکھی

کشتہ یاس کی جس شخص نے تربت دیکھی

ص۔ اطر، بیباک۔ شوق۔ غریزہ۔

بزم۔ بخود دہلوی۔ ثاقب۔ طلیل۔ دل۔ سائل۔ معنی۔ فانی۔ فوج۔ وحشت۔

نور ہے دیدہ دل کا اثر مشق خیال

بند آنکھوں سے ہمیشہ تری صورت دیکھی

چشم دل مشق تصور سے ہوئی ہر روشن

نور آنسو و زہر ایسا اثر مشق خیال

عکس کی طرح تصور نے لیا آئینے میں

درد دل کھول دیا مشق تصور کے منار

نور دل نور بصر تیرے تصور میں بنا

نور ہے دیدہ دل کا چمن آرائے خیال

نور ہے دیدہ دل کا اثر ذوق خیال

ص۔ بزم۔ بیباک۔ ثاقب۔ جگر۔ فانی۔

بخود دہلوی۔ دل۔ سائل۔ شفق۔ معنی۔ فوج۔ وحشت۔

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکش بیم ورجا

زندگی شوق تری قابل عبرت دیکھی

موت سے کشمکش بیم ورجا ہی بدتر

مرنے بھی دیتی نہیں کشمکش بیم ورجا

فرہنے دیتی نہیں یہ کشمکش بیم ورجا

شاد

شفق

یکتا

اطر

میل

رباعی

شاد

شوق

غریزہ

یکتا

اطر

بانی

ثاقب

مرنے دیتی بھی نہیں کشمکش بیم درجا زندگی شوق تری قابل عبرت دیکھی

زندگی شوق کی باز پھر عبرت دیکھی

زندگی شوق کی بھی تابل عبرت دیکھی

جان پر شوق نئی روز مصیبت دیکھی

مرنے دیتی نہیں یہ کشمکش بیم درجا

زندگی کشمکش بیم درجا میں گزری

مرنے دیتی نہیں کیوں کشمکش بیم درجا

ص - بیباک - غریزہ - کتنا -

بزم - بخود دہلوی - جلیل - سائل - رشا و شفیق - صفی - فانی - فوج - وحشت -

بگر
دل
ریاض
ء
شوق

عطیہ حضرت ریاض خیر آبادی

شام ہی دیکھی نہ صبح شب فرقت دیکھی
آنکھ بھسرا آئی جو بیٹھی ہوئی تربت دیکھی

ہجر کی بات بُری رات بُری نام بُرا
سوچ کر آئے تھے تھکرا کے کرینگے پامال

عطیہ حضرت شوق قدوائی

چلتی پھرتی ترے کوچے میں قیامت دیکھی

وقت رفتار نی غریبی قامت دیکھی

غزل

یہ نشانِ پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے
ایسی کیا خوشخبری لائے ہوا کے جھونکے دل مسرت سے اچھلنے لگے دیوانوں کے
ہو چکی جامہ درمی بخیہ گری ہوتی ہے اے جنوں بس یہی دُشمن ہیں دیوانوں کے
دل نے کی ہم سودا جھک کے ملی اُس کی نظر رنگِ پنوں کے وہ ہیں اور یہ بگیاؤں کے
اک ذرا دیر کو ہو جائے خنجر بہ نیام امتحان ختم ہوئے ہوں جو گراں جانوں کے
شب کو ہی وحید بنے آبلہ پا کی جھلک جا بجا راستے روشن ہیں بیابانوں کے
کس جلے دل سے یہ اُف کی ترے دیوانے نے شمع ساں جلنے لگے غارِ بیابانوں کے
لختِ نختِ دل صد پارہ کی اُفِ ریشی ایک اک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں سچکانون کے

سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ بیبا اور درست

آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

یہ نشان پائے گئے گم شدہ دیوانوں کے ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریبانوں کے

ہاتھ آئے یہ نشان گم شدہ دیوانوں کے ٹکڑے کچھ اڑتے ہیں صحرائیں گریبانوں کے

اب نشان ملتے چلتے ہیں ترے دیوانوں کے
اب پتے ملتے چلتے ہیں ترے دیوانوں کے
جھنگڑے سب ہیں یہ ظالم ترے دیوانوں کے
نشان ہیں یہ ترے گم شدہ دیوانوں کے

روستے ہیں چاہتے دالے ترے دیوانوں کے
سب نشان ہیں یہ ترے گم شدہ دیوانوں کے
کچھ نشان پائے تو ہیں گم شدہ دیوانوں کے
مل گئے خوب نشان گم شدہ دیوانوں کے

نشان کس نے پائے؟ اور گریبانوں کے ٹکڑے کون لایا بالکل مبہم ہے نیگفتگی اور وضاحت
نہیں۔ خوشی ہی۔ شوکت

کیا یہ کچھ کم ہیں نشان گم شدہ دیوانوں کے پُرزے اڑتے ہیں بگولوں میں گریبانوں کے
دیوانے بھی صحرائیں گم ہوئے ہیں اور بگولے بھی صحرائیں ہیں ہوتے ہیں اب حسود دور ہو گیا
اور شعر کے تیور بدل گئے۔ شوکت

”آئے ہیں“ کا یہ عمل نہیں خود آئیں سکتے اور لانے والا آدمی ہو یا ہوا کسی کا ذکر نہیں ہے تینوں
ٹکڑے کچھ اڑتے ہیں صحرائیں گریبانوں کے

یہ نشان پائے گئے ہیں ترے دیوانوں کے
اور کچھ کھو ج تو چلتے نہیں دیوانوں کے

ص۔۔ بیباک۔ ریاض۔ سائل۔ وحشت۔
دل مٹتی۔ فانی۔ محشر۔ ناطق۔ نوح۔

حسن
آرزو

اطہر

”

فصل

بزم

بجز دیوانی

بگر

شاد

شفیق

شوکت

”

”

”

”

شوق

”

مائل

مضطر

ایسی کیا خوشخبری لائے ہوا کے جھونکے دل مسرت سے اُچھلنے لگے دیوانوں کے

آرزو دل جو غنچوں کی طرح کھل گئے دیوانوں کے
اہل میں نے ہوا کے جھونکے کاٹ کر نسیم سحری اسلئے بنا دیا ہے مگر جھونکے میں اجتماعِ روغبین ہوتا
" تھا یعنی کے، کے دو دنوں مصرعوں کے اخیر میں برا معلوم ہوتا ہے اس سے اچھا شعر نہست
" ہوا مانتا ہے۔ اہل

افضل مزدہ موسم گل لائی نسیم سحری
میک لاکھ صحرائیں جنوں کو ہو ترقی حاصل
بجز دہانی کون سی خوش خبری لائے ہوا کے جھونکے
مگر کچھ نہ کچھ خوش خبری لائے ہوا کے جھونکے
دل مسرت سے اُچھلنے لگے دیوانوں کے
دل مسرت سے پھرنے لگے دیوانوں کے

دل دفعتاً دلولہ انگیز ہوا پھر سسکنی
ریاض آج کیا ایسی خبر لائے ہوا کے جھونکے
سائل ایسی کیا خوش خبری لائی نسیم سحری
مشاد کیا خبر دی کسی جھونکے نے کہ صحرائی طرف
شوکت خوش خبری میں "ی" غلط ہو خوش خبر چاہئے۔ خوش خبری بے معنی لفظ ہے، مسرت کی وجہ
" نہیں بتائی گئی، نہ یہ بتایا گیا کہ خوش خبر کیا ہے، بہر حال شعر بے نکاہے۔ غلوکت
" فصل گل آتے ہی وحشت کی ہوا پر ہیں سوار

سوق دل نگفتہ جو ہوتے جاتے ہیں دیوانوں کے
مائل قبلہ و کعبہ مگر آپ ہیں دیوانوں کے
عشر اور کچھ ہو گئے تیور ترے دیوانوں کے
نوح میں وہ دیوانہ ہوں مجھوں بھی مجھے کہتا ہے

ایسی کیا خوش خبری لائی بیاباں کی ہوا
ص - بزمِ مصطر - وحشت

اجنِ شفق - صفی - فانی - ناطق -

ہو چکی جامہ دری۔ بخیہ گری ہوتی ہی لے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

اے جنوں بس یہی دو کام ہیں دیوانوں کے

جب فصیح فظیل سکے تو اسکو چھوڑ کر اس سے کم رتبہ کا لفظ نہ لکھنا چاہئے اور اس کا سمجھنا ذوق

سلیم کا پتہ دینا ہے۔ احسن

حسب عادت یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

یہی دو مشغلے ہیں اب ترے دیوانوں کے

شغل عالم سے سنئے ہیں ترے دیوانوں کے

لے جنوں اب یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

رات دن بس یہی دو کام ہیں دیوانوں کے

لے جنوں اب یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

ہو چکی جامہ دری۔ بخیہ گری ہونے لگی

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

ہاتھ پڑتا ہے گریباں پہ کبھی دامن پر

چاک کرنا کبھی دامن، کبھی تنکے چٹا

ہو چکی جامہ دری بخیہ گری اب ہوگی

شغل جنوں نہیں۔ قلمزد۔ ریاض

ہو چکی جامہ دری بخیہ گری ہونے لگی

ہو چکی جامہ دری بخیہ گری کرنے لگے

جامہ دری کیوں ختم کر دی جو دیوانوں کا ممتہ ہے اور جنوں کو مخاطب کرنا حشو ہے۔ شوکت

ہیڑا دھس جامہ دری اور اُدھر بخیہ گری بس یہی شغل ہیں دو آپ کے دیوانوں کے

یعنی ادھر بخیہ ہوا ادھر دشت نے ادھر ڈالا۔ بس دیوانوں کے یہ دونوں شغل ساتھ ساتھ

ہیں۔ شوکت

گر کبھی جامہ دری ہے تو کبھی بخیہ گری

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

بھار کر حیب و گریباں کو سیا کرتے ہیں

وجہ کرتے ہیں بیاباں میں گوبے لاکھوں

غس ہوتے ہیں بڑی دھوم سے دیوانوں کے

احسن

۔

۔

آزاد

الہر

افضل

بیباک

بخود موبانی

یگر

دل

ریاض

سائل

مشاد

شوکت

۔

۔

۔

شوکت

صنی

فانی

مائل

ہو چکی جامہ دری۔ بخیہ گری ہوتی ہی اے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے

مشر
ناظم

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری

ص۔ بزم۔ مضطر۔ دشت۔

شغل۔ نوح۔

دل نے کی ہم سے دعا جھکے ملی اُس کی نظر رنگ اپنوں کے وہ ہیں اور یہ بیگانوں کے

آورد

رنگ اپنوں کے تو وہ ڈھنگ یہ بیگانوں کے

دل گیا آنکھ ملی ہو گئی دنیا اُلٹی

مل گیا آپ سے دل آپ سے دشمن سے

بہ گئی کیسی زمانے میں یہ اُلٹی گسٹنگا

یہ شعر تم نے خوب کہا ہے ایسی ہی فکر کیا کرد۔ بزم

اظم

افض

بزم

میک

بخود مولائی

دل

ریاض

مشاو

شوکت

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

اپنا دل رک کے ملا اُس کی نظر جھکے ملی
دل نے کی ہم سے دعا جھک کے ملی اُنکی نظر

رنگ اپنوں کے یہ ہیں اور وہ بیگانوں کے

رنگ اپنوں کے وہ ہیں اور یہ بیگانوں کے

دل نے کی ہم سے دعا دل سے ملی اُس کی نظر

پلا مصرعہ بے ربط ہے دل نے کیا وفا کی؟ شوکت

ہم سے دل رک کے ملا اُن کی نظر جھک کر ملی

خیر شعر تو درست ہو گیا مگر دل بھی ایک اور نظر بھی ایک بہت سے بیگانے کہاں

ہیں تاکہ جمع کا اطلاق درست ہو۔ ایک شعر اسی قافیہ میں آپ کو دینا ہوں بہت غور سے سمجھئے

اور مزایا بیئے۔ شوکت

شعیر برد انوں سے بولی کہ وہ بولی سوز ہونیں خلوتِ حُسن میں پر ملتے ہیں بیگانوں کے

خوب کہا ہے۔ فانی

ص۔ فانی۔ محشر۔ مضطر۔ وحشت۔

احسن۔ بگر۔ سائل۔ شفق۔ شوق۔ مائل۔ ناطق۔ فوج۔

شب کو ہر وحشیوں کے آبلہ پیا کی جھلک جابجا راستے روشن ہیں بیا بانوں کے

یہ بات یاد رہے کہ رستہ اور راستہ دونوں فارسی کے لفظ ہیں مگر استاد مرحوم اور عام

اہل دہلی رستہ لکھتے ہیں اگرچہ میرے نزدیک دونوں صحیح ہیں اسلئے رہتے دیا۔ احسن

پائے وحشی کا ہے ہر قطرہ خوں ایک چراغ
ہیں مرے آبلہ پاکہ چراغ سہراہ
خوں کے خوں چلے آتے ہیں دیوانوں کے
ترے وحشی کے جو جلے ہوئے ٹپکے آنسو

ہر طرف راستے روشن ہیں بیا بانوں کے

بھرتے ہیں آہ شہر بار جو شب بھر وحشی
شمع تاباں ہیں پئے اہل جنوں جوش جنوں
نقش پاشعل رہ ہیں ترے دیوانوں کے
جادے روشن نظر آتے ہیں بیا بانوں کے

متلذذ

آنسریں تھک کر مرے آبلہ پیا کی جھلک

آبلوں سے مرے ہے جادہ صحرانگلنار

کیا آبلہ ایک ہی ہے؟ جس لائے کی ضرورت ہی دوسرے مصرعہ میں جابجا حشو ہے۔ شوکت

شب کو ہر وحشیوں کے پاؤں کے چھانوں کی جھلک
خار کس سوختہ دل آبلہ پا حشے پھونکنے

لذت جوش جنوں کو کوئی مجھ سے پوچھو
آبلوں میں ہیں مرے خار بیا بانوں کے

راستہ متروک۔ فوج۔

احسن

ۛ

آرزو

اطہر

افضل

بیباک

بخود مولانی

بگر

دل

ریاض

سائل

شاد

شفق

شوکت

ۛ

فانی

مائل

فوج

شب کو ہر وحشیوں کے آبلہ پاکی جھلک
جا بجا راستے روشن ہیں بیا بانوں کے

ہر یہ کیا وحشیوں کے آبلہ پاکی جھلک
جا بجا راستے ہیں روشن جو بیا بانوں کے

ص - بزم - مضطر -

احسن - شوق - مصفی - محشر - ناطق - وحشت -

اک ذرا دیر کو ہو جائیے خجربہ نیام
امتحان ختم ہوئے ہوں جو گراں جانوں کے

آرزو

اطہر

افضل

بجز دہائی

جگر

ریاض

سائل

مشاد

شوق

"

شوکت

"

"

فانی

مائل

مضطر

تھک کے ہو جاؤ نہ انجام میں خجربہ نیام
کچھ ٹبک روح بھی ہیں منتظر چشم کرم
تیغ کا بوجھ اٹھانے سے ٹبکبار ہوں آپ
رکھ دیا قبر میں خجربہ مری لاش کے ساتھ
دم ذرا لیجئے اب ہاتھ سے خجربہ رکھئے
تیغ دم لے لے ذرا دیجئے مہلت اتنی
غصہ کم کیجئے ہو جائے خجربہ نیام
کب سے مشغول ہیں ہو جائے خجربہ نیام

ذرا دیر کی مشروط اچھی نہ تھی امتحان ختم ہوئے پر غیر محدود زمانہ درکار ہے - شوق

ناز کی کہتی ہے ہو جائے خجربہ نیام

پہلے مصروع کا وزن درست نہیں کوئی لفظ رہ گیا ہے اگر زحافت ہی تو بہت کر یہ ہے اور

خجربہ نیام کی ترکیب فارسی نام ہے - شوکت

ایک دم کے لئے دم تیغ کو لینے دیجئے

قتل عشاق کو محشر پہ اٹھا رکھا ہے

دم خجربہ سے گلو کار بے کسنا آداب

مضطر

امتحان اور ابھی باقی ہیں گراں جانوں کے

اک ذرا دیر کو ہو جائے خنجر بہ نیام امتحان ختم ہوئے ہوں جو گراں جانوں کے

فصل گہ سے نہ ٹبک ہو کے کہیں اٹھو تم امتحان لینے تو بیٹھے ہو گراں جانوں کے
ص - بزم - بیباک -

احسن - دل شفق - صفی - محشر - نوح -

کس جلے دل سیہ اُف کی تمے دیوانے نے شمع ساں جلنے لگے خار بیا بانوں کے

شمع ساں متروک الاستعمال ہے - احسن
کس جلے دل سے نفاں کی ترے دیوانے نے
آگ بجلی جو کوئی آبلہ پا ٹوٹا
آپ کے تفتہ جگر ہو کے جدھر سے نکلے
کس کے دیوانوں کی آہوں میں تھے شعلے ایسے
سوز دل سے ترا دیوانہ جو اُف کرا اٹھا
آہ پر سوز جو کی آپ کے دیوانے نے
آتشیں آہ یہ کس آبلہ پانے کھینچی

شمع کی طرح جلے خار بیا بانوں کے
کس جلے دل سے نفاں کی ترے دیوانے نے

ہر طرف جلنے لگے خار بیا بانوں کے

شمع کی مثال صرف رات کا سماں چاہتی ہے اس سے ”ہر طرف“ بہت بہتر ہے کہ عام بات ہے - شوق

شوق سیر اچھا ہے کوئی عمدہ مضمون نہیں - شوکت
شملہ

ماطون
جنت

احسن

آرزو

اطہر

افضل

بخود موافق

بگر

دل

ریاض

شاد

شوق

شوق

شوق

شوکت

شملہ

کس جلے دل سے یہ اُن کی ترے دیوانے نے
شمع ساں جلنے لگے خار سیا بانوں کے

معشر
نوح

کسی دیوانے کی اُن ری شرافتاں آپس
اُن کے دُشمنی نے جلے دل سے جو آپس کھینچیں
ص - بزم، بیابک، سائل، مضطر
شفق، صغی، فانی، ناطق، وحشت

لحنت لخت دل صدبارہ کی اُن رخی ظیش
ایک اک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

آردو

بیسے ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

دل صدبارہ و عشق مرہ اللہ رے غلش

ستلرد

”لحنت لخت دل صدبارہ“ یہ فارسی ترکیبیں آردو میں مجھے تو پسند نہیں اب کوئی بُرا کہے یا

اچھا کہے۔ اسی مضمون کو آردو میں ادا کر دیا ہے گرابا لفظ سے مصرعہ کی شان دیکھو۔ بزم

جگھٹا ہے غلشوں کا دل صدبارہ میں

مصرعہ ثانی کے مضمون کا تورا دو خواہ میر تقی کے مصرعہ سے ہو گیا ہے اس لئے غلش کیا گیا

بیابک

اور وہ یہ ہے۔

جس کے ہر ٹکڑے میں سو پست پیکان تیر کا

حال دل کیا پوچھنا اُس ناواں پنجیر کا

لحنت لخت دل صدبارہ غلش زار ہے آہ

ستلرد

گویا ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

لحنت لخت دل صدبارہ کی پوچھو نہ غلش

لحنت لخت دل صدبارہ کی اللہ کے غلش

جس کے ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں پیکانوں کے

ایک اک کا مقابل سو سو کی تکرار چاہتا تھا اور یہ ممکن نہ تھا۔ غلش

بخود موصوفی

ریاض

سائل

شاد

شوق

”

لخت لخت دل صد پارہ کی اُفتِ غلشیں ایک اک ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں سکا نوٹکے

پہلا مصرعہ و اہیات ہے دونوں مصرعوں کی ترکیب مضطرب ہے اور خسو ہے پھر پہلے مصرعہ
میں لخت لخت بھی اور صد پارہ بھی۔ دوسرے مصرعہ میں ایک کے ساتھ اک بہت نوٹ ہے ٹنگن
غلشیں پوچھتے کیا ہو دل صد پارہ کی دیکھو ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں سکا نوٹکے
پارہ ہائے جگر و دل کی غلشیں کیا کیئے شوق ہر ٹکڑے میں سو ٹکڑے ہیں سکا نوٹکے
جب تک دیکھی ہے تری ہم لے کمان ابرو دھیر سسے میں لگے رہتے ہیں سکا نوٹکے
احسن، جگر، شوق، مہنی، محشر، مضطر، ناطق، لوز، وحشت

شوکت
=
=
فانی
سائل

سچ ہی ماں سچ ہی یقیناً یہ سجا اور درست آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

ہو گیا الفت صادق کا نتیجہ ظاہر کہ وہ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے
جذب باطن کے اثر کا ہے یہ پہلا درجہ تم جو گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے
اب مزہ دینے لگا قصہ عشق اپنا انہیں اب وہ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے
قصہ دائمی دمنہ ہا دنا جب اُس نے کان مشاق ہوئے شوق کے افسانوں کے
سچ اسے کیسے میں سمجھوں اسے کیوں کر مانوں

احسن
آرزو
الہر
افضل
بزم

جلدی میں دو مصرعہ لگا دیے ہیں جو پسند آئے رکھ لیجئے۔ بیچو دو موہانی

بیچو موہانی

سچ ہی ماں سچ ہی جیسے اس میں تنگ فرہو
اُن سے اب اُنکی لگاوٹ یہ بگڑ کر رہی ہے
سچ ہی ماں سچ ہی یقیناً یہ نہایت سچ ہے
نیز آڑ بایگی آنکھوں سے اگر سنئے گا
آپ کو شوق ہی سنئے گا بجا ہے ارشاد
لیجئے مان لیا کیسے قسم کھانے کہوں
سچ ہی یہ بات تو کیا بات ہی پھر کیا کنا

=
=
بکر
ریاض
سائل
مشاد
شوق

سچ ہی ہاں سچ ہی یقیناً یہ بجا اور درست آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے

راک ذرا درد کے لہجے میں سنا دے اُن کو کیوں وہ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے
پہلے مصرع میں ایک ہی لفظ یا اس کے ہم معنی کر کر کر بھرتی ہے۔ شوکت

سچ ہی قول آپ کا ہرگز نہیں یہ خواب خیال
سچ ہی ہاں سچ ہی میں قربان بجا اور درست

متذکرہ

بلے اثر کو کہ کن وقیس کے قصے سُنے آپ مشتاق ہوئے شوق کے افسانوں کے
سچ ہے ہاں سچ ہے یقیناً یہ بجا ہے اے شوق اہل دل ہو گئے شیدا ترے افسانوں کے
سچ ہی ہاں کیوں نہ ہو امید ہی آپ سے ہی
فسانہ کے ہوتے ہوئے افسانہ قابلِ ترک توج

اثر انگیز ہوا کرتا ہے افسانہ شوق
ص۔ بیباک، مضطرب دل۔

آپ گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے
وہ بھی گرویدہ ہوئے شوق کے افسانوں کے



شوق
شوکت

۷

صفحہ

فانی

ہاں

مشر

ناطق

نوع

۷

دشت

عطیہ حضرت بخود موبانی

— شمع سرد مہنتی ہے گلِ جامہ درمی کرتے ہیں سارے معشوقوں میں انداز ہیں دیوانوں کے

عطیہ حضرت شاہِ عظیم آبادی

کیا خبر دی کسی جھونکے نے کہ صحرا کی طرت خود بخود پادوں کچے جاتے ہیں دیوانوں کے

عطیہ حضرت شوکت میرٹھی

شمع پروانوں سے بولی کہ ددی سوز نہیں خلوتِ حُسن میں پر جلتے ہیں دیوانوں کے

عطیہ حضرت مائل بے پوری

— میں وہ دیوانہ ہوں مجنوں بھی مجھے کہتا ہے
وہ کہتے ہیں بیاباں میں بگولے لاکھوں
لذت جوش جنوں کو کوئی مجھ سے پوچھو
جب سے دیکھی ہے تری ہم نے کمان ابرو
قبلہ و کعبہ مگر آپ ہیں دیوانوں کے
عرس ہوتے ہیں بڑی دھوم سے دیوانوں کے
آبلوں میں ہیں مرے خارِ بیابانوں کے
ڈھیر سینے میں لگے رہتے ہیں پیکانوں کے



عزل

گردش نگاہِ ناز کو کب انجمن میں تھی شمشیر آبدار کف تیغِ زن میں تھی
ظالم تری بجا میں قیامت کا تھا اثر اک زلزلہ تھا نعلش کو جنبشِ کفن میں تھی
دکھلائی قبر ہی ہو س و صلِ گل نے آہ پہنا کُششِ قفس کی ہوئے چمن میں تھی
اک آہِ سرِ دیکھیںچکے دیکھا جو رنگِ ہر افسردگی سی چھائی ہوئی انجمن میں تھی
غفلت سے آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا ساری حسرتِ ایوں کی بنا مار و من میں تھی
دم بھر میں روح کر گئی طے راہ باز گشت آفِ اکیشش بھری ہوئی یادِ وطن میں تھی
کچھ اس کو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھئے سیدھی سی ایک بات جو اُسِ پاکین میں تھی
دہو کا یہ تھا فطر کا وہ ہستی تھی ایک ہی بلبلِ چمن میں شمع کبھی انجمن میں تھی

کہتے ہیں واقعی جسے یکسوئی خیال

یادشِ بخیرِ شوق کے دیوانہ پن میں تھی

گردش نگاہ ناز کو کب انجمن میں تھی شمشیر آبدار کف تیغ زن میں تھی

برقِ فن کی لہر کف تیغ زن میں تھی

نگاہ کو شمشیرِ بے کف تیغ زن کیا چیز ہے۔ آئندہ

قابلِ ادا غضبِ نگہ پر فن میں تھی

بجلی سی کو ندتی ہوئی اک تیغ زن میں تھی

گردش تری نگاہ کو کب انجمن میں تھی

اب تقابل کا لطف پیدا ہوا۔ باقی

چلتی ہوئی سی تیغ کف تیغ زن میں تھی

تیری نگاہِ شوخ کساں انجمن میں تھی

بجلی سی کو ندتی ہوئی تلوار زن میں تھی

گردش نگاہِ شوخ کو کب انجمن میں تھی

اک تیغ آبدار کف تیغ زن میں تھی

بجلی تھی وہ جو تیغ کف تیغ زن میں تھی

نگاہ کو شمشیر سے ادا تو گردش مناسب نہیں تیری البتہ شمشیر کے لئے مناسب ہے۔ شوق

تیری نگاہ ناز کی کب انجمن میں تھی

ص۔ اطرا، بیباک، شہرت، کوثر

جلیل، سائل، شفق، صفی، فانی، مضطر، فوج، نیاز، وحشت

ظالم تری بجائے قیامت کا تھا اثر اک زلزلہ تھا انفس کو جنبش کفن میں تھی

ہر لاشِ قبر کی۔ معرک کفن میں تھی

رفارفتہ گر سے یہ تھیں حشر خینیاں

سوازیں کے ہر حیزہ کی جنبش کو زلزلہ کنا استعمال کے خلاف ہوں نفسِ تابوت کو کہتے ہیں

ذمیت کو۔ آرزو

اک تھر تھری تھی لاش کو جنبش کفن میں تھی

رو تھاتھ کون قبر پہ لے لیکے ہچکیاں

معشوق کا میت عاشق پر بگا کرنا درست نہیں اظہر

اصن

آرندہ

”

باقی

”

بجودہ ہوی

بجودہ ہوانی

بگر

دل

ریان

شوق

”

اصن

آرزو

”

”

اظہر

ظالم تری بجائیں قیامت کا تھا اثر

جب فاتحہ کو اُس نے اٹھائے لحد پہ ہاتھ
رونا ترادہ میت عاشق پہ ہائے ہائے
تربت پہ میری بین قیامت تھے یار کے
وہ ہر شر بھی تھا جوازہ کے ساتھ ساتھ
مرقد پہ میری رو کے قیامت وہ کر گئے
معشوق کو بکا کی کیا ضرورت تھی۔ دل
عشر حند ام کو ن قیامت یہ ڈھا گیا
یہ کون آج میری کد پر تھا لوحِ نواں
آنا ترا کد پہ قیامت تھا بعد مرگ
کاندھا دیا جو تونے تو آئی پٹ کے جان
ظالم تری جہا میں قیامت کا تھا اثر
ظالم تری روش میں قیامت کا تھا اثر
بعد فنا بھی جو شش محبت وہی رہا
ظالم تری بجائیں اثر کس بلا کا تھا
فتلزد

قبرِ شہیدِ ناز پر آیا تھا کون آج
ص۔ بیباک، کوثر

بجود دہلوی، اسٹائل، فانی

دکھلائی قبر ہی ہو جس وصل گل نے آہ

دکھلا نامتوک دکھانا نفع ہے۔ آسن

اک زلزلہ تھا نقش کو جنبش کفن میں تھی

تھا ایک لرزہ نقش میں جنبش کفن میں تھی
مرقد کے ساتھ نقش کو جنبش کفن میں تھی

جنبش سی آج زیر زمین کچھ کفن میں تھی

کہتے ہیں سب کہ نقش کو جنبش کفن میں تھی

پہناں کششِ قفس کی ہو اے چمن میں تھی

دکھلائی قبر ہی ہوس وصل گل نے آہ
پناہ کشش قفس کی ہوائے چمن میں تھی

میتاد میرے نعروں سے گوش آشنا ہوا
اس سیرگہ میں آکے ملی قیدِ زندگی
آئی ادھر بار ادھر مہم ہوئے اسیر
اتنا نہ سمجھی بیل غفلت شعرا آہ

پہلے مصرع میں ہوس وصل گل یا ہوائے چمن کا انجام قہر بتایا گیا ہے اور دوسرے مصرع میں

قفس - یہ کیا؟ پھر بیل کا پتہ بھی نہیں - ذکر ہی نہیں قابل کا کہ کون ہے - باقی

بہل تھی آشیانے سے اُٹھتے ہی دام میں
یار بکشتش قفس کی ہوائے چمن میں تھی

تربت دکھائی اے ہوس وصل گل خاں

بہل ہوئی اسیر تو عفتدہ یہ وا ہوا

کچھ محظوظ ہوس وصل گل میں آہ

میں رہ گیا قفس میں تو دل کچھ گیا مرا
کیسی کشش یہ آج ہوائے چمن میں تھی

”دکھلائی“ یہ لفظ ہمارے ہاں متروک ہے لیکن آپ اسکے لئے مجبور نہیں، مختار ہیں یا سائل

میتاد کو بھی ساتھ ہی لانی تھی فصل گل

اپنا لباس جس سے گلوں نے بسا لیا
بوکس کے پیرہن کی ہوائے چمن میں تھی

دکھلائی قفسِ آرزو وصل گل نے آہ

میں موسم ہمار میں خود قید ہو گیا

دکھائی کی جگہ دکھلائی متروک - توج

فصل ہمار آئے ہی ہم قید ہو گئے

ہزار دہائے دل مری اک شعلہ بن گئی
اللہ! کیسی آگ ہوائے چمن میں تھی

جوش و خروش شوق کا انتخاب تھا یہی

بخود دہلوی، شہرت، صفی، غانی

ص - بیباک

امن
آرزو
اہل
باقی

بخود مولانی

بگر

بیل

دل

رایض

سائل

شوق

شوق

کوثر

مضطر

توج

ء

نیاز

دشت

اک آہ سرد کھینچ کے دیکھا جو رنگِ ہر افسردگی سی چھائی ہوئی انجمن میں تھی

دعویٰ غیر محدود ہے اور ثبوت محدود۔ آزاد

کس دم بخود کے صبر کا بھلا تھا یہ اثر
دیکھا جو رنگ و ہر کو عبرت کی آنکھ سے

معلوم نہیں افسردگی کیوں چھائی ہوئی تھی، کیوں آہ سرد کھینچی، کیا آہ سرد کھینچنے کے
سبب افسردگی چھا گئی، آخر کیوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سزا، باقی

اک آہ کھینچتے ہی نہ تھا وہ جہاں کا رنگ

اک آہ سرد کھینچنے کے دیکھا جو رنگِ بزم

حسرت بھری نگاہ سے دیکھا جو رنگِ ہر

اک دل جلے غور سے دیکھا جو رنگِ ہر

اک جاں بلب نے غور سے دیکھا جو رنگِ ہر

اک شمع جھللائی مری آہ سرد سے افسردگی سی پھیلی ہوئی انجمن میں تھی

چھائی ہوئی بدل دیا گیا در نہ انجمن پہ تھی ہونا چاہئے۔ ریاض

اس شعر کی توفیق نہیں ہو سکتی۔ سائل

اک آہ سرد کھینچنے کے دیکھا جو چار سو

شمع حیات و ہر میں گریاں لگن میں تھی

کس دل جلے کو تیرے بلا یا تھا بزم میں کہ

ایک آہ سرد کھینچنے کے دیکھا جو رنگِ ہر

اک آہ سرد کھینچنے کے دیکھا تو ہر طرف

کیا تھی اثر پذیر مرے درد و داغ سے

ص۔ بیباک، شفیق، اکوثر

حسن، بخود و ہلوی، جلیل، شوق، معنی، فانی

:

آزاد

ر

اثر

باقی

۴

بخود و ہلوی

جگر

دل

۴

۴

ریاض

۴

سائل

۴

شہرت

مضطر

نوح

نیاز

دشت

غفلت سے آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا ساری خرابیوں کی بنا ماؤ من میں تھی

غفلت کا پردہ آنکھ سے ہٹتے ہی یہ کھلا تھا جس قدر حسرت ابی اسی ماؤ من میں تھی

بنا شو تھا۔ آرزو

اسباب پر نگاہ جو کی تو کھلا یہ راز

غفلت سے آنکھ کھول کر کیا معل - باقی

دیکھا جو میں نے چشم حقیقت شناس سے ساری حسرت ابیوں کی بنا تو ماؤ من میں تھی

دیکھا جو ہم نے چشم حقیقت سے یہ کھلا

ساری اسرار، اچھا لفظ نہیں اصیاط کیجئے۔ ریاض

آنکھیں کھلیں تو دیکھتے ہی ہم پہ یہ کھلا غفلت ہماری تعسّر قد ماؤ من میں تھی

مسترد - روکھا پھیکا شعر ہے - شوق

عالم میں آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا

میں نے جو آنکھ کھول کے دیکھا تو یہ کھلا

غفلت کے دور ہوتے ہی یہ راز کھل گیا

مسترد

ص - بیباک، مضطر

احسن، پیچہ دہوی، طویل، دل، سائل، صفی، فانی

دم بھر میں روح کر گئی طے راہ باز گشت آف! کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کتنی کشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

تاشیہ کیسی جذبہ یاد وطن میں تھی

یہ کیا کشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کس قدر کشش تھی جو یاد وطن میں تھی

دم بھر میں روح کر گئی طے جادہ حیات

دم بھر میں کی ہے روح نے طے راہ باز گشت

آرزو
اثر
باقی
جگہ
ریاض
شفق
شوق
شرت
نوح
نیاز
دشت

آرزو
اثر
باقی
پیچہ دہوی

دم بھر میں روح کر گئی طے راہ باز گشت
اُف! کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

دم بھر میں روح کر گئی راہ عدم کو طے

لے آئی تھی جو منزل غربت سے کھینچ کر

کیسی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کیا حد ہے اس کیشش کی جو یاد وطن میں تھی

شاید نہی کیشش کوئی یاد وطن میں تھی

کتنی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کیسی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کیسی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کیسی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

کیسی کیشش بھری ہوئی یاد وطن میں تھی

اللہ کیا کیشش مری یاد وطن میں تھی

اُکھڑا جو دم تو جا کے عدم ہی میں دم لیا

ص۔ بیباک، کوثر

احسن، بخود دہلوی، دل، سائل، شہرت، غانی

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں سی پوچھے
سیدھی سی ایک بات جو اُس بائپن میں تھی

تھا اُس کا ہم سے سادہ مزاجوں ہی کو فرما

اک تیر تھی کمان کشیدہ کا ہسر دل

ہم سے نہ پوچھے دل مضطر سے پوچھے

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھے

ہم سے اور سادہ مزاجوں سے۔ یہ مکر سے سے خوب نہیں۔ شوق

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں نے پالیا

ہے۔ ردیف ہونا چاہتے۔ عجب پر لطف شعر ہو جائیگا۔ شہرت

شہرت

مگر

میں

ریاض

شفق

شوق

صفی

مضطر

روح

نیاز

وخت

احسن

آرزو

مگر

شفق

شوق

شہرت

کچھ اُسکو ہم سے سادہ مزاجوں سے پوچھئے
سیدھی سی ایک بات جو اُس باکپن میں تھی

یہ ترسناں سے بڑھ کے کلبوں میں چھ گئی
میدانِ ماشقی میں مجھے قتل کر گئی

تلمذ

ص - اظہارِ بیباک

باقی، بیخود دہلی، جلیل، دل، سائل، صغی، فانی، لوح، وحشت

دھوکا یہ تھا نظر کا وہ ہستی تھی ایک ہی
بلبل چمن میں شمع کبھی انجمن میں تھی

لفظا ہستی سے غیر فانی ذات کی طرف اشارہ کرنا سوئے ادب ہی، آرزو

دھوکا یہ تھا نظر کا وہ رونق تھی ایک ہی
جو باغ میں ہمارے ضیا انجمن میں تھی

جو شمع انجمن میں تھی - بلبل چمن میں تھی

اور مصرعہ لگائے - بیباک

پر دہ اٹھنا آہ مندریب نگاہ کا
جو شے تھی شمع بزم دہی گل چمن میں تھی

بدلتا تھا بھیس ہستی عشق و جال نے
بلبل چمن میں شمع دہی انجمن میں تھی

بلبل چمن میں شمع صفت انجمن میں تھی

دھوکا تھا اک نظر کا کہ جلوہ گری تری

تلمذ

میاں ردین ہے چاہتے اور تمام افعال زمانہ مال - شہرت

بلبل چمن میں شمع اگر انجمن میں تھی

نیز نگہوں نے عشق کی بدلی تھیں صورتیں

گلشن میں تھی کبھی دہ کبھی انجمن میں تھی

ہیں عندلیب و شمع دہی ایک شے - مگر

کوثر

مضطر

نیاز

آرزو

»

اظہار

بیباک

بیخود دہلی

جگر

ریاض

سائل

شفیق

شوق

شہرت

صغی

کوثر

نیاز

ص۔ مضطر

احسن، باقی، بخود دہلوی، جلیل، دل، فانی، نوح، وحشت

کہتے ہیں واقعی جسے یکسوئی خیال یادش بخیر۔ شوق کے دیوانہ پن میں کھتی

ماہل ہے جس کا ہوش وہ یکسوئی خیال
خوبی ترقی کو دیکھے۔ آرزو

یادش بخیر۔ شوق وہ دیوانہ پن میں تھی

کیا ذکر اہل ہوش کہ یکرنگی خیال
وحشت بودشت نجد میں ماہل تھی قیس کو
✓ کہتے ہیں اہل دل جسے یکسوئی خیال
بجوں کے جوش خاطر ناشاد کی جھلک

ص۔ بیباک، ریاض، شوق، شہرت۔ کوثر، وحشت۔

احسن، باقی، بخود دہلوی، جلیل، دل، سائل، شوق، صغریٰ، نوح، نیاز



آرزو

۴

الہر

بخود دہلوی

بکر

فانی

مضطر

عطیہ حضرت ریاض خیر آبادی

ملکہ گلے سے غیر کے لئے تیغ اب کہاں وہ بات نوک کی جو ترے بانگین میں تھی

عطیہ حضرت شوق قدوائی

کو لا ہوئی تھی لاش یہ حالت کفن میں تھی
تو آج مجھ سے بول اٹھا ورنہ پیشتر
کیسی جنوں کی آگ ہمارے بدن میں تھی
اپنا لباس جس سے گلوں نے بسا لیا
کیا کیا نہ گفت گو مجھے تیرے دہن میں تھی
چاہے گرہ کئے کوئی چاہے کسی کا دل
بوکس کے پیرہن کی ہوائے جن میں تھی
بارگراں سے مجھ کو سبکدوش کر دیا
اک شے ضرور زلف شکن در شکن میں تھی
طرز ہزار لطف مرے راہزن میں تھی



غزل

دلا باش مستربان آن ملک گیرے کہ بے تاج و اورنگ بخشہ سریرے
 بہ حسن و جمالے عیدیم المٹالے بوصف و کمالے نذر د نظیرے
 بہ روماہتا بے بہ ضو آفتا بے بہ خواجوا بے فقید النظیرے
 ہمہ غمیر محدود در ملک باطن بظاہر بہ قید قیقن اسیرے
 نبی لا جوابے علی انتخابے عجائب شہنشہ غرائب وزیرے
 ز صبح تو خامش بود شمع ہستی بیا شاہ شاہاں کہ میر و فقیرے

بر آن شاہ کوین لے شوق نازم

کہ خوش حال بودہ بہ فرش حصیرے

دلا باش قربان آں ملک گیرے کہ بے تاج و اورنگ بخشد سریرے

دلا باش مستربان آن دستگیرے کہ آند گدائے در ادا میرے
ملک گیر انبیا کی صفت نہیں مگر انبیا کا دین - نہ تہری

زمین مرقدے شاہ گردوں سریرے ز رحمت بعالم چو ابرمطیرے
دل محو ایشاں آں ملک گیرے کہ بے مایگاں را بہ بخشد سریرے
اقبال، دل، عزیز، فانی، مضطر، نواب

بہ حسن و جمالے عسیم المثلے بہ وصف کمالے نثار و نظیرے

چمن و جالیں نیابی مثلے بہ وصف و کمالے فقید النظرے
بہ حسن و بیالیں کہ آمد ز ایزد چہ آرم نظیرش نثار و نظیرے
بہ حسن و جمالے بوصف کمالے نثار و مثلے نثار و نظیرے
بہ وصف و کمالے فقید النظرے بہ اوج و کمالے نثار و نظیرے

دل، عزیز، فانی

بر و ماہمتا ہے بہ ضو آفتا ہے بہ خواجوا بے فقید النظرے

بر و ماہمتا ہے بہ ضو آفتا ہے بہ خواجوا بے نثار و نظیرے
بر و ماہمتا ہے بہ ضو آفتا ہے بہ خواجوا بے نثار و نظیرے
بر و ماہمتا ہے بہ ضو آفتا ہے بہ خواجوا بے نثار و نظیرے
بر و ماہمتا ہے بہ ضو آفتا ہے بہ خواجوا بے نثار و نظیرے

بر و آفتا ہے بہ خوشبو گلابے

بہ رواہتا ہے بہ ضوآفتابے

بہ خواجوا بے فقید النظرے

نواب

نشد خلق چوں او بشیر و نذیرے

دل، فانی، مضطر، یکتا۔

ہمہ غیر محدود و ر ملک باطن

بطنا ہر بہ قید تعین اسیرے

اقبال

خوب شعر ہے۔ اقبال

فانی

ہمہ غیر محدود و ملکش بباطن

یکتا

بطنا ہر بقید علان اسیرے

بباطن زلفشید آزاد فردے

۱۱

ارادہ خوب است۔ انا آید کر میہ قل انا کاشی و تنگم دوستورے نی دہدے

۱۲

با خداستی کن دبا مصطفیٰ ہشیار باش۔ یکتا
باقی، دل، غریز، مضطر، نواب

بنی لاجوابے علی انتخابے

عجائب شہنشہ غرائب وزیرے

اقبال

مسترد

باقی

جناب امیر شش ہمایوں وزیرے

شہسہ دارم از جملہ اوصاف برتر

دل

شہنشاہ بے مثل ناو و وزیرے

زمہری

علی باب علمش بدستش وزیرے

بنی شہسہ علم است بشاہ دوعالم

یکتا

عجائب خدیوے غرائب وزیرے

۱۱

ہائے مخفی شہنشہ بہ قطع بنی گنجہ مجبور تصر نے بکار رفت و معہذا در خدیوے یاسے مجہول

۱۲

لطیف و بگردار د۔ یکتا۔

۱۳

غریز، فانی، مضطر، نواب

ز صبح تو خامش بود شمع ہستی بیا شاہ شاہاں کہ میر فقیرے

پہلے مصرعہ کا مطلب میں نے نہیں سمجھا۔ باقی
یہ عجب تو آمد لب حبان مضطر

نظر کن خدا را کہ میر فقیرے
بیا شاہ شاہاں کہ میر فقیرے
ز رحمت نگاہے بشان فقیرے
کہ بر آستان تو میر فقیرے
عزم انتظار تو نہ سودہ جانم
بغواب اندروں جلوہ نہرا خدا را
اقبال، مضطر، نواب۔

برآں شاہ کونین لے شوق نازم کہ خوش حال بودہ بہ فرش حصیرے

کہ خوش میث بودہ بہ فرش حصیرے
کہ شاہی کند خوش بہ فرش حصیرے
بآں شاہ کونین اے شوق متبلان
ضابطہ فارسیان آنست کہ حرف نداد و تخلص کترا بندہ در طالبا، صائب، الفت زائد
انگارند و در انچه بر سہیل ندرت یافته میشود اعتبار اندازند۔ شوقا باید آورد۔ یکتا
اقبال، دل، غزنی، فانی، مضطر، نواب۔

باقی

"

دل

"

زہری

غزنی

فانی

یکتا

باقی

زہری

یکتا

سید علی حسن صاحب حسن مارہروی تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم

(۱)

مہربانم۔ السلام علیکم غزل بعد اصلاح واپس ہی ضوابط و قواعد کوئی خاص نہیں بجز اس کے کہ جو بات بنائی جائے اُسکی پابندی کی جائے اور اساتذہ کے کلام پر نظر رہے تاکہ بندش اور انداز بیان میں فصاحت و روانی آئے میرا یہ بھی معمول ہے کہ جو صاحب مجھے اصلاح لینے ہیں اور ان سے بغرض ناسمجہ بزرگان و اساتذہ سلف اُن کی توفیق اور ہمت کے مطابق کچھ نقد و نگاہ کر مٹائی دے جاتی ہے اور یہ معمول اُستاد ذوق سے جاری ہے۔ لہذا حسب توفیق بھیجئے۔ باقی رہی اُستاد کی خدمت یہ آپ جابن اور آپ کی ہمت۔ محبی الیاس خاں صاحب تسلیم۔ والسلام

خاکسار۔ علی حسن از مارہرہ۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۹ء

(۲)

مہربانم۔ السلام علیکم۔ مئی آرڈر اور غزل میں موصول ہوئیں ماشاء اللہ آپ خوب کہتے ہیں اور مشق جاری رہی تو بہت اچھا کہنے لگیں گے ایک غزل میں دو ایک جگہ معمولی ترمیم کی گئی دوسری غزل (نفلانے لوٹ لیا) صاف ہے آجکل اس طرف تلمیذ کی کثرت ہے میرے اعزہ و ملیں میں بارش کا امساک اور زیادہ خطرناک ہے اللہ رحم کرے اُس طرف آب دہوا کا کیا حال ہے۔ رسید اور خیریت سے مطلع کیجئے۔ والسلام

دعا گو۔ سید علی حسن از مارہرہ۔ ۳ اگست ۱۹۲۰ء

(۳)

مہربانم۔ وعلیکم السلام در رحمۃ اللہ ویرکاتہ غزل پہونچی بعد ترمیم واپس ہی ضروریات زندگی کی گرانی اور اوجڑی و عوارض کی آمدنی خواہ اس باعثہ کئے ہوئے ہی متوسط الحال شرفا کی زندگی معرض خطر میں ہے اللہ رحم کرے اور اُردو سے اُٹھالے بس ہی حال ہے اور یہی خیریت۔ والسلام احترام نام احسن بنام۔ مارہرہ ضلع ایبٹ

(۴)

مہربانم سعادت کے بعد آپ کی غزل دیکھی ۱۳ مایہ کو مارہرہ میں اور اس سے ایک شب قبل کا گنج میں مشاعرہ ہے اگر کوئی کہہ دے ضرور شکر کرتے کیجئے کا گنج کی طرح یہ "بہتہ پوچھو نگاہ بار سے کہو سے کہو سے" دل کا "اور مارہرہ کی یہ ہے دور مری جیس کوئی آہستان نہیں لانا آستانہ مکمل، قافیہ باقی حالات ناگفتہ بہ ہیں کہ پرستشائیں کی کوئی

حد نہیں۔ والسلام۔ دعا گو علی احسن ازما رہو۔ ۵ ماہ ۱۹۲۲ء

سیدنا وحید صاحب آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال مرحوم لکھنوی

حضرت سلامت تسلیم۔ اگر آپ نے براہ راست شاہ گنج کے پتہ سے خط بھیجا ہوتا تو غزل وقت پر پہنچ جاتی مجھے خط اسوقت ملا کہ میں لکھنؤ سے پر یا نواں جا رہا تھا یہاں آکر اتنا موقع بھی آج بارہ تاریخ کو ملا کہ خط لکھ کر پڑھا اور اسی وقت غزل دیکھ کر روانہ کرتا ہوں پہلی غزل کے متعلق آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مجھے میرے افتاد و فزج سے بہت دور مٹا رہے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز وہ غزل اس قابل نہ تھی (عنوان تنہا) کہ اس کوئی نصف کیا جاتا۔ اس غزل میں بیشک ایک شعر مست اور دو قابل اصلاح تھے مگر آپ کے خوف سے بعض اشعار میں بلا ضرورت اصلاح دی مگر فضول اصلاح نہیں دی ہے آپ غور کریں گے تو بظہر آئے گا۔ بندہ پروردہ آپ سچے ہیں نہ ناظم ہیں نہ جاہل ہیں یہ کیا ضرورت ہے کہ آپ کا ہر شعر قابل اصلاح ہو اور میں وہ شخص نہیں کہ کسی کو دھوکا دوں خدا کا شکر ہے جس نے مجھے سچی زبان اور صاف دل عطا کیا ہے اب اگر آپ نے سلسلہ شعر گوئی کو آغاز کر کے ترقی دینا چاہا ہے تو تخلص بدل ڈالئے اسلئے کہ اس تخلص کے بہت سے نامی گزر چکے اور بعض آج بھی موجود ہیں، میرے خیال میں شوق سے جوش باہوش بہتر ہے اگرچہ یہ بھی نیا نہیں تاہم غنیمت ہے کہ آج اس تخلص کیساتھ کوئی نیا آدمی موجود نہیں ہے یا کوئی اور لفظ جو توجیح بہ ہینا، ہینانا، ہینانا دونوں طرح بولا جاتا ہے لہذا دونوں صورتوں سے جائز ہے۔ جیسے عربی میں تمیز و تمیز یا فارسی میں خاموشی سے خاموشی اور خموشی وغیرہ

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ جس مشاعرہ میں خود جانا منظور نہو اس میں غزل پہلے سے بھیج دینا بڑا ہی اگر وہ مشاعرہ جیتنے والا ہو تو بعد مشاعرہ غزل بھیجنا چاہئے اور مشاعرہ میں تو ہمیشہ اپنی غزل آپ پڑھنا چاہئے۔

ناہنجر آرزو۔ دسمبر ۱۹۲۲ء

(۲)

حضرت سلامت۔ علیک السلام۔ محشر انفراداً و جمیعاً کے معنی میں متعلق پایا جاتا ہے۔ لیکن ترکیب کے ساتھ اس کی صحت میں کلام ہے۔ اسلئے کہ محشر خود ظرف مکان ہے۔ اب میدان کے ساتھ اس کے کیا معنی ہونگے۔ چٹ اور دمک میں تھوڑا سا فرق معنی ہے۔ چٹ اوس تا بندگی کو کہتے ہیں جو قائم ہو جیسے سونا۔ اور دمک وہ ہے جو رہ کے بڑھے گئے ہیں وہی دمک کہ بجلی کی تا بندگی کو چٹ بھی کہتے ہیں اور دمک بھی اور کنڈن کیساتھ دمک کا استعمال مستقل ہے۔ فقط ناہنجر آرزو

(۳)

بی سئلہ۔ آپ کے شعر میں ایک تو غلطی آپ کے سمجھنے کی ہو یعنی دو سہرا مصرعہ اس طرح بنایا تھا کہ ۵
 نائی ترکش ہوئے پیکانوں کے۔ اور پیکانوں کے ترکش۔ اس میں پہلے مجھے بھی تامل ہوا تھا مگر میں نے اس
 پہنچنے دیا کہ یہ کوئی محاورہ نہیں ہو بلکہ پیکان تیر کے معنی میں مجازاً بہت مستعمل ہے یہ بھی ایک قسم مجاز کی ہے کہ جزو
 لئے ہیں اور مکمل مراد لیتے ہیں۔ انیس ۵ پیکان نکالے پشت کی جانب سے ہو کے خم، اسکے یہ معنی ہوئے کہ تیر
 نکالے۔ جب پیکان تیر کے معنی میں مستعمل ہوا کرتا ہے تو تیر رکھنے کی چیز کو پیکان رکھنے کی چیز کہنا کیا بے معنی ہو گا یا کوئی
 کام غلطی ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو مجاز کی بحث ہی غلط ہے۔ اسکے علاوہ اگر قاعدے سے صحیح ہے تو جو کسے صحیح ہے اور قاعدے
 سے ہی غلط ہو تو جو کسے وہ غلطی پر ہے۔ آرزو

مولانا سید فضل حق صاحب آزاد میں ساہو بگیکہ ضلع گیا

(۱)

التماس ضروری۔ اصلاح سے غرض صرف غزلوں کا درست ہو جانا ہے تو خیر واللہ واجب و لازم ہے کہ ایک ملاقات
 ضروری بھی ضرور ہو تین ہفتے یہاں اور ہوں اصلاح کماں تک ہوا کریگی۔ یہ کوشش ہونا چاہتے کہ انسان فانی اصلاح
 ہو اور یہ بات بغیر ملاقات ناممکن یا قریباً ناممکن ہے اگر ایسا ارادہ ہو تو پہلے ایک کارڈ سے مجھ کو مطلع کر دیجئے کہ میں کیس
 نہ جاؤں اور منتظر ہوں۔ والسلام۔ فضل حق۔

(۲)

محبوب دلما۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم۔ بعد اصلاح آپ کی غزل حکیم رشید الدینی صاحب کی خدمت میں لوٹا دی گئی
 ادنیٰ معرفت آپ کو بتا گئی۔ مدعا یہ ہے کہ بشر کا کلام ہمیشہ ناقص، جب اساتذہ کے کلام میں گنجائش اصلاح پائی جاتی
 ہے تو واسے برجال ما و شما۔ ہرگز کسی اصلاح کو آنکھ بند کر کے مان لینا میرے مشرب میں جائز نہیں جو اصلاً میں بھیجی گئی
 ہیں اور بغور کی نگاہ ڈالئے اور وجہ اصلاح سمجھنے کی کوشش فرمائے، اور جہاں اتفاق ہو اس سے مطلع فرمائیے۔
 یہی اسباب ہیں کہ میں اپنی اصلاحوں سے بے فکر نہیں بیٹھ جاتا، ذرا سی کھٹک بھی جھگو بھلا نہیں بیٹھتی دیتی۔ آپ کا
 مصرع ”پیہم ناکامیوں کے ہاتوں“ اس پر اصلاح ہے ناکامیوں کی دولت، فوری اصلاح تھی روک تھام نہ ہو سکی نگاہ
 آگے بڑھ گئی آخر آخر ایک لفظ عنایت ہوا ۵ پیہم ناکامیوں کی خاطر پیہم دل میں کوئی مدعا نہیں ہے، ۵

سودائے سخن بُری بلا ہے، بقدر تنقید کلام کھیل کیا ہے۔ اس پر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انتہا ہو گئی۔
سید فضل حق آزاد بہاری ساؤ کی گلی۔ مراد پور۔ بانکی پور

مولوی سید معشوق حسین صاحب اظہر و کین جیو

(۱)

مخلصی۔ السلام علیکم۔ غزل بعد اصلاح ارسال ہو شعریہ بجا ہی ہزار اُن کا شکوہ ہے کہ یہ کون کہے بجا نہیں ہے! بالکل
معقد تھا۔ صاف نہیں تھا۔ ایسا ہی تھا جیسا کہ مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر زخم گردب گیا مونہ تھا ہوا کام گر گیا رو بہ جن
میں نے اس کا محل بد لکھ صاف کر دیا ہے اب یہ محل ندرت سے خالی نہیں ہے۔ غزل آئندہ سے جلد اصلاح ہو کر بھیج دی، فرت
میرے دوست حکیم نواب علی صاحب برق اگر سندیلہ میں ہوں تو سلام شوق مع شکوہ ذوق کدی کجے آپ اپنی تعیل میں
فارسی سے مطلع فرمائیے تاکہ آپ کی استعداد کے لحاظ سے کتب فن کے مطالعہ کے لئے ہدایت کروں اور اپنے مشاغل سے
بھی آگاہ کیجے میرے ہاں واقفیت فن ایک ضروری جزو شاعری کا ہے میں جانتا ہوں کہ مشق شعر کے ساتھ ہی ساتھ فن کی
بھی معلومات بڑھتی ہے، باقی عند التلاقی۔ معشوق حسین دکیل ازبجے پور ۱۶ دسمبر ۱۹۲۷ء

(۲)

محبی۔ السلام علیکم۔ اس مطلع میں سے ہستی کے لئے بقائیں ہے۔ اس گُل میں بو وفا نہیں ہے، کوئی لفظ اصلاح میں
نہیں رہا ہے۔ شاید آپ کو دوسرے مصرع میں کچھ مائل ہو گا مصرع صحیح بنایا گیا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے آخر میں او
ہوتا ہے جب بحالت اضافت اون کے آخر میں یاے تختائی بڑھاتے ہیں تو کبھی واو ساکن ہوتا ہے اور یاے تختائی کسور
ہوتی ہے اور کبھی واو متحرک ہوتا ہے اور یاے تختائی ساکن ہوتی ہے جب واو کو حرکت دیتے ہیں تو یاے تختائی کو تحریر میں
نہیں لاتے، جیسے جلال مرحوم نے کہا ہے۔ مصرع۔ بو گلزار دانع آئی آج۔ بو کے تیار میں صرف آٹھ عدد لئے ہیں
اور واو کو بغیر یاے تختائی لکھا ہے۔ اس قاعدہ میں دو حرفی، سہ حرفی، چار حرفی، الفاظ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس کے
خواہ تارسی آرد میں بکثرت ہیں سلمان ساؤچی سے

رایت بکشا یہ ہمے قلعہ مینا

روز مہ رایت اگر آری سوگر دوں

ایمیر خرم سوئے سورا ستا کر دغفور جا ست

ایمیر خرم سوئے سورا ستا کر دغفور جا ست

اس شعر میں سوئے کا استعمال دونوں طرح پر ہے یا مصرع۔ در پہلوں نشستہ آن شوخ۔ وزن عروضی مفعول مفعول

فعلن ہے۔ اس مصرع کی قطع اس طرح ہوگی۔ اس گل مفعول ہوے وفا مفاعیلن بنی ہی فعلن۔ میرے پتہ کے لئے میرا نام اور بے پور کافی ہو وہ بھی کیا گنام آدمی ہے کہ جہاں رہے وہاں بھی مشہور نہ ہوں نے آپ کی غزل فارسی میں نصف نہیں کیا نہ میں فارسی شاعر ہوں نہ مجھے فارسی کی مشق ہے کبھی کسی مجبوری سے فارسی کہہ لیتا ہوں مجھے خود اس پر اطمینان نہیں ہوتا، اب سے پچیس سال پیشتر فارسی کہتا تھا اور عشرت اصغنائی کو دکھاتا تھا اب مجھے خود اپنے کے ہوئے میں فراہمیں آتا اور بدلتحق کہنا مجھے پسند نہیں اگر آپ فارسی کہتے ہیں تو کسی فارسی گو مستقل شاعر سے رابطہ کیا اصلاح پیدا کیجئے مگر یہ دیکھ لیجئے کہ محقق بھی ہر یا صرف شاعر ہی شاعر اپنی زبان میں صحیح شعر کہنا بہت دشوار ہے کم دوسری زبان میں جو اکتسابی ہو نہایت ہی مشکل ہے اور بہت ہی اہمک و استغراق درکار ہے آپ آہستہ آہستہ فن کی سبھی معلومات پیدا کیجئے بغیر فن دانی شاعری نام تام رہتی ہے۔

دو نسخہ ہفت رعنا کے بھیجتا ہوں ایک مولوی نواب علی صاحب برق کے لئے علیحدہ ہے جو صاحب با مذاق ہوں انکو دیدیجئے اور اگر ضرورت ہو تو اور بھی بھیج دوں گا۔

اب اپنا دل تنگ ہے زندانِ ممنا۔ یہ غزل آپ نے خوب کہی ہے، بارک اللہ تعالیٰ فی عمرکم۔

سید معشوق حسین آلہ عرفی عنہ۔ ازبے پور ۲ جنوری ۱۹۲۱ء

(۳)

مخلصی۔ السلام علیکم۔ اس مرتبہ آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا میں بھی مجبوریوں میں مبتلا تھا میری دختر کے لڑکا پیدا ہوا اور چند روز کا ہو کر مر گیا۔ پھر لڑکی بیاہ ہو گئی اس پر نشانِ خاطری میں کوئی کام نہ کر سکا اصلاحی غزلوں کا انبار ہو گیا ہے لڑکی کو صحت ہونے پر سب سے پہلے آپ کی غزل بنائی ہے اب میں اللہ کے فضل سے مطمئن ہوں اگر غریزہ انجم سے ملاقات ہو تو میری جانب سے شکوہ عدمِ شہرِ برخطا کر کے دعا کہہ دیجئے۔ آپ رسالہ اصلاح مصنفہ شوق نیوی اور رسالہ دستور انصحا مؤلفہ کمال لکھنوی اور شجرۃ العروض یا اور کوئی مختصر رسالہ عروض کا پیش نظر رکھئے یہ کتابیں آپ کو لکھنویں مل جائیں گی اور رسالہ افادات مصنفہ نور شید لکھنوی بھی ضرور دیکھئے وہ بھی بہت مفید ہے۔ اس میں بقدر ضرورت عروض بھی ہے اس کے بعد پھر اور کوئی کتاب متعلق فنِ تجویز کو دوں گا اضافہ معلومات میں کوشش کرنا چاہئے ادنیٰ خوبی کلام کی یہ ہے کہ بے عیب ہو اسکے بعد جو اور خوبیاں ہوں سبحان اللہ کیا کہنا۔ یہ غزل ”زبان سے آف بکھڑا شمع ساں جل جل کے مرجانا“ رسالہ ادیب آدو لکھنؤ یا از کارامد زمین بھیج دیجئے۔ تاکہ ملک میں روشناسی اور شہرت ہو۔ والسلام

معشوق حسین آلہ عرفی۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء

(۴)

مخلصی۔ السلام علیکم۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ آپ زمانہ حال کے مشہور اساتذہ جلال، امیر
داع کا کلام ہمیشہ نظر رکھیں اور اگر دیوانِ ظہیر دہلوی دستیاب ہو تو اُسے غور سے دیکھیں اُس کا طرزِ ادا آپ کے رنگ سے
ملتا ہوا ہی جب لکھنو جائیں تو چوک میں عبدالحسین تاجر کتب کی فہرست کتب مطبوعہ لیکر میرے پاس بھیجیں اور ایک کتاب
میں میزان الافکار حاشیہ معیار الاشعار مصنفہ مفتی محمد سعد اللہ مرحوم قمی دس آنہ یا بارہ آنہ تلاش کیجئے اگر لجاے تو میرے
نام دی۔ بی بھجوا دیجئے یہ کتاب اس نواح میں کہیں نہیں ملی۔ مولوی نواب علی صاحب بَرَق کی میری جانب سے عیادت
کیجئے اور میرا سلام شوق کندیجئے، میں اپنا کلام آئندہ آپ کے پاس بھیجوں گا۔

سید محشوق حسین آفہر عفی عنہ، از جلیور۔ ۱۴ مارچ ۱۹۲۱ء

(۵)

مخلصی تسلیم۔ دوعائے صحت آپ کی علالت سے تردد ہو کر صحت سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ صحت کا ملہ عطا فرما
مجھے اس کا خیال بار بار آیا کہ یہ خاموشی بغیر کسی مانع قوی کے نہیں ہی آپ کے خط سے میرا خیال صحیح نکلا اب اپنی خیریت
سے مطلع کیجئے اور جب تک صحت قطعی نہ ہو جائے فکرِ شرعی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے میں بھی اس زمانہ میں بہت غیر
مطمئن رہا اب بھی وہی حالت ہی لیکن زندہ ہوں آپ کبھی جے پور کا قصد نہیں کرتے یہ شہر ہندوستان کا پیرس ہی اس کی
سیر ایک مرتبہ ضرور کیجئے۔ سید محشوق حسین آفہر وکیل۔ ازبے پور۔، جنوری ۱۹۲۱ء

(۶)

مخلصی وحبی وعلیکم السلام۔ مال کا اپنی ہستی موہوم کا یہ ہی حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا،
یہ شعر آپ کا صحیح ہی اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ اس شعر میں مال کا ہستی موہوم۔ حیات چند روزہ۔ تینوں ترکیبیں
نخی ہیں اور تینوں بجائے خود صحیح و مستعملہ اساتذہ ہیں۔ میں نے بہت غور کی میری سمجھ میں کوئی قسم نہیں آیا آپ ان بگوا
سے جو معترض ہوئے ہیں اس کی تفصیل دریافت کیجئے۔ میری رائے میں شعر صحیح ہی اگر کوئی غلطی ہوتی تو میں اصلاح میں
اوسکی تصحیح کر دیتا۔ سوال دوم کے متعلق بھی میں مختلف ہوں۔ یہ مسئلہ میرے زیر غور رہ چکا ہے میں نے سنا تھا کہ لکھنؤ
کے محققین کو عرصہ محشر اور میدان محشر کی ترکیب میں اس بنا پر کلام ہے کہ محشر صیغہ ظرف ہی خود افادہ و معنی ظرفیت کرتا ہے
پھر میدان و عرصہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس شبہ کا باعث عدم متبوع اور تصرفات اساتذہ فارسیں سے
بیخبری ہے۔ اساتذہ نے بنا برنا تصرفات اس قسم کی صدا ترکیبوں کو جائز رکھا ہے آزاد و بگوا ہی نے خزائن عامرہ میں عبدالحسین

سورنی نے مقدمات ظہوری میں ایسی بہت مثالیں لکھی ہیں، مکتب خانہ، حرم گاہ، حرم سرا، منزل گاہ، بزم گاہ کے شواہد لکھے ہیں، میدان محشر و عرصہ محشر بھی اسی قبیل سے ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں ۵
 دلہا بجائے نامہ اعمال میسر بند آفاق رنگ عرصہ محشر گرفتہ است
 شعراے فارس نے محشر کہہ بھی کہا ہے۔ شیخ علی خریں ۵
 امروز براگجختہ از دناغ تنقہ محشر کہہ وعدہ فرداے تو مارا

محشرستان بھی کہا گیا ہے۔ مرزا غالب مرحوم ۵

دل ہوائے خرام ناز سے پھر محشرستان بیقاری ہے

خدا بخشنے مولانا محمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی نے ایک قصیدہ بنام تاریخی مشرقستان قدس طبع کر لیا تھا اوس پر ایک بزرگ بیداوی نے بہت اعتراضات کئے تھے اوس کا جواب مولوی صاحب کی جانب سے موسوم باسم تاریخی مشرقستان اقدس دیا گیا تھا مشرقستان کی ترکیب پر بھی اعتراض تھا۔ اس کا جواب مکتب خانہ وغیرہ کے نظائر پیش کر کے دیا گیا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم کے برادر خورد مولوی حسن رضا خاں حسن مرحوم میرے دوست تھے انھوں نے وہ رسالہ مجھے بھی دیا میں نے کہا کہ اس مسئلہ پر اس قدر بحث کی ضرورت نہ تھی صرف ایک مثال لکھ دینی کافی تھی انھوں نے فرمایا کہ مثال دستیاب نہیں ہوئی آپ ہی کوئی مثال بتائیے میں نے والہ ہر دی کا یہ شعر پڑھا، ۵

شب فکر ترا صبح فتبولی برو مداح سر دہاں را ز آفتاب لغت اگر مشرقستان بینی

وہ سنتے ہی مولانا مرحوم کے پاس گئے اور مجھے بھی ہمراہ لیتے گئے۔ یہ شعر سنایا وہ بہت خوش ہوئے دیر تک اس شعری پر مجھے گفتگو کرتے رہے فرمایا کہ اگر یہ شعر پہلے سے لکھنا تو صفحہ سیاہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ بہت روز ہوئے ایک صاحب لکھنؤ سے خبر لائے کہ وہاں کے اساتذہ نے لفظ طبعی بروزن طبعی کو غلط قرار دیا ہے۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ طبعی طبیعت سے اسم منسوب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو لفظ فعلیت کے وزن پر ہوگا اس سے اسم منسوب فعلی کے وزن پر آئے گا۔ جیسے حنفیہ سے حنفی اسی طرح طبعیہ سے طبعی بغیر باے تخیانی اول ہونا چاہئے یہ نہ مضاعف ہے جیسے حقیقی نہ اجوف ہے جیسے طویل ہے بھر باے تخیانی کیوں نہ گرائیں میں نے کہا کہ اساتذہ لکھنؤ قاعدہ پرستی پر سٹے ہوئے ہیں۔ اساتذہ فارس کے کلام کا تنقید نہیں کرتے اگر تنقید کریں تو معلوم ہو کہ اساتذہ کے کیا تصرفات ہیں۔ شعراے اردو کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اساتذہ فارس کے تصرفات کو غلط بتائیں۔ فارسی مجتہد و معتد علیہ و در ہندی مقلد ہیں کلیم کاشانی نے کہا ہے۔ ۵
 چو شیخ عمر طبعی شبے ست عاشق را بقل سوخکاں ایں قدر شباب چرا

والہ ہروی سے اگر عمر طبعی دہت گردش ایام اندر شرف خدمت دستور سراید
 ذوق دہلوی سے لے شمع تیری عمر طبعی ہی ایک لٹا رو کر گزارا یا اسے ہنس کر گزارے
 مرزا غالب مرحوم سے عشرت صحبت خواباں ہی عنایت سمجھو نہوئی غالب اگر عمر طبعی نہ ہوتی
 ان شواہد کے ہوتے ہوئے اس اجتہاد اساتذہ لکھنؤ کو کون مان سکتا ہے آپ جب تک تجھ سے دریافت نہ کر لیا کریں
 کسی ایسی تحقیقات پر اعتبار نہ کریں۔ میری طبیعت ابھی نہیں تھی اسلئے نغزل کو اب تک نہیں دیکھ سکا۔ اب لکھکر بھیجتا ہوں
 سید محسن حسین آٹھروکیل ازبے پور۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۲ء

(۷)

مخلصی و محبی۔ السلام علیکم آپ کے خط مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء کے جواب میں اسلئے توقف ہوا کہ میں علیگڑھ گیا ہوں
 تھا۔ آپ کے سوال کا تفصیلی جواب تو ایک مختصر رسالہ کا حجم چاہتا ہے میں اختصار کے طور پر ضروری ضروری باتیں لکھ دیتا ہوں
 اعلام و اسما کے آخر میں یاے نسبتی زیادہ کرنے کا قاعدہ عربی میں تو یہ ہے کہ مکملہ رباعی (چار حرفی) کے آخر جب یاے تختانی
 ہو تو اس یاے کو واؤ سے بدل دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی، لیکن اہل فارس نے اس قاعدہ کی پابندی نہیں کی
 وہ پنج حرفی و شش حرفی کلمہ میں بھی اگر آخر حرف (ی) ہو تو وہ اسکو بھی واؤ سے بدل دیتے ہیں اس بنا پر ایشیائی اور
 کاکوری کو بحالت الحاق یاے نسبتی ایشیائی اور کاکوری لکھنا درست ہے۔ اسی طرح جن اسما کے آخر میں ہاں ہے ہوز ہودہ
 بھی بحالت الحاق یاے نسبتی واؤ سے بدل جاتی ہے یا اگر جاتی ہے جیسے مارہرہ سے مارہروی اور سندیلہ سے سندیلوی
 اور مکہ سے مکئی اور بنگالہ سے بنگالی، جب الحاق یاے نسبت کا قاعدہ چار حرفی لفظ تک محدود نہیں رہتا تو پھر کاسکینی اور
 قائم گنجی لکھنے میں کیا امر مانع ہے۔ اسی طرح غظم گڑھی اور علیگڑھی بھی صحیح ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بعض اسما کی کچھ ساخت اور
 کچھ لفظ ایسا ہوتا ہے کہ بعد الحاق یاے نسبت اس کا لفظ گراں معلوم ہوتا ہے اور بہت غیر فصیح لفظ بن جاتا ہے اسلئے ایسی جگہ
 یاے نسبت زیادہ نہیں کرتے اور صرف اضافت ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے سناخ کلکتہ یا سطرطیب جی بمبئی یا مکرم محمد علی
 ہر دوتی۔ ان اسما کو اگر کلکتوی، بمبوی، ہر دودی کہا جائے تو کس قدر سامع مجروح ہوتا ہے بغیر الحاق یاے نسبت
 بھی بحالت اضافت وہی مفہوم پورا ہوتا ہے جو یاے نسبت سے ہو سکتا ہے جیسے حافظ شیراز اور کمال اصفہان۔ بعض
 لوگ کول (علیگڑھ) کو بعد الحاق یاے نسبت بجائے کولی کو بی لکھتے ہیں۔ قبل لام ایک (ی) اور بڑھا دیتے ہیں تاکہ کوئی
 کوئی (قوم) نہ سمجھے۔ سادہ سے سادگی اور (لے) سے رازی، دوسرے قاعدہ کے ماتحت ہیں اور مدینہ سے مدنی
 بھی دوسرے قاعدہ سے بنا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے حسب ضرورت آپ کے استفسار کا جواب لکھ دیا ہے

امید ہے کہ اب آپ کو کوئی غلش نہ رہی ہو۔ اظہر۔ مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۳ء

(۸)

چمک اور دمک دونوں ہم معنی ہیں حکیم مہر ماضی علی جلال لکھنوی نے اپنی نعت سرمایہ زبان اردو میں لکھا ہے دمک چمک کے وزن اور معنی پر ہے ف درخشیدگی۔ دکنا، چمکنا کا ہموزن اور ہم معنی ہے ف درخشیدن لیکن میرے نزدیک بعض محل پر دمک اور دکنا کی جگہ چمک اور چمکنا نہیں کہہ سکتے۔ جیسے کندن کی طرح دکنا ہی یا چمپرہ دمک رہا ہی مایاں چمکتا ہی اور چمک رہا ہی خلافت محاورہ ہی۔ سودائے قصیدہ میں کہا ہے

رنگ خسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک آگے غیب کے خجالت زدہ سونے کی دمک

اسی قصیدہ میں گھوڑے کی تعریف میں کہا ہے

گاہ آجائے نظر گاہ نظر سے غائب پھر ہوا بچ وہ شبرنگ ہے جگنو کی دمک

یہاں جگنو کی چمک بھی کہہ سکتے ہیں۔ غزل بعد اصلاح دا پس ہے۔ بانی خبریت ہے۔ اظہر۔ ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء

(۹)

مجی مخلصی۔ اسلام علیکم۔ _____ کے دماغ میں آزادی کی ہوا بھری ہوئی ہے وہ قیود و قواعد کی پابندی کو غل تو سچ زبان سمجھتے ہیں۔ انہیں پر کیا منحصر ہے جتنے انگریزی خیال کے آدمی ہیں وہ دنیا میں مطلق العنان رہنا چاہتے ہیں۔ جب مذہبی جگر بند سے وہ گل چکے ہیں تو شاعری کی پابندیوں کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔ میدان محشر کی نسبت اون کا یہ کہنا غلط ہی خواہ کسی نے لکھا ہی کوئی سند ہی باطل بے اصول بات ہے جسکو اساتذہ فارس متواتر استعمال کر چکے ہیں اوسکو کسی ہندوستانی کا کیا منہ ہے کہ غلط کہے۔ یہ سب خرابی ہے تصرفات شعرائے فارس کے نہ جاننے کی اگر تصرفات شعرا پر نظر ہوئی تو کبھی ایسا نفرمائے محقق بنے ہیں لیکن تحقیق یہاں کمال تقلید نامکن ہے یہ تقلید کن آنجناب کہ تحقیق بود۔ والسلام۔

سید مشتاق حسین اظہر۔ ازجے پور ۲۰ اپریل ۱۹۲۳ء

ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ پی ایچ ڈی؛ بیرسٹریٹ لا۔ لاہور

(۱)

مکرم بندہ۔ سلام سنوں۔ میں اس رنگ کی شاعری سے بے بہرہ ہوں۔ اس واسطے آپ کی تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں۔ بظاہر کوئی غلطی اس میں نظر نہیں آئی۔ مخلص محمد اقبال لاہور۔ ۴ نومبر ۱۹۲۳ء

(۲)

مخدومی۔ السلام علیکم۔ آپ کی غزل بہت اچھی ہے۔ زبان کی اصلاح تو پس کیا دونوں خیالات ماشار اللہ خوب ہیں ”اے قافلہ یاس الخ“، اس شعر کا پہلا مصرعہ پڑھ نہیں سکا۔ مخلص محمد اقبال

(۳)

مکرم بندہ تسلیم۔ مجھے آپ کی غزل میں کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ اگر نظر آتی تو کم از کم آپ کی وجہ ضرور دلاتا۔ اے قافلہ یاس الخ۔ مجھ سے پڑھائیں گیا اور نہ مصرع کسی طرح سمجھ میں آتا ہے یہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ باقی اشعار خوب ہیں ”جز خواب نہیں وعدہ باطل الخ“، پرانا اور مبتذل مضمون ہے آپ کے باقی اشعار میں تازگی پائی جاتی ہے۔ مخلص محمد اقبال

(۴)

حسن اعتقاد کی داد دیتا ہوں، زبان غزل میں فارسیّت کی شان نہیں ہے۔
ہمہ غیر محدود و در ملک باطن بظاہر بہ قید تعین اسیرے خوب شعر ہے۔
محمد اقبال

سان العصر خان بہادر سید اکبر حسین صاحب مرحوم لہ آبادی

الہ آباد ۲۱/۱۱/۱۷

جناب من۔ پنانا اور پھنانا دونوں کا استعمال جائز ہے۔ اگرچہ پنانا زیادہ مستعمل ہے زبان کے معاملے میں طولانی بحث بحث ہے۔ تغیرات لفظ کے بہت اسباب ہوتے ہیں۔ ازاجملہ اختصار و تخفیف پنانا بروزن مفعول ہے پھنانا بروزن مفعول ہے۔ شبلی ابھی حال ہی میں گزرے۔ مصحفی کو مدتیں گزریں۔ حضرت آتش کا اوسط زمانہ سمجھئے وہ بھی فرما گئے ہیں۔

باغبان انصاف پر بے بس سے آیا چاہتے ہیںجی اس کو زر گل کی پھنایا چاہتے
سائنس آف لینگویج کے اشارات سے یہ مضمون بھی پیدا ہوتا ہے کہ پھنا اور پھن چورے اور پھیلے ہوئے کو کہتے
ہیں کپڑا بدن پر پھیلا جاتا ہے۔ پھنا پوشیدہ کے معنی میں ہے۔ کپڑا بدن کو ڈھانکتا ہے پھنانا اور پھنانا دونوں معنی
خیز ہیں۔ یہ سب خوش مذاقیاس میں محاورے کی بات ہے۔ پھنانا ان سندوں کے ساتھ ناجائز نہیں ہو سکتا۔ لیکن زیادہ

مستعمل اس حصہ ملک میں پہنانا ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کی یاد آوری کا سپاس گزار ہوں۔ میں کیا اور میری سند کیا پہنانا خود میرے شعر میں بندھا ہے۔ یاد رہے کہ اس فتوے جواز سے کوئی قاعدہ نہیں منفرع ہوتا۔ اکبر

(۲)

کرمی۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ ناسند رسی اور بیماری نے جو اس کھو دیے ہیں اس عمر اور ان حالات میں اس کی شکایت ہی کیا میں نے کبھی اصلاح سخن احباب کی خدمت نہیں انجام دی۔ آپ کا حسن خیال ہی کہ میری نسبت ایسی رائے قائم فرمائی۔ لیکن یہ غزل

یہ نشان پائے گئے لگم شدہ دیوانوں کے ٹکڑے کچھ آئے ہیں صحرا سے گریباؤں کے
نہایت عمدہ ہی داد دیتا ہوں الفاظ شبک، بندشِ چُستِ توانی میں احتیاط۔ خدا ایسی طبیعت مبارک کرے
ستمبر میں، میں سخت علیل تھا مایوسی ہو گئی تھی اب اتفاقہ ہی لیکن بالکل اچھا نہیں ہوں۔ تجیر سے دماغ ہر وقت
پریشان رہتا ہے۔ آپ کا نیاز مند۔ اکبر حسین ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۶۷ء

(۳)

جن اشعار پر صاد ہے۔ زبان اور خیال دونوں اعتبار سے مستحقِ داد ہیں۔ افسوس کہ میں علیل ہوں۔ دل و
دماغ قریباً بیکار ہیں۔ آپ کا حسن خیال ہی میں کیا چیز ہوں۔ اکبر ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۶۷ء
برو انہیں کسی کو بھی جلتا ہوں نامراد تصویر بن گیا ہوں چہرا غمزا کی
اب تک ہواے شوق میں اٹھتا ہی بار بار ہمت بلند ہی مرے مُشتِ غمبار کی
کس کو دماغ سیر چمن لے صبا ہیاں سر میں بھری ہوئی ہی ہوا کوئے یار کی

(۴)

عنایت فرمائیے من۔ اُستاد سی شاگردی کا شغل یہاں کبھی نہیں رہا میرا کوئی شاگرد نہیں ہے۔ میری نسبت
آپ کا خیال محض حسنِ عقیدت ہے۔ مدت سے علیل ہوں پریشانیوں میں بسر ہوتی ہے صنعتِ بچہ ہی عمر ۷۷ سال ہی
دعا سے خیر کا امیدوار ہوں آپ کا رنگ بہت اچھا ہے بعض اشعار پر کچھ نوٹ ہیں جواب میں دیر معاف۔
اکبر۔ ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۶۷ء

ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت ہر ذرے سے کہتی ہے حقیقت
اندازہ شوق کیا بتاؤں بس حد ہی کہ اتنا نہیں ہے۔ یہ بھی خوب ہی
تجھسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ لا جواب شعر ہی

بیجا ہے ہزار دن کا شکوہ یہ کون کہے بجا نہیں ہے خوب ہی
کشتی کا خدا تو ہے نگہاں کیا ڈر ہے جو نا خدا نہیں ہے صاف ہی

میرزا عاشق حسین صاحب بزم - اکبر آبادی

(۱)

شوق صاحب سلمہ - دعا کے بعد معلوم ہو کہ جب تمہارا خط ہیاں پہونچا میں پانی پت میں تھا آج ہی آیا ہوں
غزلیں دیکھیں۔ ماشاء اللہ خوب کہتے ہو اچھا رنگ ہی دل خوش ہوا اپنا کلام بھی سجدیا کرو۔
مرسلہ عبدہ، میرزا عاشق حسین بزم - معراج الشعرا - از غازی آباد - ۲۳ ماہ ۱۹۲۲ء

(۲)

غزیزا قدر شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ تمہارا خط مع تین غزلوں کے پہونچا او نہیں دیکھ کر روانہ کرتا ہوں
تمہارے سب پر بھائی شاگردی کی شیرینی طلب کرتے ہیں۔ والد دعا
مرسلہ عبدہ، میرزا عاشق حسین بزم - از غازی آباد - ۲۳ ماہ ۱۹۲۲ء

(۳)

غزیزا زبان من شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ میں آجکل بہت ہی عذیم الفرصت ہوں اسوجہ غزلوں کی
اصلاح میں دیر ہو گئی۔ اب اس خط کے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ تم ماشاء اللہ میرے خیال میں اچھے ناظم ہو۔ خوب کہتے
ہو۔ مشق کے جاؤ نام پا لو گے۔ مگر متفرق مقام پر اپنا کلام براے اصلاح نہ بھیجو، کوئی ایک استاد جو تمہاری نظر میں
بہتر ہو تجویز کر لو اور ہمیشہ اسی کو دکھاؤ حالانکہ تم کو اصلاح کی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کہی کہی دوچار لفظ ساری
غزل میں بنتے ہیں خفا نہ ہو جانائیں نے یہ نصیحت بحیثیت ایک بزرگ کے تمہارے ہی بھلے کو کی ہے جب سے
تم نے مجھے اصلاح لینی شروع کی ہے میں تم کو بجائے اپنے فرزند کے سمجھتا ہوں۔ والد دعا

میرزا عاشق حسین بزم، اکبر آبادی، ۱۰ جون ۱۳ شوال، شنبہ ۲۳ ماہ ۱۹۲۲ء

(۴)

۴ جنوری ۱۹۲۳ء از غازی آباد

غزیزا زبان من شوق سلمہ - بعد دعا کے واضح ہو کہ بہت دن کے بعد تمہارا خط مع دو غزلوں کے پہونچا خیریت

معلوم ہوئی۔ شکر خدا کیا۔ خط نہ آنے سے دل پریشان تھا۔ میں بھی سفر میں تھا۔ اب آیا ہوں اور پھر کلکتہ جا رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ بغیریت ہوں تم نے دونوں غزلیں خوب کہی ہیں۔ جہاننگ ہو سکے فارسی ترکیب سے حذر کر دینا تو غالب مرحوم کے لئے موزوں تھی ہر شخص کے لئے نہیں ہر مضمون کے ساتھ زبان اور حسیت بندش کی ضرورت ہی اتنا صاف شعر ہو کہ پڑھتے ہی عوام و خواص سب سمجھ جائیں۔ مرزا داغ مرحوم کا نام اسی سبب سے زیادہ مشہور ہوا ورنہ ان سے بہتر کہنے والے اور با علم ماہر فن کامل موجود تھے۔ تنبیر۔ جلال۔ امیر۔ اسیر۔ تاجر۔ قلع وغیرہ کبھی دہلی یا میرٹھ کی طرف آؤ تو مجھ سے بھی بلجانا۔ اس وقت صبح کے م بجے ہیں گو آنکھیں روشن ہی مگر ہاتھ کام نہیں دینا بدقت اتنا لکھا ہی۔ والد دعا،
مرسلہ عبدہ میرزا عاشق حسین بزم۔ اکبر آبادی۔

مولانا سید حسین احمد شاہ صاحب۔ بیباک شاہجاں پوری

(۱)

مولانا زاد عمر۔ ماینا سب آپ کی غزل تمنا والی بہت ہی نغز اور بہتری اُس سے آپ کی قابلیت نحو کی کا پتہ چلتا ہی مآثر اللہ دوسری غزل بھی اچھی ہے مگر نہ اگلی سی میں نے ابھی ایک غزل ایک مشاعرہ کے واسطے لکھی ہے جس کے دس شعر بھیجتا ہوں آپ اپنے کہنے میں اس طرز بیان کا لحاظ رکھا کیجئے۔ فقط زیادہ دعا جواب سے مطلع کیجئے گا

سید حسین احمد بیباک عفی عنہ۔ ۴ دسمبر ۱۹۱۷ء

خداوند را کیا خون میرا میری گردن پر
کہ گلکاری سرشک خون سی ہو جاتی ہی دامن پر
کہ دھوکہ چشمہ خورشید کا ہی دل کے روزن پر
بھروسہ ہو کسی کو رہبری کا جیسے رہ زن پر
نری صدمت سے وہ بھولے مجھے بیٹھے ہیں چلن پر
یہ مطلب ہی گرا لوں آپ بجلی اپنے حسرت پر
کہ رہتی ہی نظر صیاد کی ایک ایک روزن پر
نہ پوچھو دل کو کیا کیا حسن ظن ہی تم سی بطن پر
اگر صیاد لے چھوڑا تو بھاری ہوں نشیمن پر

نہ آیا وقت بسمل داغ کیوں قائل کے دامن پر
خبر دیتا ہے عیش وصل کی کیا اگر یہ بیہم
کچھ اس انداز سے تیر نظر آج اُس نے مارا ہے
نگاہ لطف پر اُس کی ہر اسے دل اعتماد ایسا
یہ موقع لے نگاہ یاس و حسرت بھر نہ آئیگا
نگہ بچی کے کیوں حکم ضبط آہ دیتے ہو
قفص بھی کم نہیں دام بلا سے ہم اسیروں کو
کبھی موقع تو دو بخت کو عرصہ منت کا
مجھے اب تنکا تنکا ناوکِ دلدوز ہے گویا

مزا تو یوں ہے لے تیاک انکسارِ منت کا
رداں اک جوئے خوں ہو ہر رن موت سے مے تن پے

(۲)

غزنی، دعا ہا۔ غزلِ اصلاح کر کے روانہ کر رہا ہوں ہر اصلاح کو سمجھ کر دیکھئے گا۔ میرا مقصد زیادہ شعروں سے یہ تھا ہایا، اشعر ہوا کریں بات یہ ہے کہ جب تک مشق کامل نہ ہو۔ اسوقت تک قدرتِ کلام نہیں پیدا ہوتی اور محاورات اور الفاظ کے محل استعمال پر دستگاہ نہیں ہوتی۔ جو شخص محاورات اور الفاظ کے محل استعمال پر جھپٹا آگاہ اور قادر ہوگا اُسی قدر اپنے خیالات اور جذبات کو خوبی کے ساتھ ظاہر کر سکیگا۔ آپ گلزارِ داغ کو زیرِ مطالعہ رکھا کیجئے مگر امتنا خیال ہے کہ اُس میں جو عامیانہ مذاق ہے اُس سے گریز کرنی چاہئے اُستادِ مرحوم کے جملہ دیوانوں میں یہ دیوان عامیانہ مذاق دور کرنے کے بعد مذاقِ سلیم اور سخنِ کلام کا دستور العمل ہے۔ سید حسین احمد عفی عنہ

(۳)

غزنینِ سلمہ۔ ماینا سب، آپ کا پہلا خط پہنچا تھا مگر میں اتنا بیا رہا جنہری دشوار تھی، اسوقت اُس خط کو تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ انشاء اللہ دھوئندھکر اصلاح کر کے بھیج دوں گا اور ہنوز طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مشق زیادہ کرنی چاہئے کہ قادرِ لکلامی پیدا ہوا اور جو کچھ کہا جائے وہ نہایت ہی سمجھ کر۔ فقط زیادہ دعا۔ تیاک عفی عنہ

(۴)

غزنینِ سلمہ۔ ماینا سب۔ میں تم سے نہایت شرمندہ ہوں۔ جواب بہت دیر میں بھیج رہا ہوں میں سخت عیدم الفز ہوں۔ بہر حال سلسلہ خط و کتابت جاری رہنا چاہئے۔ فقط زیادہ دعا۔

سید حسین احمد تیاک عفی عنہ۔ یکم جولائی ۱۳۲۲ء

(۵)

غزنینِ سلمہ۔

ماینا سب۔ غزلِ مجموعی لحاظ سے بہت اچھی (آنسیرین نکلی) جن مقامات پر اصلاح کی ہے اُسے غور سے دیکھ کر سمجھ لیتا۔ فقط زیادہ دعا۔

سید حسین احمد تیاک عفی عنہ

مولانا حاجی سید وحید الدین احمد صاحب بختود - دہلوی

(۱)

جناب من - دونوں غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں خدا کرے آپ کو ملاح پسند آئے میں لکھنے سے معذور ہوں سید ہا ہاتھ ریشہ کی وجہ سے قلم کے کام سے جا نا رہا ہے - کبھی کبھی کاتب کے ملنے میں توقف ہو جاتا ہے - اکثر اجاب کے خطوط کا جواب بعض وقت دیر سے بھیجا جاتا ہے میں آپ کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا - ہمیشہ ملاح کے لئے باضابطہ شاگردی لازمی ہے والسلام - خاکسار، سید وحید الدین احمد - بختود

(۲)

شوق صاحب - میں اردو کا شاعر ہوں اور اردو زبان باوجود مادری زبان ہونے کے چالیس برس میں نے سیکھی ہے - اسلئے فارسی کی غزل کو بغیر ملاح بھیجتا ہوں شاگردی کی مٹھائی عنایت فرمائیے - والسلام - بختود دہلوی

(۳)

کیوں صاحب آپ نثر میں بھی مضمون آفرین کرتے ہیں یہ آپ نے کیونکر سمجھ لیا کہ میں نے آپ کی غزل بغیر غور سے دیکھے واپس کر دی ملاح کی ضرورت نہ دیکھوں تو کیا کروں - اس غزل میں بھی صرف ایک ہی لفظ بنا ہے - بختود دہلوی

سید محمد احمد صاحب بختود، بی اے، موہانی

(۱)

معظی حضرت شوق زاد مجدم - سلام دنیا ز - غزل دیکھی مگر دیر میں میری ازلی از خود رنگی کا صدقہ معاف کیجئے ہج کہوں اس غزل کی ملاح میں جی نہ لگا اور ایسا ہوتا کیونکر - اس میں قافیہ پیمانی کے سوا دہرا ہی کیا ہے - یہ واقعہ ہے کہ طرح تھی پیاری مگر بیدردی کے ہاتھوں چھری پھر گئی - میں نے کہا اور بارہا کہا ہے کہ جب تک طبیعت مساعد نہ ہو مسلم اٹھانا کیا ضرور ہے مگر بھائی میری سنہا ہی کون ہے، الفاظ کے نازک رابطوں کا لحاظ ضروری ہے - جب تک شاعر الفاظ شعر شطرنج کے مہروں کی طرح ربط لفظی و پیوند معنوی پر نظر نہ رکھے - کلام موزوں نظم ہی شعر نہیں کہی زمانہ کی بیداد نے فرصت دی تو اصول شعر گوئی پر کچھ لکھوں گا ورنہ اس محل کو بھی ساقط ہی سمجھئے - بختود، موہانی

(۲)

شیعہ کالج - لکھنؤ - ۱۵ نومبر ۱۹۲۲ء

جناب بندہ - تسلیم - آپ کی غزل آئی - ضیقِ فرصت کا رونا کوئی گمان تک روئے جب آپ حضرت کے احکام کی تعمیل نہیں ہو سکتی تو خدا جانتا ہے کہ دل میں کھپ کے رہ جاتا ہوں - بہر حال سرسری طور پر دیکھ کر غزل نیچے دیتا ہوں خدا کرے وقت پر پہنچ جائے - والسلام بخود موبانی

(۳)

شیعہ کالج ، ۹ فروری ،

غزنی حضرت شوقِ سلوک اللہ تعالیٰ - میں زندہ ہوں اور کچھ ایسے آلام میں مبتلا ہوں کہ کچھ کہتے نہیں بنی ہمتار سوالوں کے جواب میں تاخیر مونی ، مگر میں مجبور تھا امید ہے مجھے معاف کر دے -

میر جان چک اور دمک میں فرق ہے مگر نازک عوام اور کچھ ایسے لوگ بھی جن کو جانتا چاہئے تھا وہ چک اور دمک میں فرق نہیں کرتے اس ناچیز کو ان کی رائے سے اتفاق نہیں ، میرے نزدیک چک عام ہے اور دمک خاص ہے معنوں میں ایک طرح کی لپک (پہلا ہٹ) کا مفہوم پنهان ہے وہ معشوق جن کی رنگت کندنی ہوتی ہے ان کے حسن کے ساتھ دمک کا لفظ بولتے ہیں - دمکا ہوا چہرہ اور ہے اور چمکا ہوا چہرہ اور ہے یہ لفظ کندن کے ساتھ خصوصیت سے آتا ہے کندن کی دمک بولتے ہیں - مرزا غالب علیہ الرحمہ نے سہرے میں کہا ہے -

رخِ روشن کی دمک گو غلط ہے کیوں نہ دکھلائے فرغِ مہ و اجستہ سہل
دیکھو بیاں ہی فرغِ ماہ کے لئے دمک فرغِ انجم کے لئے چمک کہا ہے ہاں جب چمک دمک ساتھ آتے ہیں تو دمک چمک کا تابع ہو جاتا ہے اور معنوں میں تاکید اور کلام میں سجاوٹ کے سوا کوئی مستقل معنی نہیں رکھتا - یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی حالتیں آئے چمک کی تفسیر سمجھ لیں - جسے اسیں کلام ہو وہ چمک کی جگہ دمک کی جگہ چمک رکھ کر دیکھ لے فرق خود ہی آئینہ ہو جائیگا - میرے

آئینہ کو بھی دیکھو ہر رنگ اور ہر بھی دیکھو حیران چشم عاشق دے ہے جیسے ہیرا
سم ہو جانا اور سم کر دینا کے متعلق بھی کہنا ہے کہ جب ہمارے شعریں یہ محاورہ میری نظر سے گزرا تو صحیح مفہوم سمجھنے میں مجھے کوئی تکلف نہیں ہوا میرا سنا ہوا ہے اور اہل لکھنؤ کو اس کی صحت میں کلام نہیں ہے - اب رہا اساتذہ دہلی کا کلام وہ میری نظر سے گزرا ہے اور بہت گزرا ہے مگر یہ محاورہ یا تو میں نے وہاں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو یاد نہیں میں

نہ تو ان کے ہاں اس محاورہ کے وجود کا دعویٰ ہو سکتا ہوں نہ عدم کا۔ تم جانتے ہو کہ اب نہ وہ دل ہی نہ وہ دماغ نہ ایک محاورہ کے لئے دفتروں کے اُلٹنے کی فرصت ہی ہاں مجھے حضرت آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال لکھنوی کا یہ شعر یاد ہے اور تحقیق مقام کے لئے کافی ہے۔

ہو نہ ہوائے آرزو عشق کا مارا ہے تو
کیسی بھٹی یہ گفتگو بزم کو سم کر دیا

میدان محشر کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا استعمال میدان حشر کی جگہ میں نے ایک دو نہیں ہزار جگہ دیکھا ہے فارسی میں یہ اتنی جگہ آیا ہے کہ اس کے لکھنے کو ایک دفتر چاہئے۔ میں صرف چند مثالیں کافی سمجھتا ہوں۔
بوستان سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ سے کہے دید صحرائے محشر بخواب مس لگفتہ روئے زمین آفتاب
ما محشم کاشی سے فریاد ازاں زماں کہ شہیدان کر بلا گلگون نفس بعرضہ محشر دم زبند
لا اوری سے چو عاصی کہ در آید بعرضہ محشر

روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پریش نماز بود
اسانہ ایران نے محشر کو حشر کے معنوں پر بولنے میں اتنی شدت کی کہ محشر کے بعد ”ستاں“، (علامت ظن فارسی بڑھا کر محشرستان بنالیا آرزو میں بھی اس کی مثالوں کی انتہا نہیں۔ یہ اشعار تم نے بھی سنے ہونگے۔
ناخ علیہ الرحمۃ سے مرا سینہ ہی مشرق آفتاب دلغ ہجران کا طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریباں کا
شب ہجرنا ابد پس صبح نہ رہا خوف روز محشر کا
لا اعلم سے قریب ہی بار روز محشر چھپے گا کشتو کا خون کو نگر جو چ رہیگی زبان خنجر لمو پکار یگا آسین کا
غالب سے نکو ہش ہی سزا فریادے پیدا دلبر کی مبادا خندہ دندانما ہو صبح محشر کی
اب میرے کچھ احباب حشر کی جگہ محشر کہنے میں احتیاط کرتے ہیں اگر نگو افراط احتیاط غریب ہو تو نہ کہو مگر مسیحا مسلک یہ ہے کہ میں ان دونوں لفظوں کو ایک ہی محل پر بولنے میں تکلف روا نہیں رکھتا اسلئے کہ ایسی احتیاطیں خانہ برانداز وسعت زبان ہیں۔ تم نے نظر کی نہیں، در نہ کمری مرزا کا ظم حسین محشر لکھنوی کا تخلص ہی نکو بتا دیتا کہ حشر اور محشر ایک ہی معنوں پر بولے جاتے ہیں۔

بھی اور سب جالے و دغلائی مجھ سے مصد میہی ام ظن کے وزن پر آ سکتا ہے جیسے خج کہیں خروج مراد ہیں، مقصد سے قصد۔ مبلغ سے بلوغ۔ اس قاعدے میں کوئی استثناء نہیں یہ تم نے کس لئے کہ دیا کہ محشر حشر کے معنوں میں

عربی نہیں رہتا۔ والسلام

نیاز پرست - محمد احمد بخود موبائی

سید ذاکر حسین صاحب ثاقب قرلباش لکھنوی

(۱)

لکھنؤ - وزیر گنج - ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

مکرم بندہ تسلیم - جناب نشتر صاحب کا الطاف نامہ اور آپ کی تحریر موصول ہو کر باعث امتنان ہوئی کیا کہوں
 آجکل ایام غراسے باعث دفتر غزل گوئی و غزل سرائی بند ہی نہ غزل کہہ سکتا ہوں نہ سن سکتا ہوں نہ پڑھ سکتا ہوں
 با ایں ہمہ میں نے آپ کی دونوں غزلوں پر ایک سرسری گاہ ڈالی۔ ماشار اللہ آپ کا کلام بہت صاف ستھرا اور سلیجھا
 ہوا ہے کوئی شاعرانہ سقم یا محاورہ زبان کی غلطی نظر نہیں آئی۔ کلام میں نچسپی مشق سے پیدا ہوتی ہے اور یہی صورت
 انداز بیان اور طرزِ زاد اے مطلب کی بھی ہے۔ جسقدر مشق پڑھتی جا نیگی کلام میں نچسپی اور انداز بیان میں لطافت
 پیدا ہوتی جا نیگی۔ میری رائے ناقص میں آپ کے کلام کو مصلح کی احتیاج نہیں ہے بعض اشعار جو فی الجملہ ترمیم طلب
 ہیں تھوڑے دنوں میں طبیعت خود بخود ان کی اصلاح کرنے لگیگی۔ یہی بڑا کمال ہے کہ آپ سمجھ کے شعر کہتے ہیں۔ بھلا
 اس صورت میں قطعہ تقلید گردن میں ڈالنے سے کیا حاصل، میری رائے دوستانہ ہی عمل کرنے یا نکر نے کا آپ کو
 اختیار ہے۔ مزید گفتگو اس باب خاص میں بعد ختم ایام غرا کی جا نیگی انشاء اللہ تعالیٰ اگر اس موقع پر اتنا ضرور عرض
 کروں گا کہ انتخاب میں آپ نے غلطی کی ہے جناب صفی صاحب یا عزیز صاحب یا محشر صاحب سے مشورہ آپ کے
 حق میں زیادہ مفید ہو گا۔

ماہماے گرم پرواز میں فیض ازما جوے سایہ منل دودو بالامی رود از بال ما
 باقی خیریت ہے جناب نشتر صاحب کی خدمت بابرکت میں اداسے شکریہ آوری کے بعد میری جانب سے
 تسلیم عرض کر دیجیے گا۔ والسلام۔ محلہ کا نام مجھے پڑھا نہیں گیا۔
 خاکسار۔ نیاز کیش، مرزا ثاقب قرلباش

(۲)

لکھنؤ - وزیر گنج - ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء

مکرمی تسلیم - میں چار مہینے سے سخت علیل ہوں۔ ہاں یاد تو پڑتا ہے کہ نشتر صاحب کی ایک تحریر موصول ہوئی تھی

معلوم نہیں کہ میں نے اس کا جواب لکھا یا نہیں لکھا۔ میں بوجہ چند آپ کے تعمیل ارشاد سے معذور ہوں جس وقت آپ سے ملاقات ہوگی اور آپ یاد دلائیں گے تو عرض کر دوں گا۔ سندیلہ اور لکھنؤ کے درمیان کچھ ایسا فاصلہ نہیں ہے اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو چند بار آپ سے مل چکا ہوتا۔

میری رائے میں آپ کا کلام کہیں سے قابل ترمیم نہیں معلوم ہوتا آپ ماشاء اللہ بہت اچھا کہتے ہیں۔ بلاوجہ حلقہ شاگردی اپنی گردن میں ڈالنا کچھ عجیب و غریب مفہون ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر کیف اگر آپ کی یہی غماز ہے یا کہ آپ تک آپ کے خطوط سے ظاہر ہوا تو سب سے پہلے آپ کو مجھ سے ملنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ زیادہ نیاز خاکسار نیاز کیش۔ مرزا ناٹق

(۳)

لکھنؤ محلہ وزیر گنج۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء

کرمی تسلیم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ میں نے اسی وقت رداری میں آپ کی دونوں غزلوں پر ایک نظر ڈالی۔ میرے خیال میں ان میں کہیں ترمیم اصلاح کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ ماشاء اللہ دونوں غزلیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ میرا دل ادن کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ یہ آپ کا داہمہ ہے کہ آپ محتاج اصلاح ہیں۔ پس سچ کہتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے اور آپ نہایت خوب فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ عند الملاقات حقیقت حال عرض کر دوں گا ۱۹۲۳ء حال کو بمقام الہ آباد ماڈرن ہائی اسکول میں ایک محبت مشاعرہ منعقد ہونے والی ہے جیسے آپ کو بھی سیر کر لائیں گے کہ یہ آمد و رفت میرے ذمہ ہے جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے طبع کا مصرع یہ ہے ع

میں بھی نگاہِ لطف کا امیدوار تھا

خاکسار نیاز کیش۔ مرزا ناٹق

باقی خیریت ہے۔ زیادہ والسلام

(۴)

لکھنؤ۔ محلہ وزیر گنج۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

کرمی تسلیم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ میں چند مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ ماشاء اللہ آپ بہت خوب فرماتے ہیں مجھے آپ کے کلام میں کہیں اصلاح کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ بلاوجہ دخل در معقولات سے کیا حاصل اگر آپ کو میرے کہنے کا اعتبار نہ تو جناب آرزو صاحب سے جو اکثر سندیلہ شریف بیجا کرتے ہیں آپ مشورہ فرما سکتے ہیں میری علالت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے دل و دماغ عرصہ دراز سے معطل اور بیکار ہیں علی

کی رائے بھی عیل ہوا کرتی ہے۔ درحالیکہ مجھے خود نیک و بد میں امتیاز نہیں ہے آپ کو کیا مشورہ دلیکتا ہوں معاف فرمایگا زیادہ نیاز۔ یقین ہے کہ مزاج مبارک من جمیع الوجوہ مع الخیر و عافیت ہوگا۔ والسلام براہ کرم آئندہ مجھے اس باب خاص میں زحمت نہ دیجئے گا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا کلام بالکل بے عیب ہے۔ فقط خاکسار۔ مرزا ثاقب، قزلباش

حکیم محمد ضمیر حسن خاں صاحب دل شاہجہاں پوری

(۱)

کرمی تسلیم۔ سندیلہ کا مشاعرہ کچھ ایسا برہم و درہم ہوا کہ سال بھر کے بعد احباب سے ملاقات ہو جاتی تھی اس کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ خیر بار زندہ صحبت باقی۔ میں کیا اور میری شاعری کیا کرم فرماؤں کا حسن ظن ہے کہ مجھ کو اچھے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ غزل دیکھ کر اس سال ہے۔ بقدر ضرورت بعض جگہ ترمیم کر دی گئی۔ جناب نشتر سے بوقت ملاقات سلام نیاز کئے۔ مدت ہوئی کہ اُن سے بھی شرف نیاز حاصل ہو نیکام موقع نہیں ملا۔ امید ہے کہ جناب خدمت لا نقد سے یاد دُعا فرماتے رہیں گے۔ زیادہ شوق ملاقات۔ نیاز مند ضمیر حسن خاں۔ دلِ محلہ ہاتھی تھان۔ شاہجہاں پور

(۲)

کرمی تسلیم۔ یوں تو اردو اہل زبان بھی نہیں ہوں مگر ٹوٹی پھوٹی اردو سمجھ لیتا ہوں، فارسی زبان دانی کا قطعی مدعی نہیں ہوں۔ واللہ اعلم آپ کی غزل بنائی یا بگاڑی۔ بہر حال تعمیل حکم کی گئی۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے، محمد ضمیر حسن خاں دل از شاہجہاں پور۔ یکم جولائی سنہ ۱۳۹۲

(۳)

کرمی تسلیم۔ میری غیر ماضی باعث تاخیر جواب ہوئی، معاف کیجیگا۔ غزل ارسال ہے آپ کا مذاق شاعری دل پسند و قابل ستائش ہے۔ مرجا۔ زیادہ نیاز۔ ضمیر حسن خاں دل از محلہ ہاتھی تھان۔

(۴)

کرمی تسلیم۔ غزل ارسال ہے۔ اچھے اچھے شعر آپ نے نظم کئے ہیں آپ کا کلام منانت معنویت اور عاشقانہ جذبات سے آراستہ ہوتا ہے۔ یہ رنگ سخن قابل قدر ہے۔ فقط

ضمیر حسن خاں۔ دل

سید امیر حسن صاحب دلیر مارہروی

(۱)

برادر مہربان - سلام سنوں - درحمتہ اللہ علیہ - عزت افزائی کا شکریہ ہفتہ عشرہ سے بیمار ہوں دعا دینا کیجئے
میں ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ کے شعروں میں مشورہ دوں آپ کا ذوق ماشاء اللہ قابل تعریف ہے یہ مضامین آپ کے
دماغ کی خود تعریف کرتے ہیں تاہم تمہیں ارشاد مجھ پر فرض ہے مجھے کبھی اسکا فی خدمات سے دریغ نہوگا - غریزی الیاس صاحب
آگرہ میں ہیں تقریب شادی بخیر و خوبی انجام پاگئی اگر کچھ حرج نہ ہو تو اپنے مشاغل سے اطلاع دیجئے۔

خادم - دلیر

(۲)

مکرمی - تسلیم - غزل بہت اچھی ہے حکم کی تعمیل کی گئی - میں نادم ہوں کہ آپ مجھے ہچچان کی عزت افزائی فرماتے
ہیں اور میں بقول شخصے آئم کہ خود میداغم - بہر حال -
دعاگو - دلیر

مولوی سید محمد یوسف صاحب جعفری، رنجور عظیم آبادی

(۱)

نمبر ۲۱ - گارڈنر س لین، ڈاک خانہ انشالی - کلکتہ ۲۱ مئی مطابق ۲ رمضان ۱۳۳۷ھ

معظی - مکرمی - السلام علیکم - مجھے نہایت افسوس اور نیز ندامت ہے کہ آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۲۹ اپریل کا
جواب آج تین ہفتے بعد لکھوانے بیٹھا ہوں - بات یہ ہے کہ گیارہ ماہ حال کو سرکاری ملازمت سے پیش منٹنے والی
تھی اور وہ مل بھی گئی بہت سے سرکاری کام مجھے پیش لینے سے پہلے انجام کرنا پڑے اور پیش منٹنے کے متعلق اس
تاریخ کے بعد بھی کئی روز تک مجھے بعض کارروائیاں کرنا پڑیں اور ابھی چند ماہ تک ان کارروائیوں سے فراغت
حاصل ہونے کی امید نہیں اسکے علاوہ چند خانگی امور بھی دامنگیر حال تھے ان عذرات کو مد نظر رکھ کر امید ہے کہ آپ
اس تاخیر جواب کو معاف فرمائیں گے - آئندہ آپ خطوط مجھے بہ نشان مندرجہ عنوان لکھیں ہر چند مجھے سرکاری ملازمت
سے سبکدوشی حاصل ہوگئی - لیکن میری پیش منٹ کے متعلق بعض امور کا فیصلہ مانچ چھ ماہ سے پہلے ہوگا - اور نیز کلکتہ یونیورسٹی
کے ام - لے کلاس میں فارسی لیکچرر بھی ہوں غالباً کوئی گیارہ ماہ اور کلکتہ میں میرا قیام رہے گا اسکے بعد انشالی

اپنے وطن مالوت عظیم آباد پٹنہ میں سکون گزین ہوئے کا قصہ ہی میں تو گویا آنکھوں سے معذو رہوں آپ کی غزلیں پڑھوا کر سنی ماشار اللہ کیا کہتا ہی زبان تو آپ لوگوں کے خاص حصے کی ہی اس پر نازک خیالی سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہی ہیں ایک تو پورب کا لہنے والا اور اس پر شاعری کچھ میرا شغلہ نہیں۔ سرکاری کاموں سے کبھی فرصت مل گئی تو اپنے دلی جذبات کو سادہ الفاظ میں موزوں کر لئے اور بس لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے شاعروں کے زمرے میں شامل کر دیا ہی آپ کا اپنے کلام کی اصلاح کے لئے مجھے منتخب کرنا محض آپ کا حسن ظن ہی قدر دانی ہی بہر کیف آپ کی دونوں غزلیں بعد نظر ثانی لغت کی جاتی ہیں۔

”تمنا“ کی روایت والی غزل تو بہت ہی صاف اور سلیجی ہوئی ہی دوسری غزل کے دوسرے شعر میں شروع میں ”آج کے لفظ کی اظہار میں کوئی توجیح نہ تھی اسلئے میں نے آج کی جگہ ”آہ“ لکھ دیا مطلب صاف ظاہر نہیں ہوتا کیا آپ کے پہلے مصرع کا یہ مطلب ہی کہ ”لے دل بجا“ یہ آثار دشمن صحت ہیں؟ اگر یہ مطلب ہی تو اس مصرع میں لفظی تعقید ہی اور اگر کوئی اور مطلب ہی تو اسکو تحریر فرمائیں۔ نویں شعر میں ”اونکے روٹھنے سے دم جو خفا ہو گیا تو دم نے اُن کا ساتھ بنا یا دل نے کیونکر بنا یا؟

میں تو اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کی غزلوں پر اصلاح دوں۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے کلام پر دوستانہ نظر ثانی کر دیا کروں تو میں شکر نہ اور فخر کے ساتھ اس خدمت کو بجالانے کے لئے تیار ہوں۔ امید کہ اس خط کی رسید سے مطلع فرما کر مجھے مطمئن و ممنون فرمائینگے۔

محمد یوسف جعفری۔ رنجور۔ عظیم آبادی

مولوی سید ریاض احمد صاحب ریاض خیر آبادی

(۱)

مکرمی خط ملا غزل واپس بھیجا ہوں۔ سب شعر اچھے تھے۔ نصرت کی ضرورت نہ تھی پھر بھی کچھ دخل دیا مطلع کے مصرع اول میں مجھ پر غیر فصیح پہ بجائے پر و تروک۔ تیسرے شعر میں زنی کی ضرورت تھی۔ چھٹے شعر میں اوسکے بجائے اُس اور کچھ جسے کے بجائے جسے کچھ وغیرہ وغیرہ تین چار ہیمنے سے گویا نہ تھا۔ کانگریس احمد آباد۔! جمیر شریف جیپور اگرہ۔ گورکھپور۔ پھر تارہا پہلے خطوط بھی زیر جواب ہیں مکرمی مولوی ابرار حسن صاحب سے سلام شوق کہئے۔ ایک غزل کسی بھی مقطع اور اس کے مصرعے بھیجا ہوں ۱۵

کانگریس والوں سے آج آنکھیں ملا کر آئی شرم
تھی جگہ پاکیزہ وہ بوتل اٹھا کر آئی شرم
پھینک دی ہم نے لب جو سب سمندر پار کی
مولوی احمد الیاس صاحب کو بھی سناد کیجئے گا۔ ریاض، خیر آباد، ۹ مارچ ۱۹۲۲ء

(۲)

کرمی، اونکے وغیرہ میں واؤ نہ کھا کیجئے۔ مطلع میں مزاج انتشار میں ہی۔ مزاج میں انتشار ہونا چاہئے تھا۔ غزل کے
بعض مصرعے صاف کر دیے گئے ہیں اب غزل خوب ہی دوسری غزل چمن میں تھی۔ ہوگی ضرور۔ تلاش کر کے بھیج دوں گا
یاد نہیں میں نے دو شعر کس غزل کے بھیجے۔ حافظہ مدت سے جواب دیجئے گا۔ اب آئندہ جب خط بھیجے تو حوالہ دیکھ لیا
پرتاب گڑھ میں دھوم دھامی مشاعرہ ہے سخت تقاضا غزل کا ہی وقت ملا تو غزل پوری کر دوں گا۔ ابھی غزل ناتمام ہی
مطلع اور شعر بھیجتا ہوں،

صبح ہی خم سے نکلتا آفتاب جام ہے
دہ بھی گھبرا کر یہ بولے صبح صادق تو نہیں
آج سو بچ کی کرن موج می گلفام ہی
وصل کی شب تیرے صدقے کتنی روشن نام ہی
آپ سب حضرات سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ سب کو سلام شوق کیئے۔
امیر و داغ کہاں دیں سمجھ کے داغ سخن
ہیں کوئی بھی کہیں قدر داں نہیں ملتا
ریاض۔ خیر آباد، ۲۷ مارچ ۱۹۲۲ء

(۳)

کرمی کا رڈ اور پید خط ملا۔ جواب میں اسلئے تاخیر ہوئی کہ قریب قریب میں روزانہ لکھنا چاہتا رہا۔ اس وقت
کارڈ دیکھ کر امور دریافت طلب کے لئے خط تلاش کیا نہیں ملا۔ ایک تو آپ نے عرصہ محشر کے لئے دریافت کیا تھا
دوسرے امر کا خیال نہیں آتا کہ کیا پوچھا تھا۔ آئندہ خط میں لکھ بھیجے گا۔
محشر و محشر اردو فارسی میں بغیر کسی فرق کے ہم معنی بولے جاتے ہیں حالانکہ محشر کے معنی جائے محشر کے ہیں اسلئے
عرصہ محشر، میدان محشر، روز محشر، سب صحیح ہی منہی صاحب کا مصرع ہی۔ ع
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

دراغ نے کہا ہے۔ عرصہ محشر میں کیسی میری رسوائی ہوئی۔

اس طرح روز محشر بھی منی صاحب کا مشہور شعر ہے

قریب ہی یاد روز محشر چھپکا احوال قتل کیونکر
جو چپ رہی زبان خنجر لبو پکار لگا آستین کا
عرصہ محشر کے معنی اگر کوئی خاص امر حقیقت سے معلوم ہوئے ہوں یا معلوم ہوں تو مجھے بھی مطلع فرمایا گیا۔
ریاض، خیر آباد، یکم مارچ ۱۹۲۳ء

ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب لعل دہلوی

(۱)

مخلص بندہ شوق صاحب زادو لطفہ السلام علیکم۔ غنایت نامہ مع غزل مجھے وصول ہوا حسب ایام میں جسے دیکھ کر
حاضر کر رہا ہوں۔ اگر میری خدمت پسند ہو تو مجھے کیا انکار ہے جبکہ میرا شغل و شوق اس سے وابستہ ہے۔ مذاق شاعری
آپ کا اس نواح کے شعرا سے جدا گانہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی آپ کی غزل میں ہماری طرف کا رنگ ہے۔ پورب کی غزل
گوئی کا ڈہنگ نہیں پایا گیا میرے نام اور مخلص کے سوا کسی پتہ کی ضرورت نہیں۔ لال کنواں مجھے بہت دور ہے۔
آتم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں لعل

(۲)

مخلص شوق صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کو شکایت بجا ہے۔ میں ایسی مصیبتوں سے دوچار ہوں کہ تفصیل سننے سے
ایک کو تکلیف ہوگی۔ اسلئے اتنا س یہ کہ میری انجام مرام میں صرف آپ دعا کرنے کی تکلیف گوارا کیجئے دو مہینے سے میرا
قیام وطن میں دو دو چار چار روز سے زیادہ نہیں ہوتا۔ ورنہ آپ کے خطوط کے جواب میں تاخیر نہ ہوتی۔ افکار کا پستلہ
بنا ہوا ہوں اور مصارف لے حیثیت بگاڑ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اب لاہور میں وارد ہوں آپ کی غزل دیکھ کر حاضر کرنا
ہوں اور داد و کلام میرا دل بے اختیار دیتا ہے۔ اللہ عز و قدر ذہن غالباً دو ہفتہ یہاں اور قیام ہو۔
آتم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں لعل۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء

(۳)

مخلص بندہ شوق صاحب سلامت۔ تسلیم مع التکریم۔ غنایت نامہ وصول ہوا۔ غزل ملفوفہ میں نے دیکھی آپ کے
معاملہ میں سخت متحیر ہوں آپ جیسا خوش فکر ہوں اصلاح کلام کیوں کرتا ہے۔ مجھے معاف کجیگا میں تو بار بار یہ خیال کرتا ہوں

کہ آپ کہیں مجھے بناتے ہوں۔ آپ کو ہرگز اصلاح کی ضرورت نہیں اور اگر ہو بھی تو میں اپنی فکر سخن سے آپ کی سہی سخن طرازی کو برتر دہلا جاتا ہوں۔ امثال امر کی صورت میں آپ کی شاعری پر کبھی قلم چلتا ہی تو بعض منشورہ دوستانہ ازراہ بے تکلفی نہ مثل اصلاح استاد اور اس وضع پر بھی میرا ضمیر مجھے ملامت کئے بغیر نہیں رہتا۔ تاخیر جواب نگاری کی معافی چاہتا ہوں، جس کی وجہ میری ناسازی طبع تھی۔ جس کا سلسلہ ہنوز چلا جاتا ہے۔ زیادہ زیادہ،

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں۔ سائل، ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء

(۴)

غزنی شوق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ہدیہ سلام مسنون قبول کیجئے۔ عرصہ کے بعد آپ کا محبت نامہ منتظرہ و دغزل لکھا بہت دل خوش ہوا۔ آپ ماثرا اللہ ایسا اچھا مذاق شاعری رکھتے ہیں کہ مجھے رشک ہوتا ہی میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، اور پھر کہتا ہوں کہ آپ کا کلام ضرورت اصلاح کی نہیں رکھتا اگر خود ہی اپنی تصنیف پر نظر کر لیا کیجئے تو میرے شرمستہ کرنے کی آپ کو ضرورت نہو۔ مجھے حیرت ہی کہ آپ کیوں یہ تصدیقہ گوارا فرماتے ہیں۔ خداے تعالیٰ آپ کی فکر کو اور پروان چڑھائے۔ میرا کوئی دیوان طبع نہیں ہوا۔ چار بیاضیں تین تین سو صفحوں کی ختم ہو چکی ہیں، پانچویں بیاض شروع ہو گئی اور اس حیثیت سے بیاضوں میں درج ہی جو صورت بیاض کی ہوتی ہے۔ ردیف کے التزام سے بھی ہنوز میرا کلام آشنا نہیں اشاعت کے لائق میرا کلام ہوتا تو دیوان طبع ہو چکا ہوتا کہی کہی کسی پرچہ یا اخبار میں کچھ چھپ جاتا ہی تو وہ عنایت میرے اجاب کی ہوتی ہے۔ مجھے نہ اس کا ذوق نہ اس کے قابل میری تصنیف۔ اگر کچھ چھپ چکا ہوتا تو میں حاضر کرتا۔ والسلام

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل، ۵ جنوری ۱۹۲۳ء

(۵)

غزنی جناب شوق صاحب زاد الطافکم تسلیم محبت نامہ مع دغزلوں کے آیا مسرور کیا، غزلیں حاضر ہیں آپ جانتے مجھے ناحی آپ صلاح و منشورہ کے واسطے مجبور کرتے ہیں۔ مضامین پر جو توجہ آپ کرتے ہیں اس کے نصف اگر زبان اور بول چال پر کر لیا کریں تو یہ کلام ہرگز کسی کے منشورہ و اصلاح کا حاجت مند نہیں۔ زیادہ زیادہ

آثم ابوالمعظم سائل ۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء

خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی

(۱)

مخدوم نواز۔ اگر اصلاحیں پسند ہوں تو بے تکلف بھیج دیا کریں البتہ ایک دو ہفتہ کی دیر ہو جائے تو گوارا کرنا ہوگا۔

(۲)

یا غافر الذنوب - ایک سال ہوا کہ شدت اختلاج قلب و بواسیر نے کوئی حالت باقی نہیں رکھی ، ۷۷ برس کی عمر ہی بالاتفاق ڈاکٹروں نے فکر سخن کی شدید ممانعت کر دی ، ذرا بھی غور کرتا ہوں تو حالت خراب ہو جاتی ہی خدا کو گواہ کرتا ہوں آپ کی غزلیں نہایت پختہ ہیں اور جن خیالات کو میں پسند کرتا ہوں وہ ہی خیالات ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ بغور تمام اکثر الفاظ بدل دوں مگر دل دھڑکنے لگا۔ اکثر مقام چھوٹ گئے غالباً گرمیوں میں یہ دورہ کم ہو جائے یہ غزلیں ولولہ دلائی ہیں کہ آپ کا کلام جی بھر کے دیکھوں اور بعد راپنی سمجھ کے مشورہ دوں۔ میری خبر لیتے رہے۔ خدا کرے یہ دورہ گھٹ جائے۔ دعا گو۔ السید علی محمد شاد

(۳)

والاجنباء - تسلیم - شمسرا عذر نیوش علی محمد شاد آپ سے اپنی بھول اور کمالت کی معافی چاہ کر التماس کرتا ہے جیسا میں آپ سے شرمندہ ہوں یا وہ نہیں آتا کہ اور کسی سے اتنی شرمندگی ہوئی ہو۔ غالباً اس وقت تک ہزار ہا غزلیں بنائی ہو گئی مگر سوراغفاق ملاحظہ کیجئے کہ آپ ہی کی غزلوں میں یہ ذہول ہوتا آیا۔ بہر حال ابھی ذخیرہ میں آپ کی غزلوں پر نظر با بری نفس حکم کر کے حاضر کرتا ہوں سچ یوں ہے کہ آپ کا پختہ کلام محتاج اصلاح ہرگز نہیں ہے یہ آپ کی محض عنایت ہی کہ مجھ ایسے شخص سے مشورہ کرتے ہیں کیا عرض کروں ، میرا دیوان ابھی تک نہیں چھپ سکا میرا رسدہ جدا گانہ ہی میں بد و شورش سے پابند چند لزوم مایلزم کا ہوں مرحوم غالب ، اسیر ، کیف ، حکیم نواب مرزا ، میر لوتس مغفور ، انیس مرحوم ، دیر علیہ الرحمۃ ، امیر ، دلغ ، اور جتنے اس فن میں مجیز میرے عہد کے تھے سب سے خوب خوب ملا ہوں ، مجھے اور مرحوم جلال سے مروت کات کی بخشش بہت کچھ رہی ہیں نفس شاعری پر میری ایک کتاب فکر مبلغ نام میں جڑوں کی مرتب ہے کاش چھپ جاتی۔ مرثیوں اور مولود اپنے طرز خاص کے رزم بزم وغیرہ مضامین کے ساتھ بہت سے خوب خوب مجلس پڑھیں غرض کہ کوئی کوچہ اس نظم کا اٹھ نہ رہا مگر اس انٹی برس کی عمر میں سمجھا تو یہ سمجھا کہ کچھ نہ سمجھا اور کچھ نہ کیا میں نے آپ کی غزلوں کو دیکھا اپنی جگہ یہ سمجھا ہے کہ ایک برس میں (بشرطیکہ مشورہ کا رنجہ کار ہو) آپ کو مسلم آستانہ بنا دے سکتا ہوں مگر یہ بھی شرط ہے کہ کسی کہی زبانی باتیں بھی اسکے متعلق آپ سے ہوا کریں خدا آپ کی عمر میں برکت عطا کرے اور زمانہ مہلت بھی دے خدا نہ کرے کہ میری طرح عمر بھر کردہات میں پھنس کر کوئی ادھورا رہ جائے۔ میرے مخدوم منشی امیر احمد مرحوم با این ثقافت و بنگلی کلام مرزا دلغ کے طرز کا دھوکا کھا گئے پھر لطیف یہ کہ اس کردہ طرز میں بھی تجاؤ کر گئے اللہم احفظنا من شر ویرا نفسنا میں نے بہت کوشش کی خطوط لکھے مگر اثر نہ ہوا۔ انسان میں دو طرح کے قوی و ولایت کہے گئے ہیں

ملوثی و ہیمی شعر کا کام یہ ہے کہ فوری اثر کر کے انکو چمکائے ننوذا بائدا اگر تو ابے یہی کو جوش میں لاسے۔ افسوس ہے کہ میری کتاب فکر بلع نہ بھیجی ورنہ تفصیل ان سب مذاہج کی معلوم ہو جاتی۔ غزل وہ علامت اس نظم میں ہے کہ حضرت داؤد سلیمان علی نبینا کے بہترین عبادات میں اسکا شمار ہے تو ریت میں زبور کا حصہ غزل الغزلیات کے نام سے ہی اس زبان عبرانی میں منظوم اور استعارات سے بھرا ہوا قابل غور ہے غزل بحیثیت مضامین جو دو قسم پر منقسم ہے۔ عاشقانہ، عارفانہ و فلسفیانہ مادہ، قافیانہ وغیرہ وغیرہ سب میں بدترین قسم صوفیانہ ہی اس سے تمام تر اجتناب لازم ہے تاکہ روحانی ریاضت میں خلل نہ آئے اقسام مذکورہ میں ایک قسم صوفیانہ اگر محازات و استعارات سے کام نہ لے تو مدد و غزل سے خالیج ہے اس کے بیان کی طوالت مجبور کرتی ہے کہ خط میں تحریر ہو۔

میرے حقیقی بھانجے وہ ہیں ذاب سید نصیر حسن خاں خیال وہ کلکتہ میں رہا کرتے ہیں ان کے چھوٹے بھائی سیدنا صادق حسین خاں نال بیک احاطہ گویا میرے ساتھ رہتے ہیں خدا کے فضل سے اس فن میں ایک حد تک پہنچ چکے ہیں میرا ناچیز دست میری طوالت و غرضت و غیرہ موافقات کے سبب سے انہیں کے سپرد ہے مجھ سے مشورہ سخن کرنے والے بچاں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں وہ باوجود اپنے علاقے کے برابر احباب کی غزلیں نکال کر میرے دیکھ لینے کو دیا کرتے ہیں میں اصلاح لینے والوں کو شاگرد نہیں سمجھتا بلکہ مشورہ کرنے والا سمجھتا ہوں اسلئے ان کے کلام بغیر اسے انتشار نہ ہوتا نہ قبل مشورہ کوئی دیکھ سکتا ہے نہ بعد مشورہ نفاقہ میں خود کھولتا ہوں خود بند کر کے رکھوا دیا کرتا ہوں اور ہا ایک ہمینہ کے اندر چونکہ کئی نامی مشاعرے بیان ہوئے تھے تین سو سے زیادہ غزلیں دیکھ کر اصلاح دینی ہوئی ایک مشاعرہ پھر ۱۰ نمبر کو میرے گھر میں ہے ۵ ہر شخص کا انداز جدا طرز جدا ہے،

جدا وغیرہ قافیہ ہی اگر مملت ہو تو آپ ہی ارشاد کریں، آپ کے پاکیزہ اشعار کی شہرت میرے احباب میں ہوئی ہے غالباً ایک غزل پر نور چشم نال سلمہ مصرعے لگا کر مشاعرہ میں اس دفعہ پڑھیں گے۔ آپ بھی اگر اپنے کلام سے رونق افروز مشاعرہ ہوں تو بحد خوشی کی بات ہے۔ نال سلمہ نہایت شوق کے ساتھ آپ سے سبقت نیاز چاہتے ہیں چنانچہ اسی نیاز نامہ سے اس کا آغاز ہے۔

حافظ سید محمد اعجاز علی صاحب شہرت

(۱)

۳ مارچ ۱۹۲۲ء

کرم و محنتم تسلیم۔ عنایت نامہ مورخہ ۲ فروری، فروری کو وصول ہوا بندہ نہایت ندامت کے ساتھ تاخیر کی مافی

چاہتا ہے۔ تاخیر کے کئی وجوہ ہیں۔ اول تو ملازمت فوج، دوم حضور نظام کی سالگرہ کی پرٹیک تیاریاں۔ سوم چھوٹے بندہ زادے کو چھپکھل آئی تھی۔ عنایت نامہ آیا اور پیڈ میں پڑا رہا۔ چونکہ بار اول تھا۔ کثرت مشاغل میں بھول گیا خیال بھی نہ آیا خط کا جواب لکھنا میرے حق میں ایک سزا بھی ہے۔ ہر کیفیت پھر معافی چاہتا ہوں۔ اس زمانہ میں خود میرا ایک قصیدہ ناتمام رہ گیا۔ کل مجھ کو فرصت ملی میں نے اپنے قصیدہ کو تازہ کرنے کے لئے پیڈ کھولا تو عنایت نامہ برآمد ہوا سخت افسوس اور ندامت ہوئی۔ اپنے فہم کے موافق آپ کی غزلوں میں تصرف کیا ہے۔ آپ خوب فرماتے ہیں اور بھی خوب فرمائینگے، جو کچھ ہے شوق ہے۔ دراز میں شگفتہ انتخاب کیا کیجئے۔ غزل میں ردیف ہی سے لطفت پیدا ہوتا ہے انجمن میں تھی۔ کے عوض، انجمن میں ہے۔ اگر ردیف قافیہ ہوتی تو زمین بہت شگفتہ ہو جاتی۔ آپ کا یہ شعر

کچھ اس کو ہم سے سان فراجوں سے پوچھئے سیدھی سی ایک بات جو اس باکبن میں ہے

عجیب عالم رکھتا ہے، خدا اس سے زیادہ فکر میں برکت عطا فرمائے۔ میں پھر عرض کروں گا کہ ردیف قافیہ میں اگر باہمی مناسبت کم ہوئی تو طبیعت عمدہ مضامین پیدا کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے اور شعر بہت کم ہوتے ہیں عمدہ عمدہ مضامین ہیں میں آتے ہیں لیکن قافیہ ردیف کے نامنا سبت سے شعر میں نظم نہیں ہو سکتے۔ یہ تو فرمائے۔ نور چشم خدا سلمہ آپ سے کیونکر ملا۔ اور اس سلسلہ کا متحرک کیوں ہوا میں صحیح عرض کرتا ہوں، مجھ میں اصلاح کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ ندا کی زبردستی ہے جو آپ کو تکلیف دی۔ زیادہ نیاز۔ میرا ٹھیک پتہ یہ ہے۔ درگاہ حضرت شاہ محمد حسن صاحب قبلہ قدس سرہ محلہ آغاز پورہ۔ حیدر آباد وکن۔ محمد اعجاز علی۔

(۲)

۱۴ مارچ ۱۹۲۲ء

کرمی تسلیم۔ نامہ والا صادر ہوا۔ دو غزلیں بھی پہنچیں اپنے حسب استعداد تصرف کیا ہے۔ مجھ کو خود کیا آتا ہے جو کلام غیر برصورت کروں، مگر آپ کی خاطر ہے دونوں زمینیں نہایت شگفتہ ہیں بعض بعض اشعار لا جواب تحریر فرمائے ہیں ماشار اللہ نہایت خوش فکر ہیں آپ کے خادم نے تو زمانہ ہوا نقل گوئی ترک کر دی۔ اول تو کہتا ہی کیا تھا زاد معاد حاصل کرنے کے لئے کبھی کبھی لغت شریف عرض کر لیتا ہوں، ایک قصیدہ ایک تفسیر مشکبش کرتا ہوں اگر پسند آئیں تو انجام بخیر ہونے کی دعا سے دریغ نہ فرمائیگا۔ قصیدہ بہار ربیع کے بند بغور مل خط فرمائیگا اور جتو فرمائیگا تو بہت سی باریکیاں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو بہت مفید ہوں گی۔ مندرجہ ذیل بندوں کی معنی آخری اور ترکیب بندش الفاظ پر ضرور خاص نظر ڈالئے۔ زیادہ نیاز۔

خادم محمد اعجاز علی

(۳)

جناب والا تسلیم۔ دو غزلیں وصول ہوئیں بقدر ادراک تصرف کیا ہی آپ تو خوب مضامین پیدا کرتے ہیں اللہم زہ
اول تو اصلاح دینے کا سلیقہ خادم کو نہیں ہے۔ دوم غزل گوئی ترک کر دی ہے اور اس خیال کو دماغ سے نکال ڈالا ہے
اصلاح پر اصلاح کا آپ کو اختیار ہی میں بہت امید کرتا ہوں کہ اگر کوئی تصرف آپ کے خیال میں ناجائز ہوگا تو فوراً آپ
جھکوا گا۔ فرمادیئے اور بحث کر کے صاف کر لیں گے۔ لغت شریف میں اس رو سیاہ کے غزل کا مطلع ہے آپ بھی طبع
آزمائی فرمائیے اپنے رنگ میں عاشقانہ کہئے۔ مطلع ۵

آرزو روضہ پر نور کی سینے میں ہے جسم سے روح جو نکلے تو دے دینے میں ہے
دیوان تمنا۔ غزل میں ایک مطلع لکھ دیا ہے۔ پسند خاطر ہو تو رکھ لیجئے ایک غنایت فرمانے ایک غزل کا مطلع طرح میں
دیا ہے اور لغت شریف میں غزل کی فرمائش کی ہے اور ان کا مطلع عرض کرتا ہوں غزل بھی ضرور گزراؤں گا، ۵
بزم سے دشمن کے آتے ہو مزے لوٹے ہوئے ہوش میں آؤ کہیں جڑتے ہیں دل ٹوٹے ہوئے
آپ بھی فکر فرمائیے۔ اچھی زمین ہے۔ خادم محمد اعجاز علی

حکیم سید حسن مرتضیٰ صاحب شفیق رضوی عماد پوری رفیع گنج گیا

(۱)

میرے یاد فرما عبد اعلیٰ شوق صاحب علیکم السلام۔ میں قلیل الفرائض کے سبب اصلاح طلب کلام لوگوں کا کم لیتا ہوں
جتنی تعداد اصلاح لینے والوں کی ہے ان کی خدمت اچھی طرح نہیں ہو سکتی مگر بات یہ ہے کہ ایک تو آپ کا کلام ایسا ہے کہ
زیادہ وقت اصلاح میں نہیں صرف ہوتا۔ دوسرے فتنہ صاحب کی ہدایت دو وزن غزلیں بخوشی بعد محو و انبات ضروری
بھیجتا ہوں اگر محبت کے ساتھ یاد رکھئے اور کبھی کبھی بھیجا کیجئے گا تو کوشش کروں گا کہ ورنہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ
اصلاح کا کام کتاب دیکھنے سے نکلے اور معلومات کا فائدہ پہنچے تو یہ کتابیں استاد شفیق کا کام دیگی اور میرا کلام
دیکھنا ہو۔ جب بھی یہ کتابیں آپ کی دلچسپی بڑھائیں گی۔ عبدالقدوس میسر شفیق بکلی بھنسی سے یہ کتابیں نکال لیجئے یا میں ہی کہوں
کہ بھیجی جائیں۔ فرست کتب موجودہ شفیق متعلق شاعری۔

تحقیق سخن ریاض شفیق نیر عروض بیاض لغت علاء محصول دی بی وغیرہ
شفیق رضوی عفی عنہ

(۲)

(الجواب) پہلی دو غزلیں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں یہ بھی جلد بھیجتا ہوں۔ کیا آپ بخوشی خاطر کچھ نذرانہ شاگردی بھیج سکتے ہیں کہ مفید و کارآمد کتابیں شعور سخن کی میں چھپوا سکوں اور اس فن میں اضافہ ہو سکے۔ والسلام، شفق رضوی، ۲۲ فروری ۱۹۲۲ء

(۳)

۲۲ نومبر ۱۹۲۲ء

یاد فرمائے من۔ علیکم السلام۔ مدت کے بعد آپ نے یاد کیا تو مجھے جواب دینے اور غزل دیکھ کر بھیجنے میں بھی کچھ کم دیر ہوئی۔ طرح طرح کی الجھنوں نے اب موقع دیا آپ نے اتنے دن پر اپنا کلام بہت مختصر بھیجا۔ اصلاح دینے میں دو چار منٹ سے زیادہ نہ صرف ہوئے مگر آپ کا کلام خاص منات کے رنگ میں غنیمت ہوتا ہی اسلئے جی چاہتا ہی کہ نہ دیکھوں اور نہ گھبراؤں بہر حال شکر ہے کہ اب آپ اچھے اور فانی خاطر ہیں۔ خدا کرے میں بھی جلد ایسا ہو جاؤں۔ والسلام
فتنہ صاحب کا حال تو لکھتے کہاں ہیں کیا ہوئے اللہ اللہ اتنا بھولے۔ خیر! شفق رضوی، عفی عنہ،

(۴)

شوق صاحب علیکم السلام۔ آج آپ کا لاف ملا۔ مدت پر آپ نے یاد کیا۔ دونوں غزلیں آج ہی اصلاح ہو کر جاتی ہیں
میاں دارالاشاعت اسلامیہ کھلی ہوئی اس نے دو جھوٹے ٹھوٹے رسالے میرے بھی شائع کئے ہیں اور آئندہ ممکن ہے اور
کتابیں چھاپے۔ اشتہار ارسال ہے۔ جن کتابوں کی ضرورت ہو منجر سے ویلو جلد اور ضرورت نکالیں۔ والسلام
شفق رضوی عفی عنہ، ۸ جنوری ۱۹۲۲ء

(۵)

میرے پیارے شوق صاحب۔ سلام علیک۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح ملفوف ہذا ہیں ما شاء اللہ کیا خوب غزلیں
ہیں۔ آپ نے شفق بک فتنہ اشاعت کا وعدہ فرمایا ہی اسوقت دو کتابیں پریس جا چکی ہیں ایک توارمغان دہلی حسین دہلی
کے زمانہ قیام کی غزلیں اور وہاں کے حالات قابل دید ہیں۔ کلمۃ التاریخ جو فن تاریخ گوئی میں ہمیں کتاب ہے اور سب نادری
تاریخیں دوسرے اگلے بزرگوں کی ہیں میری کہی ہوئی تاریخیں بھی ہیں قابل مطالعہ مجموعہ ہے۔ ایک تلور و پیہ کا خرچ ان دونوں
کتابوں میں ہے مجھے پچاس روپیہ بہت جلد بھیجنا چاہئے اسلئے کہ پریس سے پیشگی طلب ہے۔ اگر آپ اعانت فرما سکتے ہوں تو جلد
توجہ کیجئے۔ کیا لکھوں ابھی کئی کتابیں مجموعہ نظم و دیوان بوہنیں پڑے ہیں ان کے چھپنے میں زیادہ خرچ ہو آئندہ پڑا شمار کھا گیا
ہو امید ہے کہ آپ ذرا ہمت کر کے جانتک جلد ہو سکے اور جو کچھ مناسب رقم ہو سکے عنایت فرما کر شکر کے کاموں سے دیجئے اور کیا

لکھوں۔ مگر یہ ضرور خیال رہے کہ بار خاطر نہ ہو ورنہ میں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہی۔ ایسا نہ سمجھئے گا کہ میں آپ سے باصرار معاوضہ چاہتا ہوں۔ ۲۳ فروری چار شنبہ

مولانا شیخ احمد علی صاحب شوق قدوائی

(۱)

سترکہ ضلع بارہ بنگی، ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ آپ کا خط رام پور گیا تھا۔ مگر میری ڈاک جمع ہو کے وہاں سے آئی تو کل آپ کا خط بھی آیا۔ میں گوندہ وغیرہ کو جاؤں گا گشت میں رہوں گا۔ غالباً ۱۹ مارچ کو رام پور پہنچوں۔ آپ کی دونوں غزلیں میں نے کھیں تنہا کی ردیف والی غزل اصول فن سے بہت ہنسی ہوئی تھی ایسی ردیفوں کی غزلیں سوا فضول تصنع کے لطیف نہیں ہو سکتی ہیں اگر کوئی غزل لکھی بھی جائے تو ردیف کے لینے کا خیال چاہئے

لوٹ لیا دالی غزل میں بھی جا بجا ردیف الگ لگی تھی۔ میں نے جا بجا نوٹ دیدیا ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے خیال میں کیا نقص تھا۔

مجھے فرصت بہت کم رہتی ہے اس سبب سے میں ذرا دامن بچا ہوں اور میں تغزل میں متقدمین کے مذاق اور رنگ کا پسند کر نوالا ہوں۔ سلجا ہوا شعر اور مطلب کو الفاظ سے کھولتا ہوا چاہتا ہوں۔ ادعائی مضامین کچھ دلچسپ نہیں ہوتے مجھے یہ لکھتے کچھ مذمت سی ہوتی ہے کہ آپ نے میرے پاس غزلیں بھیجیں اور میرا ہی تخلص آپ اختیار کئے ہوئے ہیں میرا کچھ حرج نہیں ہے مگر مجھے آپ کو یقین دلانا چاہئے کہ آپ محنت فرمائیں مگر آپ کی کامیابی مشتبہ ہے میں تو یہی دوستانہ رائے دوں گا کہ ابھی ابتدا ہی تخلص بدل دینا چاہئے، ساحل، فلک، سالم۔ انہیں سے یا اور کوئی نیا تخلص اختیار کرنا چاہئے کسی کے مشہور تخلص کا اختیار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ میں نے شوق اس سبب سے اختیار کر لیا تھا کہ حکیم نواب مرزا شوق نے صرف مثنویاں لکھی تھیں غزل یا نظمیں ان کی نہیں ہیں۔ اگر وہ غزل کہتے ہوتے تو میں کہیں نہ اختیار کرتا۔ لغات میں الفاظ تخلص کی کمی نہیں ہے کبھی مشہور تخلص کے لینے سے کیا فائدہ اگر آپ مجھے مشورہ لینا چاہتے ہیں تو تخلص ضرور بدلیے یہ آپ ہی کی بدنامی ہے کہ جسے آستا بدنام یا اوسی کا تخلص لیا ہے۔

احمد علی شوق، قدوائی

(۲)

موتی مسجد، ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء

بندہ نواز۔ سلام شوق میں لکھنؤ میں تھا۔ پرسوں ہی رام پور کو آیا ہوں۔ آپ کا تخلص ساحل میں نے صرف اس سبب سے تجویز کیا تھا کہ شاید یہ نیا ہی اور اگر ہی تو ایسا کم ہی کہ پتا نہیں ملتا۔
ادیب چند شعرا کا تخلص ہے۔

مشہور تخلص کا ہم تخلص ہونے سے یہ خرابی واقع ہوتی ہے کہ اگر کوئی شعرا چھانکلا تو نام کون پوچھتا پھر تخلص سن کے لوگ اس شعر کو مشہور تخلص کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ مجھے ساحل پر اصرار نہیں ہے اگر آپ کو ادیب پسند ہو تو یہی سہی۔ میری غرض اسی قدر ہے کہ تخلص کو بدل جانا چاہئے۔ بس بندش میں ہمیشہ سلیس الفاظ کے ساتھ سلجی ہوئی ترکیبوں کا خیال چاہئے۔
احمد علی شوق، قدوائی

(۳)

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ دونوں غزلیں دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ تغزل میں ہمیشہ جذبات انسانی کا خیال رکھا کیجئے۔ ادعاے محض کوئی چیز نہیں ہے اور لکھنؤ کی ان ترکیبوں سے جو آجکل وہاں کی غزل سرائی کو نیک نام کئے ہوئے ہیں کو سوں بھاگئے۔ تصنع ایچ پیچ اور بے محل تشبیہات اور استعارات اوصاف غزل میں داخل نہیں ہیں بلکہ معیوب ہیں۔ سب سے زیادہ دیکھنے کی یہ بات ہوتی ہے کہ جذبات یا معاملہ بندی یا ادائیگی یا محاورہ (جو محاورہ کی شکل میں ہو یا ضرب المثل کی شکل میں) ان میں سے کیا بات شعر میں آتی ہے۔ اگر ان خوبیوں میں سے کوئی خوبی نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔

عربی فارسی اور انگریزی ہر زبان میں شعر کی تعریف کھانے یہی کی ہے۔ کہ سلیس فصیح اور پراثر ہو۔ نظم جس صنعت میں ہو اسی صنعت میں اسے با اثر ہونا چاہئے غزل ہو۔ مثنوی ہو۔ اخلاقی نظم ہو۔ فطری مذاق میں ہو۔ کچھ ہی ہو، تاثر لئے ہوئے ہو، جدت کا خیال بھی بڑی چیز ہے۔ مگر تخیل کی جدت انتہائی مشق اور وسعت نظر کا کام ہے پھر بھی اگر کوئی یہ چاہے کہ ہر خیال جدت کے ساتھ ہو یہ محال ہے۔ البتہ کوئی بات جدت کی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر معنون اور خیال میں جدت نہ ہو سکے تو کم سے کم ترکیب اور بندش ہی میں جدت کا خیال پورا کیا جائے۔

احمد علی شوق قدوائی۔ موتی مسجد رام پور سیٹ، ۳ جون ۱۹۹۷ء

(۴)

۲۸ فروری ۱۹۹۷ء

موتی مسجد رام پور سیٹ، یو پی

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ خط میں دو لکھی ہیں مگر آئی ایک ہی غزل۔

(۱) چمک اور دمک میں فرق ہے۔ چمک کے لئے نور لازمی ہے، اور نور پیدائی دینے والی چیز ہے۔ گرد و گھٹا پیدائی نور کی لازمی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مخصوص ہے مرنے کے لئے جیسے سونے کی دمک، کندن کی دمک، سنہری رنگ کی دمک، (سونے کا رنگ اگر چہ زردی لئے ہوئے ہوتا ہے مگر دراصل سرخ مانا گیا ہے)

(۲) پٹنا اور پٹنا دونوں صحیح ہیں اپنے فعل پر دونوں فصیح ہیں۔ اگرچہ پٹنا زیادہ مستعمل ہے۔ اصل مصدر متعدی پٹنا ہی تھا جس کا لازمی مصدر پٹنا ہے۔ مگر محاورے میں متعدی پٹنا ہی مروج ہو گیا۔

(۳) میدان محشر صحیح نہیں ہے۔ محشر خود اسم ظرف ہے جس کے معنی جائے حشر کے ہیں میدان محشر کے معنی ہونگے میدان جائے حشر اور یہ لغو، میدان خود جائے کے معنی پر اس محاورے میں ہے۔ احمد علی شوق، قدوائی

(۵)

بندہ لغو۔ سلام شوق۔ میرا اصول یہ ہے کہ میں جن ترکیبوں کو ذرا ہی اصول سے متجاوز خیال کرتا ہوں ان سے بچا ہوں۔ یہ قیاس درست نہیں ہے کہ اہل فارس اگر کسی صورت سے ایک ترکیب کو اختیار کر لیں تو اوس کی مثال قائم کر کے اسی طرح کی اور ترکیبیں ہم خود قائم کریں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو ترکیب اہل فارس بہ کثرت اختیار کر لیں اوس کو اہل اردو لئے لیں، بکثرت کا مطلب یہ ہے کہ شاذ کی حد سے بچ جائے۔

فطری نے نہیں کہا ہے مگر اس قیاس پر کالیں کرنا جائز نہیں ہے۔ کتب خانہ محکمہ کاشی نیز اردو کے لئے بھی کہا ہی راگ و رنگ محسن تاثیر نے کہا ہے۔ ذات یعنی نسبت ہند ہے مگر طفرائے مشدی کے کہا۔ مینا راگ ہندی سرکنڈ شاہ گیلانی نے کہا ہے، بعد الفاظ اس قسم کے ہیں۔ لیکن میں بچوں کا اور اپنے کلام کو بچاؤنگا۔ موسم بہار تین عجیب مازندانی نے کہا ہے میں بہ ترکیب فارسی نہ لکھونگا اسلئے کہ شاذ ہے مضطر کو مضطر کے معنی میں بہت لوگ کہہ گئے ہیں میں کہی نہیں کہونگا۔ میدان محشر اسی طرح اگرچہ اہل فارس کے ہاں لفظ میدان ہی کے ساتھ آپ کو مل جائے تو کہتے کچھ حج نہیں مگر میں پھر بھی خود احتیاط کرؤنگا۔ ایک لفظ کے نہ کہنے میں میرا کیا حرج ہے۔ میں تو بعض الفاظ اردو ہی کو نہیں کہتا۔ اگرچہ ان کو غلط نہیں سمجھتا مجھے وہ مطرچ نہیں ہیں میں مرحوم مفتوحہ رام پوراسٹیٹ ہوں۔ البتہ صحت الفاظ کا متعلق ہوں زبان کے معاملے میں مجھے احتیاط بہت ہی ذرا سے شک ہے میں احتیاط کا عمل کرتا ہوں یہ میرا اصول ہے۔

احمد علی شوق، قدوائی، موتی مسجد رام پوراسٹیٹ۔ یو۔ پی۔ ۹۔ مارچ ۱۹۲۳ء

(۶)

موتی مسجد رام پوراسٹیٹ۔ یو۔ پی۔

بندہ نواز۔ سلام شوق۔ غزلوں کی داپڑی میں دیر ہوئی۔ میں آج کل ایک ایسے اہم کام میں مصروف ہوں کہ ذرا بھی فرصت نہیں ملتی ہے۔ میرا ان محشر کے متعلق میرا خیال کسی ناخوشی کی جانب دلائد نہیں گیا۔ یہ تو نہایت معمول بات ہے کہ آپ پوچھا کریں بات یہ ہے کہ میں اپنی شاعری میں محنت الفاظ کا سخت پابند ہوں۔ ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کو آپ یا اور کوئی صاحب کیں گے تو میں نہ کاٹوں گا، رہے دوں گا۔ مگر خود نہ کوں گا، مثلاً سدا کو ہمیشہ کے معنی میں۔ پر کو مگر کے معنی میں۔ بوسہ صاف اسی طرح کنایہ ہو تو غیر معدن بفتح وال۔ غزن کو بفتح زاء معجم۔ موسم کو بفتح طین۔ کتب خانہ جیل خانہ وغیرہ۔ حال آنکہ معدن اہد غزن کو بہ فتح قافانی۔ نظیری۔ عربی اور رب اساتذہ فارس نے کہا ہے۔ کہنے میں ذرا بھی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر صحیح لفظ عربی بالکسر ہے۔ میں خود فتح کو بچا ہوں۔ اگر نہ کوں گا تو میرا جج کیا ہوگا۔ اگر آپ کہیں گے نہ کاٹوں گا۔ میں تو ایطائے خنی کو بھی بچا ہوں جیسے آب اور گرداب، حالانکہ خنی عیب میں داخل نہیں ہے۔ غالب نے بھی کہا ہے مگر اس سے بھی بچنا بہتر ہی ہے۔ کچھ برائیاں ہیں یہ اسی سبب سے کہ ساز قول یہ بھی ہے کہ ایطابہر حال ایطابے۔ خنی ہو یا جلی۔ آپ کی یہ غزل بہت اچھی ہے، احمد علی شوق، قدوائی، ۹ اپریل ۱۹۲۳ء

مولانا سید علی نقی صاحب صفی۔ لکھنؤی

(۱)

جناب من تسلیم۔ میں اس زمانہ میں بہت علیل رہا اور اسکے علاوہ بعض ایسے جا لگاہ ترددات درپیش رہے کہ تعمیل فائز میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔
صفی عفی عنہ ۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء

(۲)

غزنی زاد فضلکم تسلیم۔ اشار اللہ بہت اچھی غزل کہی ہے۔ اب اپنا دل تنگ ہر زمانہ تننا۔ اکثر شعر بے مثل ہیں طبیعت سجید مخطوط ہوئی۔ اللہ کرے زود قلم اور زیادہ۔
نیا کیش صفی عفی عنہ
خدمت شریعتی سید حسن صاحب سلام نیاز۔
المرقوم ۱۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۳)

غزنی زاد فضلکم۔ سلام سنون ارسال خط میں تاخیر زیادہ ہوئی۔ محبوب ہوں۔ مزاج میرا بہت بے لطف رہا اس زمانہ میں پانچ مہل لے مجھہ اب طبیعت صاف ہے مگر ضعف بہت ہے غزل بعد ملاح بھیجتا ہوں۔ اشار اللہ بہت اچھی غزل کہی ہے صاف صاف بامزہ شعر نکالے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ نیا کیش صفی عفی عنہ۔ تحریز ۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء

(۴)

غزیری زاد فضلكم۔ سلام سنوں۔ سندیلہ سے والیسی پر ایسے کمزوریات میں مبتلا رہا اور اس قدر کم فرصت رہی کہ اس خط کا جواب اب تک نہ لکھ سکا جسکے ساتھ یہ غزلیں آئی تھیں سندیلہ میں پہونچا بھی تو عجب اتفاق ہے کہ آپ وہاں نہ تھے حالانکہ میرا بھی آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا۔ غزلیں میں نے دیکھ لیں ماسا اللہ دونوں غزلیں بہت صاف ہیں کہیں تو ہمیں کی ضرورت نہیں پائی۔ لکھو آئیگا اگر اتفاق ہو تو ضرور ملے۔ امید ہے کہ آپ مع الغیر ہونگے۔ فقط

خاکسار صفی عفی عنہ۔ المرقوم ۲۴ مئی ۱۹۲۳ء

————— ❦ —————

حکیم سید انوار الدین صاحب عتیق حیدر آباد دکن

(۱)

جناب کرم۔ سلام سنوں۔ چونکہ میں حضرت جلیل القدر ذاب فصاحت جنگ بہادر بکس کا ایک ناچیز قدیمی شاگرد ہوں اور حضرت تلامذہ کا کلام جو اصلاح کے لئے آتا ہے حضرت کو ثنا کر اور اصلاح صاحب کلام کو دایس کرنا مجھ سے متعلق ہے لہذا چند باتیں جسکا معلوم ہونا حضرت کے جدید تلامذہ کے لئے ضروری ہے عرض کر دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں یعنی غزلیں جو اصلاح کے لئے آئیں وہ ایک مینے میں دو سے زیادہ ہوں کیونکہ حضرت قبلہ کو کثرت کار سرکاری کے علاوہ صنعت دماغ کے باعث در دوسر کی شکایت بھی رہتی ہے۔ جیسی کہ یہ غزل ہے ہر ایک غزل جدا گانہ پر چہ پر ہونا چاہئے تاکہ ایک غزل کی اصلاح ہو جائے پر غزل دایس کرو یا جسے کیونکہ دو عشرہ زلوں کی اصلاح کسی صورت میں بھی ایک دم ہونا ناممکن ہے ورنہ دوسروں کے کلام کی اصلاح میں کاوٹ ہو جائیگی جتنی غزلیں ایک دم آئیں اتنے ہی ٹکٹ بھی آنا چاہئیں۔ جھکو اپنا مخلص سمجھیں اور کرا لکھ و شاد و فراخ لکھیں اخلاص کیش حکیم سید انوار الدین عتیق۔ سرور نگر۔ حیدر آباد دکن

(۲)

۲۳ مئی ۱۹۲۳ء اور جمعہ

کرمی۔ سلام سنوں۔ اخلاص سخن۔ عنایت نامہ ملا کاشف مایفا۔ چونکہ میں بہراہی حضرت قبلہ ایک ہفتے سے سفر میں تھا جواب نہ دیا سکا آج گھر آئے پر خط کو دیکھا اور اسی وقت جواب لکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ ضروری نہیں کہ آپ غزلیں میرے نام یا بچے پر روانہ فرمائیں بلکہ حضرت قبلہ ہی کے نام آنا چاہئیں۔ البتہ کوئی خاص بات جو مجھے متعلق ہو وہ میرے نام اور

ہوتے پر آئے حضرت کے دودویانوں کے علاوہ ایک اور کتاب تذکرہ دمانیت بھی ہے اور یہ سب مجھے طلب کیجا سکتی ہیں تین حسب ذیل ہیں تاج سخن، جان سخن، تذکرہ دمانیت، کتابوں کے چند نسخے رہ گئے ہیں عام طلبات کی تعمیل ناممکن ہے البتہ خاص جیسے آپ یا اور کوئی اُستاد بھائی کی فرمائش ہو تو اس کی تعمیل ہو سکیگی۔ کتابیں دی پی روانہ ہو سکتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس ہفتے میں ایک اور سفر کوئی ایک ہفتہ کا درمیش ہوگا وہاں سے واپس آنے کے ہفتے عشرہ بعد آپ کی غزل اصلاح پاکر واپس ہو سکیگی۔ غزل تو ابھی کہی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آپ کے پتہ میں محلہ کا نام صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا اسلئے صورت تو دیسی کر دی ہے۔ اخلاص کیش عظیم سید محمد نور الدین عقیق مسٹر ونگر۔ بلدہ حیدر آباد دکن

(۳)

کرمی۔ سلام سنوں۔ اخلاص سخن۔ نواز شنامہ ملا سنگر گزرا یاد آوری فرمایا عظیم الفرستی کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیگا۔ اسوقت بھی بخار ہے حضرت کی عظیم الفرستی احباب کو لکھتے لکھتے عاجز آ گیا مگر اس کا غامہ نہیں ہوتا، بلکہ افزونی پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ احباب اسکو درو غلو کی بر غول کرے ہونگے غرض انشاء اللہ تعالیٰ قریب میں آپ کی غزلیں بعد اصلاح آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ ہفتہ عشرہ میں ایک آدھ کا روٹو لکھا کیجئے حسب الطلب تاج سخن دجان سخن، دی، بی قیمتی چار روپیہ نو آنہ مرسل ہیں اُمید کہ وصول فرمائیگی اگر تکن ہوا تو متعاقب نیا زند نامہ لکھو گا۔ نہیں تو غزلوں کے ساتھ یا آپ کے آئندہ نواز شنامہ کے جواب میں۔ غالباً میں نے وہاں کی مصنوعات کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا اور اسکی وجہ بھی عرض کر دی تھی کہ ایک کیش ایجنسی قائم کی ہے جبکہ ذریعہ دیسی مصنوعات کا اپنے ملک میں اور اپنے ملک کا ہندوستانی دوسرے شہروں میں خواہشمندوں کے لئے فراہم کرنا ممکن ہو اس سے زیادہ لکھنا اسوقت ناممکن ہو رہا ہے۔ والسلام

اخلاص کیش عقیق۔ سر ونگر۔ حیدر آباد دکن۔ ۲۰ اپریل ۱۹۷۸ء

(۴)

کرمی۔ سلام سنوں۔ اخلاص سخن۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں اور آپ کی احسان شہری اور آپ کے شکریوں سے منفعیل ہوتا ہوں۔ کیونکہ میں نے آج تک کوئی خدمت نہیں کی پھر یہ احسان کیا اور شکر یہ کیسا۔ آپ کا خط ملاحظہ حضرت قہد میں پیش کیا اور استفسارات عرض کے ارشاد ہوتا ہوں۔

(۱) میدان محشر بھی صحیح ہے۔

(۲) دھک کا اتنا استعمال نہیں ہوتا بلکہ چک دھک ہی کسا جاتا ہے۔

(۳) بھانا بھانا دونوں صحیح ہیں اور دونوں فصیح۔

حضرت قبلہ کا مزاج مجدہ بہ دستور ہے البتہ آپ کی ایک صاحبزادی شش سالہ معیادی بنجار (ٹائیٹھاٹھ) میں مبتلا ہے آپ کی مہلح شدہ غزل روانہ کر ہی رہا تھا کہ آپ کا خط ملا۔ لہذا غزل بھی مرسل خدمت ہی۔ پرچہ کے متعلق جب کا ذکر میں نے کیا تھا انشاء اللہ تعالیٰ اب لکھوں گا مگر عرض یہ ہے کہ اس سے میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بھی آپ اس کی خریداری کریں ہاں پسندیدگی اور خواہش کے ساتھ ہو تو مضائقہ نہیں۔ جب میں کوئی پرچہ نکالوں گا آپ کو بٹیک مجبور کروں گا کہ آپ حسریہ اردن کو فرما کر لیں۔ والسلام

عقیق، ۲۴، جمادی الآخر ۱۳۸۷ھ

(۵)

مکرمی۔ سلام مسنون رعایت نامہ ملا۔ مشکر گزار کیا۔ حاشیہ غزل پر جو نوٹ تھے ان میں حضرت کا ارشاد تھا میں نے بھی آخر میں اپنے خیال کا اظہار کیا تھا۔ بہت شرمسار ہوں کہ عیدم الفرستی کی وجہ سے تحریر نیاز نامہ میں تاخیر ہوئی ہے۔ میں نے اُن کو لکھ دیا تھا مگر نہ معلوم کیوں اب تک نہیں بھیجا مگر رکھو لگا۔ کئی دن سے میرے پاس بھی اُن کا کوئی خط نہیں آیا میں نے بھی نہیں لکھا۔ پرچہ نکالنے کا قصد تو ضرور ہے مگر کئی مشکلات حائل ہیں "اس نیاز نامے میں اسکا جو ذکر آیا تھا کہ جب ایسا موقع ہوگا تو آپ کو مجبور کروں گا کہ خریداروں کی فراہمی کی کوشش فرمائیں۔ غزل مہلح شدہ واپس مرسل ہی اس میں صرف ایک لفظ بنایا گیا ہے حضرت قبلہ نے بہت تعریف کی ہے اب میں کیا داد دے سکتا ہوں سلطنت حیدر آباد دکن صاحبنا اللہ عن الشہود والفقن کا قانون پڑھتا ہے کہ اندرون ملک محروسہ سرکار عالی اگر کوئی خط انگریزی ٹکٹ لگا کر ڈالا جائے تو وہ بیزنگ ہو جائیگا اور ملک غیر سے انگریزی ٹکٹ لگا ہوا جو خط آئیگا بلا وصول محصول مکتوب الیہ کو پہنچا دیا جائے گا اسی طرح جناب کا خط بلا ادا سے محصول مثل اور دوسرے خطوط کے مجھ کو وصول ہوتا تھا مگر یہ تیسرا خط ہے کہ مجھ کو ہر خط پر ایک نہ محصول ادا کرنا پڑ رہا ہے اور اسکا باعث سندلیہ کے پوسٹ آفس کی غلطی ہے یعنی لفاظہ پردہاں کی مہر نہیں ہوتی ہے اسوجہ سے یہاں کے انگریزی پوسٹ آفس کی مہر اس پر ثبت ہوتی ہے اور اس سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خط اندرون ملک حیدر آباد سے جاری ہو کر تقسیم ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کا خط مع لفاظہ ناظم صاحب پٹہ حیدر آباد دکن کے پاس دانہ کر دیا ہے تاکہ اسکے متعلق پوسٹ آفس انگریزی کو مطلع کریں۔ اگر اسپردہاں سے کوئی کارروائی ہوتی تو وہ لفاظہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا آپ سندلیہ کے پوسٹ ماسٹر کو دکھا کر تنبیہ کر سکتے ہیں۔

آپ کے افسار کے جواب میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ "چمک عام ہی ہر روشنی اور نہر آفتاب کی نسبت کہہ سکتے ہیں اور دمک خاص ہی بجلی کے کوندے یا سونے وغیرہ کے رنگ کی چمک کو کہتے ہیں یہ بھاکا زبان اردو میں اس کا استعمال دیکھا نہیں گیا۔

مکر میرے پاس آپ کی جو غزل آئی اسی کی یہ نقل آپ نے بھیجی تھی جو بعد ملاحظہ حضرت قبلہ مرسل ہے گویا اب آپ کی کوئی غزل میرے پاس نہیں رہی۔
اعلام کش عقیق - ۲۱ مارچ ۱۹۷۷ء

میرزا محمد ہادی صاحب غزنر لکھنوی

(۱)

مکرمی سلام منوں غزل بعد اصلاح واپس ہے۔ میں نہایت عظیم الفصاحت رہتا ہوں اس کے علاوہ مجھے ادعا ہے شاعری نہیں میں شعر اپنے دل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں مجھے بد رہا بہتر و نعل لگ لکھنؤ میں موجود ہیں بہتر ہے کہ ادنیٰ طرف توجہ کیجئے اور اگر آپ کی دشمنی ہو تو گاہے گاہے اس خدمت کو انجام دے سکتا ہوں۔
غزنر
غزنر نزل اشرف آباد۔ لکھنؤ۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء

(۲)

فانی صاحب نے مجھے اپنی غزل لکھنؤ میں اس طرح میں سنائی تھی خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ شعر متواتر دہے۔ دیکھ لے لکھنؤ
غزل کے شب شعر عمدہ ہیں یہ بچکی کی صدا سب جسے سبھے دم آخر ڈونگا تھا یہ نعل در زندان منت
غزنر۔ ۵ نومبر ۱۹۷۷ء

(۳)

مکرمی آپ کی دو غزلیں مجھ کو پہنچیں۔ اس حسن ظن کا منت پذیر ہوں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کثرت مشاغل و قلت فرصت کی وجہ سے میں نے اس کام سے قطعاً احتراز کیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا اہل بھی نہیں ہوں۔ مگر آپ کی دونوں غزلیں میں نے غور سے دیکھیں آپ کی شاعری عام سطح سے بلند تر ہے مجھ کو حید لذت ملی اور یہی سرور آپ کے کلام کی داد ہے معنی آفرینی کے ساتھ ہر شعر سلجھا ہوا اور ہر لفظ اپنے محل پر یہ باتیں ہر کسی کو نصیب نہیں ہو سکتیں میرے نزدیک آپ کے کسی شعر میں کوئی سقم نہیں مشن سخن جاری رکھئے۔ ہندوستان میں اس رنگ کے کہنے والے معدودے چند اصحاب ہیں۔ شاعری کے متعلق کہی اپنے خیالات آپ پر ظاہر کروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ سے کہی ملاقات ہو جاتی۔

غزنر۔ لکھنؤ۔ اشرف آباد۔ غزنر نزل

۲۷ فروری ۱۹۷۷ء

(۴)

مہربان من غزل بعد اصلاح واپس پہلی غزل میرے پاس سے گم ہو گئی اوس میں میرے خیال میں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ گلگدہ پر کثرت سے ریو و شائع ہوئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اوس کے متعلق نظم میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔
عزیز

(۵)

مہربان عزیز آج آپ کی غزل دیکھنے کی ذمت آئی بعد اصلاح واپس ہے نظم موعودہ کا انتظار ہے۔
ایک تذکرہ منتخب شعراے اردو کا لکھ رہا ہوں جس میں آپ کا نام بھی نہرست انتخاب میں ہے اپنے حالات اور انتخاب کلام بھیج دیجئے۔
عزیز

(۶)

میں نے آپ کی فارسی کی غزل روانہ کی اوس کی رسید بھی آپ نے نہیں بھیجی۔
عزیز

(۷)

مہربان من، موصوفہ کے بعد آپ کا خط آیا۔ جو فنون لطیفہ مقاصد حیات میں معاون ہوں وہ بیکار رہیں۔ میں نے اس قلم کو محض تفریح طبع کے لئے اختیار کیا تھا مگر اب مدیم الفرستی سے مجبور ہوں۔ ہیکو شاگرد و بنانیکا کبھی شوق نہیں ہوا اس لئے کہ خود ابھی مبتدی ہوں اس سے سختی الوسع احتراز کرتا ہوں ایک اپنی بے باکی، دوسرے مدیم الفرستی دونوں باتیں مانع ہیں۔
آپ کی نسبت ایک صاحب نے ایک محبت میں مجھے تذکرہ کیا کہ وہ سب سے اصلاح لیا کرتے ہیں مجھے یہ خیال تھا کہ کبھی آپ کو لکھو گا کہ یہ طریقہ اچھا نہیں ایک شخص کو منتخب کر لیجئے اسکے نقائص آپ اگر غور کریں گے تو معلوم ہو جائیں گے۔
آپ کا کلام نہایت سنجیدہ اور متین ہوتا ہے پہلی غزل جسکو آپ نے کمر میرے پاس بھیجا یا اوس میں کوئی اصلاح کی ضرورت نہ تھی خواہ مخواہ شعر میں تصرف کرنے کی ضرورت نہیں شعر کہنا کوئی ٹکسیکو نہیں بنا سکتا، یہ شاعر کے ذوق صحیح اور طبع سلیم کا کام ہے۔ یہی اصلاح اس کی دو صورتیں ہیں (۱) غلطی نکال دینا (۲) حسب موقع ترقی کے الفاظ رکھ دینا ابتدا میں یہ ضرورت پیش آتی ہے۔ بس اسکے علاوہ کسی کا شعر کاٹ کر دوسرا شعر رکھ دینا یا اس کے خیال کو بدل کر اپنا خیال لٹسم کر دینا میرے مذاق میں ہرگز مفید نہیں نہ میں اس پر کار بند ہوں کیونکہ اس سے شاگرد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا بلکہ خود اوستاد کی مشق بڑھتی ہے اگر خبر نہ کورہ بالا غلط ہوا تو کبھی کسی آپ کچھ بھیج دیا کریں تو میں صرف اس لئے کہ آپ کے کلام سے مسرت ہوتی ہے دیکھ لیا کروں گا۔ اور دوستانہ مشورت و دوں کا دہن عام طور سے میں قطعی انکار کر دیتا ہوں۔ والسلام
عزیز

(۸)

مہربان من۔ مدت کے بعد آپ کا غایت نامہ ہو چکا۔ آپ کی ناسازی فرج کی مجبک و اطلاع نہ تھی ورنہ آئینہ فرج کرتا گلگدہ کی کوئی جلد باقی نہیں دوسرے ایڈیشن کا انتظار کیجئے۔

آپ اپنا کلام بھیجا کیجئے مگر صرف اس غرض سے کہ میں اس سے محظوظ ہوں۔ میں اصلاح سے بہت گریزاں رہتا ہوں آپ کے اصرار سے اس امر کو گوارا کر لیا لیکن چند ماہ ہوئے کہ مجھے کان پور جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اتفاقاً ناظم صاحب سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کی ایک غزل دکھائی جو بزمِ اصلاح آپ نے ان کے پاس بھیجی تھی چونکہ ان سے آزد و صاحب نے آپ کے واقعات سب بیان کر دیے تھے اسلئے انہوں نے مجھ سے دریافت کیا تمہیں نے کہا کہ ان کچھ غزلیں میرے پاس بھی آئی تھیں۔ وہ غزل یہ تھی یہ نقش تو دیر پا نہیں ہے۔ یہ غزل میری بنائی ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں امید ہے کہ آپ مجھ کو معاف کرینگے اس غزل کے کئی شعر مجھے پسند آئے۔ خدا آپ کو دنا فرزند ترقی دے۔

عزیز لکھنو

(۹)

شفیعہ۔ آپ تاخیر جواب سے بد دل نہو اگر میں بہت عظیم الفرصت رہتا ہوں۔ اس زمانہ میں تو بیمار ہوا آج آپ کی غزلیں خطوط میں دیکھیں واقعی بہت تاخیر ہو گئی۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح بھیجتا ہوں میں نے چند بار آپ کو لکھا کہ آپ کا کلام نہایت سنجیدہ اور متین ہوتا ہے اور ماشار اللہ بہت سمجھ کر آپ کہتے ہیں زیادہ فکر و اصلاح کی ضرورت نہیں۔ گلگدہ کا دو سرائیڈیشن نہایت اہتمام سے چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ اب کے مقدمہ میں چودھری رحم علی صاحب ہاشمی نے میرے تلامذہ میں آپ کا نام بھی لکھ دیا ہے آپ کی کتاب ابھی حیدر آباد سے نہیں آئی نہایت تعجب ہے کہ سندیلہ اور لکھنؤ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے مگر اس وقت تک آپ سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ الفاظ مستفسر کا جواب حسبِ دل ہے (۱) میدانِ محشر یہ ترکیب میری نظر سے گذری نہیں غلط ہونے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں خود ظرفیت موجود ہے لغت میں اس کے معنی جالے گز آمدن کہیں اسکے بعد میدان جس کے معنی مجازاً زمینِ فراخ کے ہیں اس میں بھی معنایں ظرفیت موجود ہے لہذا خلافتِ قاعدہ ہے۔ گوفاری میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں مثلاً منرنگہ مگر ہر حال میں سندی کی ضرورت ہے۔ آپ کو صرف کا اور ترکیب بنانیکا کوئی حق حاصل نہیں۔ تصرف کی بحث کو بھیر گہی بسوطِ محسّریر کر دنگا۔ یا ملاقات ہوئی تو بیان کر دنگا (۲) چمک دمک میں بہت نازک اور خفیف فرق باہم ہے۔ چمک۔ روشنی جھلک دمک۔ درخشندگی ٹمٹھاٹ، پھرے یا سونے کی چمک۔ چمک دمک رونق اور جھلک۔ زیب و زینت فروغ۔ رنگ سونے کی طرح دمک رہا ہے یہاں چمک رہا ہے نہیں بولیں گے۔ غالباً اب دونوں کا فرق آپ سمجھ گئے ہونگے۔ آپ کی ملاقات کامشتاق۔ عزیز



مولینا شوکت علی خاں صاحب فانی، بی۔ اے۔ ایل ایل بی،

(۱)

مکرم بندہ تسلیم۔ غزل واپس ارسال خدمت ہی۔ آپ ماشاء اللہ ترقی کر رہے ہیں، خوب خوب اشعار کہے ہیں،
مخدومی سید یعقوب علی صاحب کو میری جانب سے تسلیم کدیجئے۔ زیادہ نیاز۔ نیاز مند۔ فانی

(۲)

عنایت فرمائے بندہ تسلیم۔ غزل دیکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ آپ کے سوالات کا جواب حسب ذیل ہے۔
(۱) محشر میں ظرفیت موجود ہی۔ محشر بمعنی جائے حشر، اسلئے میدان محشر غلط ہی، میدان حشر کہنا چاہئے۔
(۲) دمک ایک مخصوص قسم کی خفیف چمک کو کہتے ہیں جو بیشتر خارجی اثر کا نتیجہ نہیں ہوتی، چمک عموماً ہر اوس
روشنی کو کہہ سکتے ہیں جو بیشتر خارجی اثر کا نتیجہ ہو، ہر دمک ایک قسم کی چمک ہی۔ ہر چمک کو دمک نہیں کہہ سکتے۔
نیاز مند فانی

حکیم عابد علی صاحب مرحوم کوثر خیر آبادی

(۱)

ماشاء اللہ، بارک اللہ پوری غزل مرصع صاف یعوب صوری و معنوی سے پاک ہی صرف محو و اثبات نہیں،
والسلام، کوثر نکاح از خیر آباد، ۲۴ جنوری ۱۳۸۶ھ

(۲)

جامع محمد بیکراں حاوی محاسن خرداں زاد الطافکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ نامہ نامی و لنواز مع غزل اصلاح طلب
کل وصول ہو کہ کاشف مضامین محبت آگین ہوا، غزل ماشاء اللہ بہت صاف بندش چست ہی۔ محض تعبیل ارشاد و شریف
جا بجا تصرف کر دیا اگر پسند آئے مجال لکھے ورنہ وہی الفاظ سابق بہتہ دیجئے۔ والسلام، خیر انجام تشنگ کام کوثر بے نام
۲۰ فروری ۱۹۲۱ء

(۳)

جائے حسرت بے معنی دینے لگی ہے۔ اس شعر کا مفہوم صاف نہیں۔ دوسرے مصرعہ میں ہم درجا کا اجل کہہ بھیں ہیں
لوٹ لینا صحیح نہیں، اجل کی شکل سراپا ہم ہی، رجا کہاں ہے۔ ۱۲

(۴)

مہر آدرگرم گستر سلامت۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ عنایت نامہ عاطفت طراز مع غزل طبع ہر دوئی ملا۔ اس ہفتے میں میر کے دو بھائیوں کی شادیاں تھیں۔ کل سب کاموں سے بخیر و خوبی فرصت ہو گئی۔ آج غزل دیکھی بعد محو اثبات ضروری روانہ کی و السلام باقی ہر طرح خیریت ہے۔
کوثر ناٹا دا از خیر آباد۔ ۷ مارچ ۱۹۷۷ء

میرزا محمد تقی بیگ صاحب بائبل جے پور

(۱)

اعزاز فرمائے بسندہ۔ سلام علیک۔ جناب محمد عبد العلی صاحب شوق۔ نامہ نامی مولانا ذاب علی صاحب برق مہل کی تحلوں کے درود ہوا آپ کا کلام نہایت خوب ہے چنداں ضرورت اصلاح کی نہیں معلوم ہوئی گریاں مشورہ کسی سے ہو جایا کرے تو مناسب ہے میرے نزدیک جو مناسب معلوم ہوا وہ تغیر تبدیل کر دیا اگر آپ کو پسند آئے رکھئے۔ دوسری یہ گزارش ہے کہ اگر خط و کتابت جاری رکھنی ہو تو اپنے مختصر حالات ذاتی و مصطفائی سے مطلع فرمائیے اور مہربانی فرما کر مولانا برق صاحب کو میرا سلام لکھ کر یہ تحریر فرمادیں کہ آپ نے جو کسی بزرگ کا دیوان میرے لئے منگایا تھا وہ اب تک نہیں آیا آپ پھر تاکید فرمادیں مجھے پتہ نہیں معلوم ورنہ میں خود لکھ دیتا۔ زیادہ والسلام
محمد تقی بیگ بائبل

(۲)

کرم فرمائے بندہ۔ سلام علیک۔ آپ کے پہلے خط کا جواب مع غزلیات اس خط کے درود سے دو روز پیشتر روانہ کر چکا ہوں یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہو گا۔ تیسرے شعریں لفظ عمر پر اضافت ہے یہ طرز آپ کے سخن کو تاثیر سے مبرا کرنے والی ہے جب تک شعرواقعی حالت کا نہ ہو دشمنہ و خنجر و شتر کا کام نہیں دیتا اور افادہ ہمیشہ تاثیر سے محروم ہے تہیں کلام نامخ۔ و غیرہ وغیرہ میرے دعویٰ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں اور کلام سابق غالب بھی میرا گواہ ہے آپ اخصا برے گئے توجو مجھے استادوں سے پوچھا ہے پیش کر دوں گا۔ لیجئے والسلام اب کچری جانا ہوں۔ ۳۰ نومبر ۱۹۷۷ء محمد تقی بیگ بائبل

میرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنؤ

(۱)

حضرت شوق زاد لطفہ۔ تسلیم آپ نے مجھ کا کارہ و بیچدان کو اصلاح کلام کے لئے منتخب کیا یہ آپ کی یا تو غلط فہمی ہے

یا حسن ظن اس کو آپ ہی کی رائے پر چڑتا ہوں بہر طور اپنی فہم کے مطابق جو کچھ درست ہو سکا وہ ہوا۔
میرے آپ سے چند سوالات ہیں۔ اول یہ کہ آپ کتنے دنوں سے شعر کہتے ہیں، ۲۔ کیا کسی جذبہ خاص سے صرف
یہ ایک غزل کہی یا آئندہ بھی کہنے رہتے گا، ۳۔ اگر آپ عرصہ دراز سے شعر کہتے ہیں تو اس سے قبل کس سے اصلاح لی، ۴۔ یہ
غزل مجھ ہیچیان کے پاس امتحاناً روانہ کی تھی یا واقعی اصلاح لینا منظور ہے۔ خیر یہ سوالات تو ہو چکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ
اس غزل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مذاق سخن اعلیٰ بیانہ پر ہے اگر آپ فی ہفتہ ہی ایک غزل کہتے گئے
تو انشاء اللہ توڑے ہی عرصہ میں آپ ممتاز شاعر ہونگے آپ کے کلام میں اثر۔ درد اور رنگ سب کچھ موجود ہے۔
نیا زمند محشر عفی عنہ

(۲)

شوق صاحب زاد لطفہ۔ میں آپ کی غزل ہمیشہ فرصت کے وقت اور زیادہ فکر سے بناؤنگا اسلئے اس میں دیر ہوئی
اور آئندہ بھی عرصہ ہوگا اس سے آپ تنگ دل نہوں علاوہ اسکے اگر ممکن ہو تو میرا کتنا مانے۔ کیا عجب کہ طبیعت پر ذرا
گراں گزرے یعنی ابھی آپ کی ابتدا ہے تخلص بدل دینا چاہئے۔ کیونکہ شوق۔ ہندوستان میں کئی نامی شعرا کا تخلص
ہو چکا ہے اور فی الحال راجپور میں منشی احمد علی صاحب شوق بڑے کامل فن شاعر موجود ہیں۔ میں نے آپ کے لئے
ناصح تخلص تجویز کیا ہے یا علاوہ شوق کے جو کچھ آپ خود اپنی رائے سے تجویز کریں۔
میری فوت مدد کہ بتاتی ہے کہ آپ تھوڑی محنت میں اور بہت کم عرصہ میں اچھے شاعر ہونگے میں صفحہ ہستی پر
رہوں یا نہ رہوں مگر اسکو یاد رکھئے گا۔ کبھی لکھنؤ آنا ہو تو ضرور ملیگا۔
الراستم محشر عفی عنہ

(۳)

زاد لطفہ۔ میں نے تخلص بدلنے کو اسلئے لکھا تھا کہ شوق کی نامی آدمیوں کا تخلص ہو چکا ہے اور فی الحال موجود
ہے کیا فائدہ ابھی دینا ہے سخن میں بہت الفاظ موجود ہیں جو غالباً کمتر استعمال ہوئے ہیں۔
اچھا لیجئے۔ خار، ساتی، گلشن، چمن، ہلال۔
اگر یہ بھی الفاظ مطبوعہ ہوں تو پھر خود کوئی لفظ تجویز کر لیجئے۔ مگر شوق بدل دینا چاہئے، اگر کبھی آپ لکھنؤ
آئیں تو مجھے ضرور ملے گا۔ نقباً
محشر عفی عنہ

(۴)

حبیبی زاد لطفہ۔ تسلیم بہت دوز سے خط و کتابت ترک علاوہ شاعرانہ تحریرات کے اگر صرف دریافت خیریت کی بنا پر خط لکھا جائے تو کیا کوئی گناہ ہے اگر ممکن ہو اپنی صحت مزاج سے اطلاع دیجئے۔ ہاں خوب یاد آیا آپ نے دیوان خورشید محشر طلب کیا تھا لکھے تو روانہ کر دوں۔ فقط
الراستہ محشر۔ بخاری ٹولہ۔ لکھنؤ

(۵)

۲۸ اگست ۱۹۴۸ء

شوق صاحب زاد لطفہ۔ کیا پرانی طرحوں میں آپ غزل کہتے ہیں ہمیشہ جدید زمین پر طبع آزمائی کرنا چاہئے
بہر صورت غزل اچھی کمی میں نے ایک دوست سے آپ کی نسبت یہ سنا کہ آپ اپنا ایک ہی کلام مختلف شعراء سے
استحاثا اصلاح لیتے ہیں۔ میں ایک آزاد خیال شخص ہوں۔ مجھے ہرگز اس کا ملال نہیں، ارے بھائی جو اپنی مرضی کے
موافق کام آئے وہی مناسب ہی۔ میں شاگردی اور استاد کی کوغلامی نہیں سمجھتا۔ بلکہ جس سے اتحاد مذاق ہوا اور جس
سے ذوق سلیم درست ہو پس وہی کافی ہے۔ درحقیقت یہ امر جب تک مختلف شعرا کو کلام نہ دکھایا جاوے جانچ
پر مال میں نہیں آسکتا۔ میں اسکو ہرگز ہرگز برا نہیں سمجھتا مگر دریافت کر آہوں کہ کہاں تک یہ امر صحیح ہے اور اس کا
اصل واقعہ کیا ہے۔ جواب ضرور لکھئے گا۔ غالباً دس برس کا زمانہ ہوا ہو گا اسی طرح میں نے بہت بڑا مشاعرہ کیا تھا
بہت شعرا ہر کے بھی آئے تھے۔
الراستہ محشر عفی عنہ

سید افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی شش بج گوالیار

(۱)

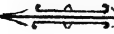
آپ کا خط پہنچا، آپ کی غزل پہنچی۔ میں آج کل بہت بیمار ہوں حالت بیماری میں جی بھلانے کو اسوقت
آپ کی غزل سنی جو کچھ خیال ناقص میں آیا درست کر دی۔ مضطر ۲۰-۱۱-۱۴

(۲)

الحمد للہ کہ اچھا ہوں۔ اصلاح آپ نے پسند کی یہ آپ کی عقیدت ہے ورنہ آتا جاتا کچھ نہیں ہے۔
مضطر حج گوالیار۔ ۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء

(۳)

میں مند سورج کا رگیا ہوا تھا۔ غزل بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ اس سے پہلے جو غزلیں آئی ہیں وہ بعد کو بھیجنا
مضطرب، راجح سلسلہ



مولوی سید محمد شرف الدین صاحب موب من ٹونک

(۱)

شوق صاحب۔ میں نے آپ کی غزل بڑے شوق سے دیکھی اول اول تو ایک رعب سا چھا گیا کہ میں اس پر
کیا اصلاح کروں مگر دوسری تیسری مرتبہ جب نظر کی تو معلوم ہوا کہ آپ نے ردیف بہت سخت اختیار کی ہے اور صرف
ردیف کے ثبوت پر نظر رکھ کر کہیں کہیں بنانا پڑا اور نہ محو اثبات کی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔
کہیں کہیں مصرع یا کسی ٹکڑے کے نیچے خطا کھینچا ہے اس میں آپ مجاز ہیں خواہ میرا بنایا ہوا حصہ رکھیں یا اپنا
کہا ہوا ہاں! جہاں کاٹ دیا ہے وہاں میری رائے کے موافق وہی ہونا چاہئے جس کا اثبات میں نے محو کے
بعد کیا ہے۔

مجھے معاف کیجیگا اس مرتبہ علاوہ عذیم الفرصتی کے گھر سے لڑکے اور بھائی کی سخت علالت کی خبر آ رہی ہے
خود بھی کچھ بیمار سا ہوں۔ ہر کام اسکول سے واپس آنے پر موقوف رکھتا ہوں۔ مگر جب تبخیر اور درد سر لیکر ٹوٹتا
ہوں تو بجز لیٹے اور پڑ رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ کبھی اپنے اسکول آ سکتے ہیں یا اور کبھی ملاقات کا
موقع ملنا ممکن ہے۔ خاکسار۔ سید محمد شرف الدین موب من ٹونک، اسلامیہ ہائی اسکول، اٹا وہ

(۲)

۱۳ نومبر ۱۲ اشجے شب کے۔ محمد شرف الدین

مجی مخلصی۔ السلام علیکم ورحمۃ۔ سہ ماہی امتحان کے دوران میں آپ کی غزلیں پہنچیں تھیں۔ انہیں ایک ایک دودھ
شعر کے سوا ایسے اشعار نہ تھے کہ ترمیم کے بعد بھی درست ہو سکتے۔ اصلاح قریب قریب ناممکن تھی آئندہ کسی خط میں
تفصیل کرونگا اور قیامت یہ ہے کہ آپ ۹ سے زیادہ شعر کہتے نہیں کہ کچھ انتخاب ہو جائے کچھ محو اثبات ہو جائے
والسلام

(۳)

مجی فلعی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ۔ میں آپ سے بہت نادام ہوں مگر خدا چاہے تو آئندہ تلافی ہو جائے۔ اٹا دہ چور کر علی گڑہ آیا بیاں مولوی محمد علی صاحب پرنسپل نیشنل مسلم یونیورسٹی کالج کے پاس تنیم ہوں بلکہ دو جا عتوں کو بڑا لے بھی لگا ہوں بافضل مولانا ناگپور کا نگریں میں گئے ہوئے ہیں۔ براہ قدر افزائی اپنا انچارج ہی واپسی تک مجھے کر گئے ہیں شاید مستقل قیام ہو جائے۔ اس پتہ پر مراسلت جاری رکھئے۔ پھر آپ سے کتا ہوں کہ ذرا طبیعت پر زور دیکر زائد اشعار نکال کیجئے۔ اشارۃ خیال میں تلاش اور طبیعت میں باریک بینی کا مادہ کافی معلوم ہوتا ہے تھوڑی سی مشق کے بعد بہت اچھا کہنے لگیں گے۔ ترکیبوں کو یہ دیکھ لیا کیجئے کہ معنی بھی دیتی ہیں یا نہیں ”شع لصبیہ“ کچھ معنی نہیں دینا خاکا قافیہ کا رنگ بھی کچھ جتنا نہ تھا مگر قلت اشعار کا لحاظ کر کے رہنے دیا ہے اور اصلاح میں کئی رنگ بدلے ہیں جو صورت آپ کے دل نشین ہو وہی رہنے دیجئے۔ مطلع نانی کے مصرعہ ادلی پورا تھا (مقدر کا کھا ہوا جانا) میں تعقید ہی مگر اس کی پروا نہیں کی گئی پورا ہو جانا بلا فصل ایک جگہ آہی نہیں سکتا لہذا باقی تمام شعر ہی کو اُردا دینا چاہئے یا تعقید کی طرف سے چشم پوشی چاہئے۔

آج صبح سے طبیعت خراب ہی معذور ہوں اس سے زیادہ نہ لکھ سکتا ہوں نہ نظر نانی کر سکتا ہوں معافی دیجئے گا اور آئندہ تحریر میں دریافت کر لیجئے گا۔ دعا گو۔ سید شرف الدین۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء

از نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ

ابوالعلا حکیم سید سعید احمد صاحب ناطق، کان پور

(۱)

جناب من۔ آپ کے دونوں خط پہنچے۔ کاہلی اور عدیم الفصیحی ان دونوں نے جواب میں دیر کرادی۔ لہذا میں بری الذمہ۔ اس مرتبہ تو میں نے تعمیل کر دی مگر آئندہ کے لئے دعوہ نہیں۔ اول یہ کہ اگر دو شعاعوں میں کوئی جھگڑا ہو۔ اور مجھ سے فیصلہ طلب کیا جاوے تو لا محالہ ایک کو مجھ سے ملال ہوگا اور یہ میں نہیں چاہتا۔ رہی اصلاح اس کی بابت یہ قاعدہ کہ جس کا کلام مودہ خود اصلاح کے لئے بھیجے۔ جو مطلع آپ نے اصلاح کے لئے لکھا ہے معلوم نہیں کس کا ہے۔ اگر آپ کا ہو خیر اور اگر اُدھر کسی کا ہے تو آئندہ ایسا نہ چاہئے۔ دوسرے یہ کہ میں اپنے آپ کو ہرگز اس

قابل نہیں سمجھتا۔ کہ کسی کو اصلاح دیکوں۔ والسلام تعلق

(۲)

مجی۔ سلام سنت الاسلام۔ شرائط شاگردی قابل استغفار نہیں کیونکہ جو جانتا ہے کہ فرائض شاگرد و حقوق اُستاد کیا ہیں۔ اوس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں اور جو اُن حقوق اخلاقی سے ناواقف ہو وہ مخاطب صحیح نہیں اوسکو مطلع کرنا ہی بیکار مگر اہل شاید اس زمانہ میں بعض اساتذہ اپنے ملازمہ پر جدید لگان اور ٹیکس قائم کرتے ہیں شاید اس خیال سے اپنے پوچھا ہو تو میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ صالحین سلف سے المضاعت قیود و رسوم جاری کروں لہذا میرے آپ کے درمیان وہی شرائط ہیں جو اہل علم میں ہمیشہ سے مروج ہیں۔ مگر میں آپ سے یہ سوال کر سکتا ہوں کہ عموماً تمام ہندوستان اور خصوصاً لکنؤ کے اساتذہ کو چور کر مجھ ایسے معمولی شخص کے رو بروزاؤ سے ادب نہ کرنے کی ضرورت کیا واقع ہوئی اگر دوسری غزل بھیجے گا تو معصیح جواب کے دوسرا امر یہ ہے کہ میں عیدم الفرصت ہوں اس سے میرے نام دوستوں کو بڑی خاص شکایت ہو جس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک دوست کا دیوان جو لکنؤ کے مشہور شعرا میں ہیں دس برس میں درست ہوا ہے جس میں اصلاح کم تھی انتخاب زیادہ تھا۔ ان تکالیف کو بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں۔ والسلام تعلق

(۳)

یہ غزل اپنے فکر سے نہیں کہی اور اسی میں زیادہ محنت کی ضرورت تھی بعض اشعار میں مصرع کا مصرع سے لگاؤ بہت کم زور ہے۔ اکثر کے مضامین کہنے اور باہال ہیں اگر اسقام و عیوب درست کروں تو مصنفون وہی رہیں گے جو کہ معمولی ہے اگر نہ درست کروں تو بعض اشعار قابل نکتہ چینی رہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ دوسری غزل کئے اور ہر شعر میں یہ خیال مقدم رکھئے کہ وہ نوں مصرعے باہم دست دگر بیاں ہوں وہ رنگ نہ اختیار کیجئے جو آجکل کے خود رو جاہلوں اور ناواقف فن شاعروں کا ہے جو شعر آجکل کے مصرعے لگاتے دقت جدت اور دوری مضمون کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بول جاتے ہیں کہ مصرعہ ادبی مصرعہ ثانی سے بالکل چپاں ہو یا نہیں وہ اس فن سے بالکل بیگانہ اور نا آشنا ہیں اگر آپ ادن کی پردی میں قلم اٹھا لینگا تو میں آپ سے معافی مانگ لوں گا۔ کیونکہ میرے پاس دقت بہت کم ہے آپ بالکل غلط اور ناموزوں تک مجھے بھیجئے مگر دونوں مصرعوں میں باہم ربط ہو تو میں بہت خوشی سے اُس پر محنت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ اس غزل میں مصرعین کی صریحی بے تعلقی ظاہر نہیں ہوتی مگر یہ ترشح ہوتا ہے کہ آپ اُن ہی لوگوں کی روش رفتہ رفتہ اختیار کرتے جاتے ہیں لہذا ابھی سے تنبیہ کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ خرابیوں سے محفوظ رہئے۔ اگر فرصت ہو تو ایک مرتبہ کابنؤ آئے ایک گھنٹہ میں زبانی جس قدر کہوں گا اوتا سینوں میں نہیں کہہ سکتا۔ ۵ تعلق

ہلاک گردش لیس دنار ہم بھی ہیں نہ بھولنا ہمیں لے چشم یار ہم بھی ہیں
 ازل میں جس سی ملاک ہوئے تھی مسرت است ادسی نگاہ کے امید دار ہم بھی ہیں
 کچھ اس طرح مجھے بخشاکہ بول اٹھے زاہد گناہگاروں میں پروردگار ہم بھی ہیں
 دصال میں نہ کرو اپنی بے بسی کا خیال متاری وجہ سے بے اختیار ہم بھی ہیں
 چمن سے ہمو غرض کیا وہ خود ہی رنگ بہا جہی تو پھولوں میں سینہ نگار ہم بھی ہیں
 سرسری طور پر یہ چند اشعار لکھ دیے ہیں اس سے مضامین کی ندرت مقصود نہیں کیونکہ اچھی فکر نہیں کی گئی مگر صرف
 مصرعوں کا باہم مربوط ہونا دکھایا گیا ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ باوجود جدت ہونے کے بعض شعر جو اچھے معلوم
 ہوتے ہیں وہ صرف مصرعوں کے عمدہ لگاؤ کے باعث ۔

ناظرین

مولانا سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی حمید آباد

(۱)

غزیزمین علیکم السلام۔ میرا زمانہ اب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو فن شعر میں شاگردوں جو لوگ ہمیشہ سے
 دکھاتے ہیں اور کلام ہی مہینوں پڑا رہتا ہے۔ بہت سی تالیفات ناتمام نا مکمل پڑی ہوئی ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ
 اجل مہلت دے تو ان کی اشاعت میرے سامنے ہو جائے اور مجھے ہو سکے تو ان اجزائے پریشانی تالیفات و ترتیب
 و تکمیل کروں زمانہ باوجود ناشناسی کے اس کا حاجت مند ہے جو لوگ میرے کلام اور میرے مضامین سے فائدہ اٹھاتی ہیں
 میرے تلامذہ میں سے وہی لوگ ہیں جن سے ترقی فن و مہارت شعر کی مجھے امید ہے درنہ غزل میں ایک آدھ شعر کی اصلاح
 سے چنداں فائدہ مرتب نہیں ہوتا پھر میں کیسے آپ کیسے استفادہ دونوں باتیں نامکن ہاں اگر محض انتساب
 مقصود ہی تو میرے مضامین ادیب انکاتب اور شرح دیوان غالب کو دیکھئے شرح تو لکھنؤ میں چھپ گئی ہے لیکن ادیب انکاتب
 کے مضامین مختلف رسالوں میں پریشاں ہیں کیسے سے ملجائیں تو مرتب کر کے چھپوا دوں۔

سید علی حیدر طباطبائی۔ بازار نویر خاں۔ حمید آباد دکن

سید نواب علی صاحب ایم لے۔ پرنسپسٹرودہ کالج

(۱)

بڑودہ جامع مسجد۔ ۶ دسمبر ۱۹۶۹ء

کرمی، السلام علیکم۔ آپ کی غزل واقعی بہت اچھی ہے میں کیا اصلاح دوں لیکن شاید آپ کو عدم توجہی کا شبہ ہو اسلئے ذیل میں جو کچھ لکھوں تو اس کو اصلاح نہ سمجھے۔ (۱)

جز خواب نہیں وعدہ باطل کی حقیقت

وعدہ کو اگر پہلے ہی سے باطل کہد یا تو تنبیہ کا اثر کم ہو جاتا ہے اسلئے یا عاشقانہ رنگ میں وعدہ جاناں کہئے، یا فلسفیانہ رنگ تشکیک میں وعدہ منسوخ۔ (۲)

میری نگہ لطف تھی تمہید محبت

میری نگہ شوق ہے عنوان تمنا

کیا خوب کہا ہے کوئی سقم نہیں لیکن اس شعر کو اور چمکانا چاہتا ہوں آپ کا طرز بیان خبر کی حیثیت سے ہے میں اسکو محذوف کر کے جذبات کے مجسم فوٹو کے طور پر پیش کرتا ہوں آپ اسکو خاص انداز سے پڑھئے۔

میری نگہ لطف۔ وہ تمہید محبت میری نگہ شوق ہے عنوان تمنا

(۳)

لے فائدہ یا س گزردل میں نہ ہو کر پامال نہ کر گور عنسربیان تمنا

”پامال نہ ہو“ پڑھئے پھر دیکھیے کیا لطف آتا ہے، العاقل تکلفیۃ الاشارہ۔ فقط۔ والسلام

نیاز مند۔ نواب علی

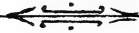
اب آپ سے ہم وطنی کے بنا پر ایک شکایت ہے۔ آپ نے جوانی نفاذ کیوں بھیجا کیا سند یہ میں اب لٹو نہیں بنے جو یہ۔ رکائٹ آیا ہے۔ شکایت سن کر کہیں پارسل نہ بھیج دیجئے گا، اسکو بیعتہ امانت رکھے میں تعطل گرام میں وطن آکر خود لیس لوں گا۔ فقط

(۲)

لکھنؤ۔ ۴ نومبر ۱۹۶۹ء

کرمی۔ السلام علیکم۔ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں بڑودہ سے روانہ ہو گیا تھا۔ کالج میں ایک ماہ کی تعطل ہے آپ کے

اشعار اب دیکھنے کا موقع ملا اسلئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ میرا قیام ۱۲ نومبر تک رہیگا۔ بچوں کا اب یہاں منتقل قیام ہے اسلئے انشاء اللہ تعالیٰ تعطیلوں میں جلد جلد آنا ہوگا اپنی خیریت اور مفصل حالات سے اطلاع دیجئے۔ نقطہ والسلام نیاز مند۔ نواب علی گھنؤ۔ وزیر گنج۔ خاقان منزل بوساطت سید محمد رضا صاحب گج



مولانا محمد فوج صاحب ناراضلع الہ آباد

(۱)

یاد فرمائے فوج۔ زاد لطفہ۔ سلام شوق۔ آپ کا محبت نامہ ملایا د فرمائی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ خود بہت اچھا کہتے ہیں۔ میرے خیال میں اصلاح کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو غامی ہے وہ کچھ دنوں میں خود بخود جاتی رہیگی میں آپ کا شکر گزار رہوں گا اگر مجھے منشی التفات رسول صاحب ہاشمی کے حالات سے اطلاع دینگے۔ ۶ دسمبر ۱۹۱۷ء

(مُمر)

ناخداے سخن تاج الشعراء فوج ناروی جانشین
حضرت دلغ دہلوی

(۲)

میرے پیارے دوست۔ سلام نیاز۔ میں گوالیار کی مشاعرہ کی شرکت کی غرض سے گوالیار چلا گیا تھا۔ اس باعث سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا کلام محتاج اصلاح ہے۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ جیسے جیسے مشق سخن بڑھے گی ویسے ویسے آپ اپنے کلام پر خود اصلاح فرمائے رہیں گے۔ یہی دستور ہر شاعر کا ہوتا ہے آپ کی غزلیں میں نے دیکھیں اور لطف سخن ادا تھا کے بعد آمینیں واپس کرتا ہوں، اس سے آپ یہ نہ خیال فرمائیں کہ میں بے توجہی کرتا ہوں فی الحقیقت آپ بہت خوب فرماتے ہیں۔ فوج

(۳)

آپ کی دونوں غزلوں میں نصرت کی ضرورت نہ تھی لیکن آپ کی خاطر سے کہیں کہیں بنا دیا ہے۔ پہلا دیوان سفید فوج دوبا طبع ہوا۔ لیکن اب کوئی کاپی اُس کی نہیں ہے۔ دوسرا دیوان طوفان فوج مکمل ہو چکا ہے لیکن ابھی طبع نہیں ہوا۔ تیسرا دیوان زیر تصنیف ہے۔ فوج

(۴)

مکرمی سلام شوق۔ میرے دیوان طوفان نوح کی اشاعت کے متعلق میرے شاگردوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنے مصارف سے چھبوا میں گئے چنانچہ لوگوں نے ایک فنڈ کھولا ہے آپ بھی چندہ بھیجیں۔ میں یہاں ایک خاص ضرورت سے آیا تھا کل خواہ برسوں مکان جاؤنگا۔ باقی جس حال میں ہوں قابل شکر الہی ہے خدا کرے آپ بھی بخیریت ہوں۔
نوح ناروی از نواب گنج ضلع بارہ بکی۔ ۲۹ جنوری ۱۹۲۱ء

(۵)

تمہاری علالت سے ریخ اور صحت سے خوشی ہوئی۔ طوفان میرے دوسرے دیوان کو میرے شاگرد اپنے مصارف سے چھبوانا چاہتے ہیں تم بھی حسب توفیق چندہ میں شامل ہو یہ پہلا بار ہے جو ڈالا جاتا ہے۔ نوح

(۶)

مجھے تمہاری علالت کا حال ذرا بھی معلوم نہ تھا خیر خدا کا شکر ہے کہ تم نے مزدہ صحت سنایا۔ اب تک تمہارے چندہ کا انتظار ہے طوفان کی اشاعت میں تم بھی کچھ مدد دو، میرے دوستوں نے اپنے مصارف سے چھبوانے کا قصد کیا ہے۔ نوح

(۷)

نوح

مجھے تمہاری امداد کا انتظار ہے۔

(۸)

مجھے سخت حیرت ہے کہ اب تک آپ نے طوفان کی اشاعت میں کسی قسم کی امداد نہ دی محض معذرت نوح کافی نہیں توجہ کرنی چاہئے۔ نوح

مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری

(۱)

تاج محل۔ بھوپال۔ ۱۴

صدیقی عزیز۔ غریب ملیں کس قدر ذہین اور موزون طبیعت آپ نے پائی ہے انشاء اللہ دو چار روز میں اطمینان

سے دیکھ کر مشورہ عرض کروں گا۔ یہ صرف رسید ہے کہ آپ زحمت انتظار سے بچیں۔ نیاز مند۔ نیاز

(۲)

نور محل بھوپال - ۱۶

صدیقی عزیز۔ آپ کی تین غزلیں موصول ہوئیں۔ میں دو مہینہ سے علیل و صاحب فراش ہوں۔ در نہ تعمیل ارشاد میں اس قدر تاخیر نہ ہوئی۔ اب حالت نسبتاً بہتر ہوئی جاتی ہے۔ انشاء اللہ اولین لمحہ صحت میں آپ ہی کا کام کروں گا۔

نیاز مند۔ نیاز محمد مستحجوری

(۳)

بھوپال - ۲۹

نامہ گرامی کا شکریہ۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں اور آپ کی خدمت کے لئے حاضر۔ آپ آئندہ جواب کے لئے ٹکٹ نہ بھیجا کیجئے۔ اس کی ضرورت نہیں کسی وقت فرصت سے آپ کی غزلیں کا لکھ دیکھوں گا۔ بندہ، نیاز فتحپوری

(۴)

بامورہ ریلوے اسٹیشن جی، آئی، پی، ریلوے

شوق صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی غزلیں اس وقت پہنچی۔ جب میں نہ تھا واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی اور آپ کے مشاعرہ کی تازگی گزری۔ یہ غزل آپ نے جی لگا کر نہیں لکھی۔ اگر آپ پیشہ و رشتہ بننا پسند نہیں کرتے تو پھر پابندی طرح و حاضری مشاعرہ کا خیال ترک کر دیجئے اور صرف اس وقت لکھئے جب جذبات مجبور کرنے لگیں اس صورت میں جو زمین آپ اختیار کرینگے بار آور ہوگی۔ نیاز فتحپوری

(۵)

بھوپال ۱۸/۴

مشفق غزل واپس کرتا ہوں۔ تاوقتیکہ آپ جذبات سے مجبور ہو کر غزل کہنے پر مجبور نہ ہو جائیں یوں کاوشن بیکار ہے۔ سب سے پہلے جو غزل آپ نے روانہ کی تھی وہ یقیناً حدود تغزل کے اندر تھی۔ اسکے بعد آپ کی کوئی غزل ایٹا اور صنعت سے خالی نہ تھی۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ میں متوجہ نہ ہو سکا۔ اگر آپ غور کریں گے تو خود آپ کو اس غزل کے اسقام معلوم ہو جائینگے۔ مثلاً دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ محاورہ کے خلاف ہے، دیکھئے کا استعمال بالکل غلط ہے۔ پتی پتی کے بعد لفظ ضروری ہے اور بھائے دیکھی کے دیکھا ہونا چاہئے۔ اگر غزل کتنا ضروری ہے تو پہلے کہیں محبت

یکجے اور اگر ہے تو بسا تعجب ہے کہ آپ غزلوں میں خالص جذبات محبت سے بحث نہیں کرتے بلکہ لکھنؤ کے پامال اور افسوسہ آرٹ کی شاعری کو آپ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ نیاز

(۶)

۱۰ جولائی ۱۳۳۷ء

غزین۔ چودھری صاحب کی غزل پہنچی۔ شکر یہ۔ میدان محشر یقیناً درست نہیں اور نہ کسی کا لکھنا سند ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ لکھنے والا کوئی بھی ہو۔ نیاز

(۷)

بھوپال

صدیقی۔ نامہ عنایت جسکے ایک ایک لفظ سے بوسے محبت و خلوص آتی ہے۔ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک آپ کی غزلیں واپس نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں انہیں رکھ کر بھول گیا ہوں۔ باوجود سعی بہیم اب تک نہیں ملیں خدا کے لئے معاف فرمائیے اور بواپسی ڈاک پھر نقل کر کے بھیج دیجئے تاکہ میں اسی وقت دیکھ کر واپس کر دوں۔ محبوب۔ نیاز

(۸)

بھوپال

غزیم سلسلہ۔ غزلیں ملیں ۹ کو شمیر جارہا ہوں انہیں ساتھ لجاؤں گا شاید وہاں کی فضا میں۔ جذبات شعر خوانی از سر نو زندہ ہو جائیں اور میں زیادہ نطف سے آپ کی غزلوں کا مطالعہ کر سکوں۔ نیاز مند۔ نیاز

حجۃ النبیین

سید رضا علی صاحب وحشت ام، آرہے، ایس ریش کلکتہ

(۱)

۲-۱-۲، دکنٹا اسٹریٹ ٹالی گنج کلکتہ۔ ۹ اکتوبر ۱۹۲۱ء

غزیم محترم۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ مع غزلوں کے موصول ہوا انہایت شرمندہ ہونا ہوں کہ اس سے قبل رسید نہیں لکھ سکا بچہ عیدم الفرصت رہتا ہوں خدا خدا کر کے آج کچھ وقت ملا ہے اکثر احباب کے خطوط عرصہ سے آکر پڑے

تھے۔ اس وقت جواب لکھ رہا ہوں۔ آپ کا کلام ہاں اشارۃً بہت خوب اور پُر اثر ہے۔ مجھ جیسے کم سواد کی اصلاح کا محتاج نہیں۔ لیکن ازراہ امتثال امر میں نے کہیں کہیں ترمیم کر دی ہے خطوں کو رجسٹری کر کے بھیجنے کی مطلق ضرورت نہیں ڈاک کا انتظام یہاں پوری طرح قابل اطمینان ہے ٹیکٹ ملغوف نہ بھیجیں چونکہ میں اس کا رد و ادار نہیں ہوں لہذا جو ٹیکٹ آیا تھا اُسے واپس کرنا ہوں۔ امید ہے کہ آپ برا نہ مانگیں۔ والسلام خیر اندیش۔ وحشت

(۲)

کلکتہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء

غزیر مجتہد م۔ تسلیم۔ معاف فرمایا کہ آپ کی غزل دیر سے روانہ کر رہا ہوں کچھ دنوں میں بیمار رہا اور جب اچھا ہوا تو دنیا کے دہندوں پھنسا۔ فرصت بالکل غفرا ہے آج خدا خدا کر کے کچھ وقت ملا تو آپ کی غزل دیکھی آپ کا کلام نہایت دلکش ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میری اصلاح کا کسی طرح محتاج نہیں محض ازراہ امتثال امر کہیں کہیں ترمیم کر دیا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر والعافیت ہوں گے۔ خیر اندیش۔ وحشت

(۳)

کلکتہ ۸ ارجوری ۱۹۲۲ء

کرم فرمائے من تسلیم۔ بخدا آپ کا کلام اتنا اچھا ہوتا ہے کہ میں ترمیم کر کے اُسکو بگاڑنا نہیں چاہتا۔ دو غزلیں بے نثر میں اصلاح سے بالکل مستغنی۔ افسوس ہے کہ میں نے جواب لکھنے میں بڑی دیر کی مجبور تھا۔ میری ایک لڑکی سخت علیل تھی۔ میں عید پر نشان تھا۔ خدا کا اب فضل ہوا ہے اب اُس کی زندگی کی کچھ امید بندھی ہے۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ نیاز مند۔ وحشت

(۴)

دلکشا اسٹریٹ کلکتہ۔ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء

غزیر مجتہد م۔ تسلیم۔ کیا لکھوں کچھ لکھا نہیں جاتا جس کی صحت یا بانی کا مژدہ سننے کے آپ منتظر تھے اُس نے اس درافانی سے رحلت کی۔ میں نے صبر کا پتھر چھپائی پر رکھ لیا۔ مرضی مولیٰ برہمہ اولیٰ۔ نیاز مند وحشت

(۵)

۲-۱-۲، دلکشا اسٹریٹ کلکتہ

۱۲ اپریل ۱۹۲۳ء

غزیر۔ محترم۔ السلام علیکم۔ آج بذات کے بعد اپنے کرم فرماؤں کی غزلیں دیکھنے بیٹھا۔ تو آپ کی بھی ایک غزل نظر پڑی

ندامت ہوئی کہ اتنے عرصہ تک طاق لسیاں پر دہری رہ گئی بغرض اصلاح نظر ڈالی تو اسقام و عیوب سے پاک تھی دو جگہ تھوڑی سی ترمیم کر دی۔ اس ڈر سے کہ کہیں آپ یہ نہ خیال کریں کہ میں نے توجہ نہ کی ”بارہا گفتہ ام و بار دیگر می گویم“ کہ آپ کا کلام محتاج اصلاح نہیں ہے کم از کم مجھ جیسا قلیل البضاعت شخص اس پر اصلاح دینے کے قابل نہیں ہے۔ آپ اپنی غزلیں باطنیان تمام داخل بایض کریں۔ مشاعروں میں پڑھیں۔ آپ نے چمک دمک کے ماہ الا مینازہ کو دریافت فرمایا ہے۔ دمک بجائے خود مستقل کم ہے چمک کے ساتھ ہی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چال ڈال دیکھ بھال۔ نہ ڈال بجائے خود مستقل ہے نہ بھال۔ امید کہ آپ مع انخیر ہونگے۔ نیاز مند۔ وحشت

(۶)

۹ ربیع ۱۳۳۳ھ

۲-۱-۲، دلگشا اسٹریٹ کلکتہ

غزنیہ محترم۔ السلام علیکم۔ کل آپ کی غزل بھیج دی۔ لیکن یہ یاد نہ رہا کہ آپ نے میرے دیوان کے متعلق دریافت کیا تھا کہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ دیوان میرا ذیل کے پتے سے دستیاب ہوگا۔
دائرۂ ادبیہ۔ یحییٰ کنج لکھنؤ
نیاز کیش وحشت

(۷)

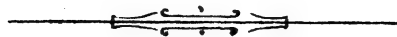
۴ اپریل ۱۳۳۳ھ

۲-۱-۲، دلگشا اسٹریٹ کلکتہ

غزنیہ محترم۔ السلام علیکم۔ آپ کی دو غزلیں ملفوف۔ اصلاح کی محتاج نہ تھیں، عرصہ محشر اگرچہ مریض ہے اور خود میرے دیوان میں ہے لیکن قابل تقلید نہیں۔ شعراء نے بہت سی باتوں کو جو قابل تسلیم نہیں رواج دیدیا ہے۔ تحقیق سے اب کون کام لیتا ہے زمانہ حال کے اسانڈہ میں سے جس کا کلام اٹھا کر دیکھئے عیوب و اسقام سے ملوے۔ خاکسار، وحشت

(۸)

غزنی۔ میدان محشر میں جو آپ کو شک ہی وہ بجائے۔ کیونکہ محشر اسم طرف ہے یعنی وہ جگہ جہاں حشر ہو۔ لہذا۔ میدان کا لفظ زیادہ ہے۔ میدان حشر۔ عرصہ حشر صحیح ہیں۔ وحشت



مولوی عبد اللطیف صاحب یتیم۔ جاوہر سنٹرل انڈیا

(۱)

نوازش سربراہ تسلیم۔ اندون فرست کی کمی معمول سے زیادہ بڑھ گئی اسلئے تعمیل ارشاد میں دیر ہوئی معاف فرمائیے۔ حضرت فتنہ غریب خاں پر شروع ستمبر تک قیام پذیر رہے اور پھر ریاست ہائے راجگڑھ، نرسنگھ گڑھ کھلجی پور وغیرہ شریف لے گئے۔ وعدہ یہ تھا کہ سلسلہ خط و کتابت کا جاری رہے گا یا تو الکریم اذ اوعد وفا۔ کافرمان یاد نہ رہا یا یہاں کی ناکامی کو کسی تاریک پہلو پر محمول کیا۔

میں شروع اگست ۱۹۲۷ء مجسٹریٹ درجہ اول ہو گیا ہوں۔ یہ خدا کی بندہ نوازیوں ہیں ورنہ ”من آثم کہ من اثم“ تیسری غزل بھی زیر نظر ہے جلد ملاحظہ سے گزرے گی۔ انشاء اللہ۔

خاکسار۔ یتیم۔ ارگن کش آباد عرف جاوہر سنٹرل انڈیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء

(۲)

بندہ نواز۔ نسب کے اعتبار سے میں سید نہیں ہوں، آئندہ خیال رہے۔ فتنہ تو آجکل ہندوستان بھر میں ہر جگہ ہے۔ پھر فتنہ کی اطلاع ہونا یعنی چہ، اُمید ہے کہ اب صحت پوری طور پر عود کر آئی ہوگی۔ زیادہ، زیادہ خاکسار۔ یتیم

تبصرہ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے قلم سے

ایک وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں فارسی کا دور دورہ تھا، اور کچھ شہروں ہی میں نہیں چھوٹے چھوٹے قصوب تک میں نظم و شعر کے اساتذہ کثرت سے موجود تھے اور ہر استاد کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اُس زمانے کے نوجوان اپنی عمر کے عزیز ترین وقت کو مشق سخن میں صرف کرتے اور نظم اور شعر کے ایک ایک نکتے کو استاد سے حل کرتے۔ جب اردو شاعری کو عروج ہوا تو ادھر بھی قہورے ہی دنوں میں اساتذہ فن کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا، بلکہ فارسی شعر شاعری سے بڑھ کر اردو کا چرچا ہونے لگا مگر اردو شعر کی طرف کسی نے رخ نہ کیا۔ جو لوگ اردو ہی میں شعر کہتے وہ بھی جب کبھی شعر لکھتے تو فارسی ہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشق و اصلاح کے دائرے سے نظر مطلقاً خارج رہی مگر اردو شعر پر اصلاح لینے والوں اور اصلاح دینے والوں کا ایک ممتاز گروہ پیدا ہو گیا اور خوشی اور شکر کا مقام ہی کہ اسل خطاط کے زمانے میں بھی یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔ کچھ ادھر سو برس ہوئے کہ اردو شعر کی طرف بھی توجہ ہوئی۔ پہلے تنقیدی اور مبسوط عبارت با کھل فارسی کے قدم قدم لکھی گئی اور ایک مدت تک یہ رنگ جارا رہا، غالب نے جہاں اردو شعر میں فارسی کا گہرا اور شوخ رنگ دے کے اردو شاعری کو ایک شان دے دی، وہاں سیدی ساجی اردو لوگوں کے اردو شعر کی بنیاد ڈالی۔ افسوس یہ ہے کہ سادہ اردو شعر کو عام طور پر لوگوں نے اس قابل نہ سمجھا کہ اُس کی طرف پوری توجہ اور اُس کی اصلاح میں جتنی جاسیے تھی کوشش کرتے۔ اسی کا خمیازہ ہے کہ آج شعر کی جو کتاب اٹھا کے دیکھ کر خرابیوں اور غلطیوں سے لبریز ہے۔

شعر کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کے بہت ہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ نظروں کے سنوارنے والے پند اسکے فضل سے اب بھی موجود نہیں۔ افسوس اسی قدر ہے کہ سیکڑوں اساتذہ فن کی مفید اصلاحیں اُن شاگردوں کے ایک چھوٹے سے دائرے

ہمک محدود رہیں یا ان کے شائع کرنے کا بہت کم کسی کو خیال ہوا۔ ابھی توڑے ہی دن ہوئے مفہور مرزا پوری نے بہت تلاش اور کوشش سے کچھ مہلا میں جمع کیں اور ان کو ”مشاطہ سخن“ کے نام سے کتاب کی شکل میں شائع کر کے اردو پر نبرا احسان کیا۔ اور اب شوق سندیلوی کی انجوبہ کتاب ”اصلاح سخن“، چھپ کر نکلتے کو ہے ”انجوبہ“، ایسے کتاب ہوں کہ اس کتاب میں ایک ایک شعر پر کئی کئی استادوں کی مہلا میں درج ہیں اور یہ بلاشبہ ایک بدعت ہے جسے عموماً لوگ شاید ”بدعت سیئہ“ کہیں گے اور حضراتِ اساتذہ کی شان میں گستاخی قرار دیں گے، لیکن اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھیے تو متوق صاحب کی یہ جدت نہ تو بدعتِ سیئہ ہے نہ استادوں کی شان میں گستاخی۔ یہ تو ایک ایسی بدعتِ حسنہ ہے جس کا شکر کرنا اردو کے ہر قدر شناس پر واجب ہے۔ مؤلف کی سعیِ بطبع کی داد دینا چاہیے کہ انھوں نے ایک دو نہیں پچیس تیس نامور استادوں کی طبع آزمائیوں کو بجا کر کے ایک عجیب مجموعہ پیش کیا ہے جس سے اپنی قابلیت کے مطابق ہر ہمدی و ممتی، مستفید و محظوظ ہو سکتا ہے مختلف اصلاحوں پر زرا سا غور کرنے سے شعر کے سارے حسن و قبح واضح ہو جاتے ہیں اور اصلاح کے اصول نظر کے سامنے آ جاتے ہیں۔

اکثر استادوں کے اصلاح دینے کا ڈھنگ یہ ہے کہ کوئی سقم دکھائی دیا تو لفظوں کو ہیر پھیر کے ٹھیک کر دیا اس سے کام نہ چلا تو پورے شعر کو کاٹ کے اپنی طرف سے شاگرد کو ایک تازہ شعر عطا فرما دیا۔ چلیے غزل بن گئی اور مشاعرے کی محفل گرم ہو گئی، مگر سچ پوچھیے تو شاگرد کو نفع و اجبی ہی و اجبی ہوا۔ بخلاف اس کے دوسرے حضرات کا طرز یہ ہے کہ غلطیوں اور عیبوں سے شاگرد کو متنبہ کر دیا اور شاگرد وہی سے غزل کو ٹھیک کر دیا۔ یہ دوسرا طریقہ یقیناً زیادہ بہتر ہے لیکن زیادہ وقت اور اطمینان چاہتا ہے۔ اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ استادوں کی طبیعتوں اور رايوں میں بھی تو فرق ہونا ضروری ہے۔ ایک کے نزدیک کسی قدر اصلاح کافی ہے کہ نحوی اور عروضی غلطیاں دور ہو جائیں، دوسرے اس پر بس نہیں کرتا بلکہ جانتا ہے کہ اس کا ہر شاگرد و میر و میرزا سے ملنے والے ”اصلاح سخن“ میں یہ سب رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ بعض حضرات جیسے حلیل، ریاض، شاد، عزیز، فانی وغیرہ شاگرد کے شعر میں کم سے کم تصرف کرتے ہیں، مگر جہاں قلم لگا دیتے ہیں ادنیٰ تغیر سے شعر کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ وجوہ اصلاح کے بیان کرنے کو بے ضرورت جانتے ہیں ایسے کہ سمجھنے والوں کو بھی سمجھ لے گا اور نہ سمجھنے والا شاگرد دی کے قابل نہیں۔ دوسرے حضرات جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں دلائل بھی کم دیتے ہیں۔ اس خصوص میں اردو، بانی، بخود موجود شوق قدوائی، نیاز، وحشت اور دیگر حضرات کی تشبیح و تنبیہ خاص توجہ کے قابل ہوتی ہے۔ ان تشریحوں کے ساتھ ساتھ اصلاحوں کو دیکھیے تو اصلاحوں کی قدر و قیمت یقیناً دو بالا ہو جاتی ہے۔ مثلاً اس شعر پر:

لج پورا تھا مفت ذر کا کھا ہو جانا یوں ترے عشق میں انگشت نہا ہو جانا (ص ۳)
 پہلے وحشت کی تشریح ملاحظہ کیجیے اور پھر آرزو کی صلاح کا لطف اٹھائیے کیا خوب گرہ نگاہی ہے :
 آرزو [میری تقدیر کو چمکا کے بنا دے گا ہلال] یوں ترے عشق میں انگشت نہا ہو جانا
 اسی سلسلے میں چند اور گریں بھی ملاحظہ ہوں :-

جلیل کیا بگڑنے کی اداسی کہ قصا بن کے رہی [روٹھنا اُن کا، ادھر دم کا خفا ہو جانا (ص ۱۱)
 ریاض کیا برابر کا دیا ہے دم آخر نے جواب [روٹھنا اُن کا، ادھر دم کا خفا ہو جانا (ص ۱۱)
 آرزو [پھر قسمت کا ہی اُس زلف کی آفت، اے شوق] نہ خدا کے لیے محصور بلا ہو جانا (ص ۱۱)
 نوح [اُنکی کاکل کو کہیں چھڑکے، اے حضرت شوق] نہ خدا کے لیے محصور بلا ہو جانا (ص ۱۳)
 آرزو [قبر سے اٹھا بگولان کے یوں وحشی ترا] گرد جسکے سامنے آشوب محشر ہو گیا (ص ۳۳)
 اب کچھ اور اصلا میں بھی ملاحظہ ہوں :-
 شاگرد کا شعر تھا

(۱) بوی خونِ دل عاشق تو نہیں چھپ سکتی گو بہت سہل ہے ہمرنگِ حنا ہو جانا (ص ۴)
 اس پر خوب خوب اصلا میں ہو ۶ ی میں لیکن شعر میں جو سب سے بڑی خرابی تھی اُس کی طرف کم توجہ ہوئی
 وہ یہ کہ پہلے مصرعے میں ایک فارسی اضافت نے مضمون کو مست اور شعر کو نکما کر رکھا تھا، اِس لیے کہ ”بو“ کے
 ”ہمرنگ حنا ہو جانے“ کا دہوکا ہوتا تھا اور یہ خود شاعر کے بھی پیش نظر نہ تھا۔ اِس خرابی کو چند اصلا حوں نے
 یوں دُر کیا ہے :

منقطع: [خونِ عاشق سے وہ کہتے ہیں کہ تو حشر کے دن

دو گھڑی سے لیے] ہمرنگِ حنا ہو جانا (ص ۴)

حضرت منقطع نے اِس شعر کو بالکل اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

حضرت مومن نے ”بو“ کے مقابلے میں ”رنگ کا لفظ دوسرے مصرعے میں داخل کر کے شعر کو بنایا ہے :

(۱) [سہل ہے رنگ کا] ہمرنگِ حنا ہو جانا (ص ۵)

(۲) [یہ بھی کیا رنگ کا ہی رنگ] حنا ہو جانا (ص ۵)

حضرت نیاز نے پہلے مصرعے کو بدل کے شعر کو شعر بنا دیا :

نیاز : بوسے نوحں [اے دلِ پامال! کہاں جاوے گی؟

تجھ کو تو [سہل ہے ہمرنگِ حسا ہو جانا (ص ۵)

ماشاء اللہ۔

(۲) دیکھ ظالم، تیرے فریادی نے وقتِ باز پرس وہ ہوا باندھی کہ ستم میدانِ محشر ہو گیا (ص ۳۰)
اس شعر میں ستم کے لفظ کو سوا پانچ صاحبوں (آرزو، یحیٰ و موہانی، شاد، صفی، غزنہ) کے سب ہی نے غلط تصدیق کیا۔ بعض اصلاحوں میں ”ستم“ بنایا گیا اور بعض میں ”سن“ اور بعضوں نے ”سسم“ (زہر کے معنوں میں) جان کر یہ فرمایا کہ ”میدانِ محشر ستم نہیں ہو سکتا، مسموم ہو سکتا ہے“ ان مشوروں کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں ”ستم“ اُردو میں بولا ہی کہاں جاتا ہے، سوا ”گم ستم“ یا ”طم ستم“ کے اور ”میدان“ کو ”سسم“ کہنا بھی مجاورے سے بعید ہے اور ”میلان“ کا ”مسموم“ ہونا تو کوءی معنی ہی نہیں رکھتا۔ ”سن“ بھی میدان کے لیے نہیں بولے، ہاتھ، پاؤں کا ”سن“ ہو جانا البتہ سنا ہے اور میدان کا ”سن سان“ ہونا۔

میں نے جہاں تک غور اور تحقیق کی شاعر کا مقصود ہے موسیقی کا ”سسم“، اور اس لحاظ سے مصرعہ نہایت

خوب ہے۔

(۳) آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بند اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا (ص ۳۲)
سبحان اللہ۔ دوسرے مصرعے میں کسی قسم کا تصرف کرنا سخت ظلم ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت شفق کے اعتراض کو کیا کہوں

(۴) ”زادید میں“ والے شعر پر حضرت ریاض کی اصلاح کا کیا کہنا، فرماتے ہیں:

پڑگئی زاہد کی شاید آنکھ لچا ہی ہوئی، ”نکڑے نکڑے ہاتھ میں ساقی کے ساغر ہو گیا (ص ۳۲)
اور حضرات نے بھی خوب خوب اصلاحوں دی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بگڑے ہوئے شعر کو کن کن تدبیروں سے سنبھالتے ہیں۔

(۵) اب کہاں ہے وہ جوانی کا حلیم دل فریب اک تماشا تھا، کہ جو اے شوق! شب بھر ہو گیا

(ص ۳۶)

شعر خوب تھا مگر ”کہ جو“ نے سارا مزا کب کرا کر دیا۔ آرزو، اطر، سائل، شاد، اور فانی کی اصلاحوں نے مختلف پہلوؤں سے شعر کی کمزوریوں کو دور کیا ہے بعض صاحبوں کو ”شب بھر“ پر اعتراض ہے، چنانچہ حضرت آن

فرماتے ہیں: ”شہر کا التباس ہوتا“، ہی۔ اس قسم کے وہی التباسوں پر اگر لحاظ کیجئے تو اس کثرت سے لفظوں اور ترکیبوں کو ترک کرنا پڑے گا کہ اردو بیچاری آدمی بھی نہ رہے گی احسن صاحب نے دوسرے مصرعے کو یوں بنایا ہے ”اک تماشا تھا جو حسبِ شوق دن بھر ہو گیا“، اس میں ”گستاخی معاف“ ایک تو ”دن“ کا لفظ کچھ زیادہ بر محل نہیں، دوسرے ”حسبِ شوق“ کچھ برائے بیت سا معلوم ہوتا ہے اور حضرت احسن کو تو اور بھی اس ترکیب سے پرہیز لازم تھا اس لیے کہ صاحبِ شعر کا تخلص بھی تو ”شوق ہی“ ہے ”حسبِ شوق“ اسے ”ہنس بے شوق“ کا ”پہلو“ نکلتا ہے اور وہی ”لٹ بر سر“ والا مضنون ہوا جاتا ہے۔

(۶) یہی دو حرف آہ سرود کے شرحِ عنہم دل ہیں طویل اک داستان ہی جس کو تم نے مختصر جانا

(ص ۴۴)

حضرت شفق کا اعتراض کہ ”سرود کی قید لگانے سے دو حرف نہیں باقی رہتے“ کچھ زیادہ حق بجانب نہیں معلوم ہوتا ظاہر ہے کہ اس شعر میں ”حرف“، نحو کی اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے۔ عربی، فارسی، اردو، تینوں زبانوں میں حرف ”لفظ“، اور ”بات“ وغیرہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ خواجہ حافظ کا شعر تو بہت ہی مشہور ہے:-

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است باد و ستاں تملطف، باد و شمنان مارا

(۷) خندہ زن مجھ پر مری خوبی تقدیر۔ الخ۔ (ص ۶۵)۔ نہایت خوب۔

زرا سے تغیر سے حضرت ریاض نے شعر کو کتنا بلند کر دیا ہے :-

منتشر پھر کہیں شیرازہ تدبیر نہ ہو خندہ زن اور بھی مجھ پر مری تقدیر نہ ہو

(۸) کیوں اب کھٹے ہو۔۔۔۔۔ الخ۔ (ص ۶۵) اچھا شعر ہے۔

حضرات اساتذہ نے طے سے خوب خوب سنوارا ہے، (احسن و جلیل، شاد)۔ وحشت نے کیا خوب مصرع

لگایا ہے :

وحشت [ہوشکن درنگن آج آپ کی زلف برہم] کہیں یہ بھی مری بگڑی ہوئی تقدیر نہ ہو۔ (ص ۶۶)

(۹) اس شعر میں :

یہ دل کے پلنے کی تدبیر نظم راعی بند آنکھ جو کی، تیری تصویر نظم راعی۔ (ص ۹۰)

حضرت ریاض اور حضرت نیاز نے ”یہ“ کی جگہ ”کیا“ بنا دیا ہے۔ بس اتنی ہی گنجائش اصطلاح کی تھی۔

(۱۰) یہ ہنس کر منہ چھپا لینے پرے فوج کر ڈالا اسے میٹھی چھری ظالم ادا سے شرمگین نکلی (ص ۹۹)
 اس شعر پر تقریباً سب اصلا میں ایسی ہیں کہ دو ایک لفظ بدل دیے گئے ہیں سوا حضرت ریاض کے شعر کے
 جسے گویا ”عطیہ“ سمجھنا چاہیے :

بھری محفل میں تیری آنکھ کیا تھی؟ کیا ہے خلوت میں؟
 جسے ہم شوخ سمجھتے تھے، بہت ہی شرمگین نکلی

اس لاجواب شعر کی تعریف کیوں کر ہو؟

(۱۱) مقام انسوس کا ہے تجھ پہ دے دی جس نے جان آخر

نہ اُس کے واسطے دل سے ترے دو گز زمیں نکلی (ص ۹۹)

شاعر کا معشوق، قبرستان کا مجاور ہو گا۔

”دکوچہ“ یا ”دگلی“ کا لفظ لا کر بعض حضرات نے شعر کے عیب کو رفع کر دیا ہے۔

(۱۲) نگاہ شوق کی گرمی سے اڑ جاتا ہے زنگ اُس کا
 تری تصویر تجھ سے بھی زیادہ نازنین نکلی (ص ۱۰۲)
 کیا اچھا شعر ہے۔

یہ چند مثالیں مشت نمونہ ہیں۔ ”صلاح سخن“ اسی قسم کی سیکڑوں خوبیوں سے پر ہے مگر پھر بھی یہ ضرور کہوں
 کہ بعض اصلاحوں اور شعوروں میں تامل کی گنجائش ہے :-

(۱) صفحہ ۱۹ سطر ۱۹: کس کا ”ہفت تیر“ تھا ہو جانا، مقصود ہے؟ میرا یا تمہارا؟ اس موقع پر شکم کی ضمیر کا ظاہر
 کرنا ضروری تھا۔

(۲) ص ۲۴، س ۱۹: ”کہ جو“ میں سے ایک لفظ کافی تھا۔

(۳) ص ۳۲، س ۶: ”ایک ہی آنکھ..... الخ“ یہ اعتراض اعتنا کے قابل نہیں۔

(۴) ص ۳۶، اخیر سطر: ”یہ“ کا تو شاید محل نہیں۔ یہی حال ہے ص ۴۱، س ۱۲ کے پہلے ”یہ“ کا۔

(۵) ص ۵۲، : ”زنگ“ اور ”روپ“ کے درمیان میں فارسی عطف کی گنجائش کہاں۔ کیا عجب کہ

یہ حضرت کا تب کی اصلاح ہو۔ ”زنگ روپ“ میں تو کسی عطف لفظی کا داخل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ”اُدھیر بُن“،

کھیل کود، زنگ روغن، ہاتھ پاتوں، ذیل ڈول، دیکھ بھال، جانچ پر مال وغیرہ۔ اور ”زنگ روپ“ میں تو

یوں بھی فارسی عطف نہیں آ سکتا کہ پہلا لفظ فارسی مگر دوسرا ہندی ہے۔

(۶) ص ۹۰، س ۱۱: ”بچیں کی جائے نہیں“ اس جملے میں ”کی“ فعل ہے، اس کی سی کو پوری آواز کے ساتھ ظاہر ہونا چاہیے۔

(۷) ص ۹۸، س ۶: متنافر کا عیب تھا کہاں؟

(۸) ص ۱۰۷، س ۲۰: ”مگر“ حرفِ شرط نہیں، حرفِ تردید ہے۔

(۹) ص ۱۱۶، س ۱۱: ”اگر ہستی کی بے تختائی کو زرا زور دے کر پڑھیے“ یہ تو درست نہیں۔ اس عبارت کو یوں ہونا چاہیے تھا ”اگر کا کے الف کو پورا کھینچ کر پڑھیے“:

(۱۰) ص ۱۲۳، س ۲: طبیب تو دل پر ہاتھ رکھتے ہیں، انارڈی نہ رکھے تو نہ رکھے۔

(۱۱) ص ۱۲۴، س ۱۳: ”یہ گلا“ سے کون سا لگہ مقصود ہے؟ اس سے تو شاگرد ہی بچارے کا شعر زیادہ صاف تھا۔

(۱۲) ص ۱۳۰، س ۲: ”وابستہ حق سوا خدا کے دلدادہ“ ماسوا نہیں ہے۔

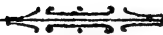
اس شعر کو بار بار پڑھا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ معاً ہے یا چیتاں یا کوئی منطقی مغالطہ۔ توبہ توبہ، خدا کو ماسوا میں شمار کیجئے یا خدا کو، نفوذ باللہ، وابستہ حق نیچھے تو بطل کی ترکیب لفظی ہو سکے مگر پھر آخر مطلب کیا ہے لائے اور معنی کیوں کر پیدا کیجئے؟

(۱۳) ص ۱۳۹، س ۱۵: اردو میں ”خوشخبری“ ہی بولتے ہیں۔

(۱۴) ص ۱۴۷، س ۱۰: (نیز ص ۱۸، اخیر سطر): اس قسم کی رائیں ہرگز اعتنا کے قابل نہیں۔

یہ جو ”دہ“ پندہ چیزیں بیان ہوئیں ان کو ”ہلالِ سخن“ کے عیب نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ تو اس کے فرخِ زیبا کے خال ہیں اور جو کہیں کوئی خال بڑھ کے مٹا ہو گیا ہے تو اسے النداء کا لعلِ دہ تصور کرنا چاہیے۔

حضرت شوق کو اس نامہ شگرف کی اشاعت مبارک ہو اور خدا کرے وہ ایسی بہت سی تالیفیں شائع کر کے اردو کے شیدائیوں کو زیرِ بارِ احسان کریں۔



تبصرہ

اگلے وقتوں کے لوگ کہتے تھے کہ خدا ایک، پیر ایک، استاد ایک، ”ایک درگاہِ حکم گیر“، اور اس مقولہ کو پیش نظر لکھ کر شعرا آردو اپنا کلام اصلاح کے لئے ایک ہی استاد کے حضور میں پیش کیا کرتے تھے۔ اور جب تک کوئی آفتِ ارضی و سماوی نازل نہ ہو دوسرے کامل کے سامنے زاوئے ادب نہ کرنا سعادتِ مندی کے خلاف سمجھتے تھے لیکن بیسویں صدی عیسوی آزادی خیالی کا عہد ہے۔ بزرگوں کے اقوال ناقابلِ عمل قرار دیے جاتے اور ہر شے میں ایک جذباتِ تلاش کی جاتی ہے۔ لہذا اس عہد کے شاعر کو بھی ”زمانہ باقونہ ساز و تو با زمانہ بساز“ بجائے کسی ایک شخص کے شاگرد ہونے کے مختلف اساتذہ سے اصلاح لینا اور متعدد حضرات کو اپنا والد ماجد معنوی قرار دینا موجبِ مدبرکاتِ تصور فرمانا واجب ہے۔ فی الحقیقت ایک استاد کے خود ساختہ اور جبریہ اصول و ضوابط کی پابندی قوتِ فکر کی بلندی پر وازی کے لئے جاگسلِ زنجیر ہی اور جب تک موقعِ موقع سے اساتذہ کے درمیان جنگِ زرگری نہ ہوتی رہے نہ تو اساتذہ کے جوہر کمال پر صیقل ہو سکتی ہے اور نہ شاگرد کو اس امتیاز کا موقع مل سکتا ہے کہ زمانہ حال کے لاتعداد بزرگ خود استادِ شعر میں سے کس کی نظر وسیع تر ہے؟ کون زبانِ پر جان دیتا ہے؟ کون طرزِ بیان کا شیفہ ہے؟ کس کو نازکی مضامین پسند ہے؟ اور کس کو صفائیِ بندش پر اصرار ہے؟ کون استاد صرف الفاظِ خوبصورت چاہتا ہے ان میں معنی ہوں یا نہ ہوں؟ اور کون جذباتِ نادر کا متلاشی ہے، عبارت صرف و نحو کے قواعد کے مطابق درست ہو یا نہ ہو؟ میں بھول گیا! یہ تحقیق بھی بغیر ”ہر باداوش و دلبیلے“ کے نہیں ہو سکتی کہ زمانہ حال کے اساتذہ کا اخلاقی معیار کیا ہے؟ کن کن شعر کو ”شیرینی“ سے ذوق ہے؟ شاگردوں کے کلام پر اصلاح کی طرف کون حضرات متوجہ ہوتے اور کون کون بزرگ ہر غزل کے ایک دو شعروں پر صا د بنا دینا ”آسادِ خیالی“ کا خطا پانے کے لئے کافی سبب خیال فرماتے ہیں؟ یہ الفاظ دیگر مختلف اساتذہ کا امتحان لئے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

کہ بعض غلط العوام ترکیبوں مثلاً ”رمیدان محشر“ وغیرہ کو کون کون ذی علم بزرگ ناجائز قرار دیتے ہیں اور کون کون زبان پرست حضرات ان کے استعمال پر اصرار کرتے ہیں؟ غرض متعدد استادوں کو اپنا کلام دکھانے میں صد گونہ فوائد ہیں اور انہیں اغراض نیک کو مد نظر رکھ کر دامت پرست صوبہ اودھ کے ایک جدت پسند شاعر سید عبدالحی صاحب شوق سندیلوی نے ایک کم تین درجن بدنام و روستند شعرا کے چنستان سخن کی گنجینی کی، اور ان کے مجموعہ اصلاحات کا ایک خوبصورت گلدستہ بنا کر مطبع مطلع النور علیگرہ سے شائع کیا۔ گویا کہ پرستاران ادب کو دعوت عام دی کہ ”خوان کرم“ کشادہ ہی۔ آؤ اور ”نصیب برم“ سے بہرہ اندوز ہو۔

اس گلدستہ میں دس غزلیں ہیں۔ پہلے مولف کا شعر علی قلم سے لکھا ہے بعد کو اساتذہ کی اصلاحیں اور آئنے ارشادات درج ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ زمانہ حال کے شعرا کس قدر متغایر مذاق رکھتے ہیں جس شعر پر ایک استاد صاف بنا آہی دوسرا اسکو قلم زد کرتا ہی۔ مثلاً

(۱) شوق صاحب کا شعر ہے :- ص ۹۹

مقام افسوس کا ہی تجھ پہ دیدی جس نے جان آخر نہ اُس کے واسطے دل سے ترے دو گز زمین بکلی
اس کو ایک بزرگ بے معنی بتاتے اور قلم زد کرتے ہیں۔ دوسرے سخن فہم اس شعر پر صاف کرتے ہیں۔ چارنازک خیال مہلح کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ایک کہنہ مشق یوں ترقی دیتے ہیں۔

نہ دی اُس کو جگہ کو چہ میں جس نے جان دی اپنی نہ تیرے دل سے اُس کے واسطے دو گز زمین بکلی

(۲) شعری :- ص ۳۲

آہ ظالم ہو چکی اک منتظر کی آنکھ بے بند اب ترا آنا نہ آنا سب برابر ہو گیا
ایک زبان داں معترض ہیں کہ ”ایک ہی آنکھ بند ہو گئی دوسری کیوں نہ ہوئی“ دوسرے مکث شناس ارشاد فرماتے ہیں کہ ”یہ شعر دوح غزل ہی“ اور اس پر چار صاف بناتے ہیں۔ ثلوث اساتذہ اس شعر میں مہلح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(۳) شعری :- ص ۱۲۴

دورخ ہی ہمارِ ہشتِ جنت ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہی

دو استاد اس شعر پر صاف بناتے ہیں، ۴ شعرا مہلح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ایک صاحب مبتدا و خبر بر معترض ہیں دوسرے خوش فہم فرماتے ہیں کہ ”دعویٰ کافوت پاکیزہ نہیں“ اور تین نازک دماغ اس شعر کو بغیر کسی دلیل کے قلم زد کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ایک صاحب کی مہلح ہے۔

دوزخ بھی بہشت ہے ہماری ہم سے وہ کہیں جدا نہیں ہے (سبحان اللہ)

(۴) شعر ہی :- ص ۱۱

آخری وقت بھی کیا ساتھ نباہا دل نے روٹھنا اُن کا ادھر دم کا خفا ہو جانا
ایک اُستاد کا اعتراض ہے کہ ”دل نے کیا ساتھ نباہا؟ دم کا خفا ہو جانا کیا معنی؟“ دوسرے بزرگ کا ارشاد ہے
”آخری وقت کون کس سے روٹھتا ہے؟ اُس وقت تو ضرور رحم آجاتا ہے“ ایک ادا شناس فرماتے ہیں، ”باز ہم روٹھنا اور
خفا ہونا لطف دے رہا ہے، مگر تین اُستاد شعر پر صا د بناتے ہیں اور چھ بزرگ صلح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(۵) شعر ہی :- ص ۲۲

آل کار اپنی ہستی موہوم کا یہ ہے حیات چند روزہ وہ بھی غفلت میں گزر جانا
ایک صاحب فرماتے ہیں، حیات چند روزہ ہستی موہوم کا آل نہیں بلکہ اس کی حقیقت ہے، اس کا آل تو صرف فنا
ہی۔ دوسرے صاحب کا قول ہے، یہ شعر نظری ہی بخوی غلطی ہے، تیسرے زبان پرست فرماتے ہیں، وہ بھی غفلت میں گزر جانا
خلاف محاذ ہے۔ لیکن چھ اُستاد صا د بناتے ہیں اور چھ اُستاد صلح کی ضرورت نہیں سمجھتے وغیرہ، وغیرہ۔
اس طلسمی گلدستہ میں یہ تماشا بھی نظر آتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مستند اساتذہ بجائے اسکے کہ شاگرد کے
مضمون کو ترقی دینے اور اسقام کو دُور کرنے کی کوشش کریں نیا شعر تصنیف کر دیتے ہیں جسکو شاگرد کے خیال سے کچھ بھی
واسطہ نہیں ہوتا۔ مثلاً

(۱) مقطع ہے :- ص ۲۹

تری بیداریاں لے شوق تھیں ہمید غفلت کی وہ پردہ رات کا تھا جسکو آغازِ صبح سحر جانا
اس پر صلح ہوتی ہے۔

نظر میں کیوں نہ پھرتی شوق پھر تصویرِ مشترکی کسی کا سر جھکا کر تھا غضبِ وقت سحر جانا
سمجھ میں نہ آیا کہ شاگرد کے خیال سے صلح شدہ شعر کو کیا تعلق ہے!۔ البتہ یہ صلح قابلِ تعریف ہے۔
رہی لے شوق اک ہمید غفلت میری بیداری وہ تھا پچھلا پیرِ شب کا جسے میں نے سحر جانا

(۲) مقطع ہے :- ص ۱۲

خوبریوں سے کہیں کر کے محبت لے شوق نہ خدا کے لئے محصور بلا ہو جانا
ایک مسلم الثبوت اُستاد کی صلح ہے۔

مرگ عشاق کی حالت دہی سمجھے سائل جس نے دیکھا ہے جاؤں کا فتا ہو جانا دوسرے مستبزرگ کا فرمان ہے۔

شوق نے عشق مجازی کا یہ دیکھا انجام پائے بند رہ تسلیم درمنا ہو جانا افسوس ہے کہ شاگرد کے مضمون سے ان ترقی یافتہ اشعار کو جو نازک نعلن ہے وہ ہم ایسے ظاہرینوں کو نظر نہیں آسکتا!! البتہ یہ مصلح غنیمت ہی۔

خوب روئی کی محبت ہی مصیبت لے شوق تم خدا را نہ گرفتار بلا ہو جانا (۳) شعر ہے :- صفحہ ۱۴

ہو چکی جامہ دری بخیہ گری ہوئی ہے لے جنوں بس یہی دو شغل ہیں دیوانوں کے مصلح نے دالے فرماتے ہیں۔

دبدر کرتے ہیں سیاہاں میں بگولے لاکھوں عرس ہوتے ہیں بڑی دہوم سے دیوانوں کے شاگرد کے مضمون سے سوائے قافیہ کے کیا واسطہ ہے؟ بیشک یہ مصلح قدر کے قابل ہے :-

ہے کبھی جامہ دری اور کبھی بخیہ گری جوش و خشت میں یہ دو شغل ہیں دیوانوں کے ان ”تنوعات“ اور اختلافات مذاق سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ گلدستہ کے تاشانی کے لئے عبرت حاصل کرنے اور محنت الفاظ کا معیار دریافت کرنے کے واسطے ایک حصہ اُس دلچسپ خط و کتابت کا بھی بطور ضمیمہ کے شامل کر دیا گیا ہے جو جناب شوق اور اُن کے بعض اساتذہ کے درمیان ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو نظم سے زیادہ نہیں تو اُس کے برابر اس نثر میں لطف آیا اور علم الابدان کا یہ اصول دریافت ہو گیا کہ شعر کی زبان میں شیرینی اسوجہ ہی ہوتی ہے کہ وہ بالطبع مٹھائی کے شوقین ہوا کرتے ہیں!!

اب بادشاہ اور وزیر تو رہے نہیں جن کی ”حمد و نعت“ میں قصیدے لکھ کر ان نعت کے خوان حاصل کئے جائیں۔ مٹھائی کھانے کا اکوتا وسیلہ شاگرد کی حیب ہی!!

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ استاد و ذوق کے وقت سے یہ معمول ہے کہ جو صاحب مصلح لیتے ہیں اُن سے بغیر فاطمہ بزرگان و اساتذہ سلف اُن کی توفیق و ہمت کے مطابق کچھ زرنغہ نکال کر مٹھائی تقسیم کر دی جاتی ہے لہذا حسب توفیق بھیجئے۔ باقی رہی استاد کی خدمت۔ یہ آپ جائیں اور آپ کی ہمت!!

دوسرے اُستاد فرماتے ہیں کہ ”آپ کے پربھائی شاگردی کی مٹھائی مانگتے ہیں، تیسرے صاحب لکھتے ہیں ”آپ نے جوانی لغافہ کیوں لکھا؟ کیا سندھی میں اب لدو نہیں سینتے جو۔ برکات لکھا ہی“

ایک اُستاد جو زرا غور ہیں تحریر فرماتے ہیں ”کیا آپ بخوشی خاطر کچھ نذرانہ شاگردی بھیج سکتے ہیں کہ مفید و کارآمد کتابیں شعر و سخن کی میں چھپوا سکوں“ دوسرے بزرگ فرماں صادر کرتے ہیں ”میرے دیوان کو میرے شاگرد اپنے مصافحہ سے چھپوانا چاہتے ہیں تم بھی حسبِ توفیق چندہ میں شامل ہو۔ یہ پہلا بار ہے جو ڈالا جاتا ہے“ (ابتداءً عشق ہی روتا ہے کیا؟)

غرض زمانہ حال کے شعرا کی قابلیت اور اخلاقی حالت دونوں اس گلہ سہ سے نمایاں ہیں۔ حضرت شوق کی جدت پسندی قابلِ مدعا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اپنا سارا دیوان اسی التزام سے شائع کریں اور ادبِ اردو کو کومت گزاری کا موقع دیں۔

ابناے زمانہ کی وضع ہی کہ کتاب کے ساتھ ایک ”مقدمہ“ یا ”دیباچہ“ کی پچ بھی لگاتے ہیں لیکن حضرت شوق ہمیشہ وحدت کی جگہ کثرت پسند کرتے ہیں اسلئے ”ہلالِ سخن“ کے آغاز میں پہلے ایک ”تقریب“، حضرت نیاز فتحپوری کی لکھی ہوئی ہے جو فلسفہ و شعور نویسی (اگر گویم مشکل و اگر نہ گویم مشکل) کے معلمِ ثانی ہیں اسلئے بعد ”دیباچہ“، مولانا عبدالحلیم شرکاء طبع زاد ہے جو لکھنؤ و اکبر آباد کے موجودہ طرزِ نثر نگاری کے معلمِ اول ہیں۔ تیسرے نمبر پر ایک ”مقدمہ“ سلطان حیدر صاحب جوش بدایونی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے جو شوخی اور سحر طرازی میں جدید تعلیم یافتہ جماعت کے معلمِ العصر ہیں۔ چوتھے نمبر پر ”التماس“، ہی جو خود حضرت ”معلم الشعرا“، عبدالحی صاحب شوق کے پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے سزاوارتہ ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اُسکے لئے غالباً عالمِ ملکوت کا کوئی معلمِ تلاش ہو رہا ہے۔ جو بات کی خدا کی قسم جواب کی۔

بحیثیتِ مجموعی یہ بیشِ قیمت کتاب اپنے طرز کی پہلی تصنیف ہے اور ملک کے لئے ایسی تالیفات کی سخت ضرورت ہے۔ خدا قبولیت عام نصیب کرے۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

امیر احمد علوی

۲۲ مئی ۱۹۲۶ء عیسوی

رہنا، ڈھاکہ
۲۸ مئی ۱۹۳۶ء

بندہ پرور،

آپ کی کتاب کے اہل مواد جس کا بڑا حصہ آپ نے میرے پاس بھیج دیا تھا میں تبصرہ کر چکا اور آپ نے اسے خود ہی چھاپے خانے بھیج دیا تھا۔ وہاں سے کاپی میرے پاس آئی اور میں نے اسے دیکھ بھال کے دوسرے ہی دن واپس بھیج دیا اس کی چھپائی غالباً ختم بھی ہو گئی ہوگی۔ اب آپ نے کتاب کے اضافی اجزا دیباچہ وغیرہ بھیج کر یہ خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ ان اجزا پر بھی ایک تبصرہ لکھا جائے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں آپ لکھیں گے کہ: لو اب کتاب کی لوح اور فرست مضامین بھی چھپ کر آگئی ہے، ان چیزوں پر بھی ایک ایک تبصرہ ہو جائے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تقریباً دو یا تین چھپ کر کیا تبصرہ کروں اور حضرات اسانڈہ کے خطوط پر کیا لکھوں۔ تبصرے کا نہ تو کوئی محل ہے نہ ضرورت۔

”میدان محشر“ میں تو جانا ہوں بالکل صحیح ہے۔

(۱) بات یہ ہے کہ کسی زبان میں جو لفظ دوسری زبانوں سے آئے ہیں وہ اکثر و بیشتر نہ لفظ اور کبھی کبھی نئے معنی بھی اختیار کر لیتے ہیں اور رفتہ رفتہ نئی زبان کے اجزا میں گھل مل کر انہی کے قاعدوں کے تابع ہو جاتے ہیں۔ مانا کہ اردو پر عربی کا اثر بہت گہرا ہے لیکن وہ اسی حد تک کہ عربی لفظوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس میں داخل ہوئی ہے۔ پھر اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ عربی سے براہ راست شاید ہی کوئی لفظ آیا ہو۔ عموماً یہ لفظ پہلے فارسی میں خیل ہوئے اور فارسی میں جو کچھ تغیر ان میں ہو گیا تھا اسے ساتھ لیکر اردو میں آئے۔ ایسی صورت میں یہ کوشش بالکل عبث ہے کہ یہ لفظ اردو میں بھی عربی ہی صرف توجہ کے تابع رہیں۔ فارسی یا اردو میں عربی کے قاعدوں اور وزنوں کا لحاظ اُسی حال میں ہو سکتا ہے جب ان زبانوں کے بولنے والے سب کے سب عربی زبان کے ماہر ہو جائیں اور یہ نہ ہو اسے نہ ہو سکتا ہے۔ مانیے یا مانیے، اردو میں جو لفظ کسی اور زبان سے آئے ہیں ان کی صحت اور مفہوم کا معیار یہی رکھنا ہوگا کہ اردو بولنے والے اس کی کس شکل کو صحیح جانتے ہیں اور اس کے کیا معنی سمجھتے ہیں۔

(۲) اس سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ اسے گئے آدمیوں کے سوا ہر اردو بولنے والا ”محشر“ اور ”دعشتر“ کو ایک ہی جانتا ہے۔ فارسی کے مستند شاعروں نے دل کھول کے ”عصرہ محشر“، ”محشر کدہ“، ”دعشترستان“، ”دعشتر“، ”دعشتر“،

باندھا ہے۔ اردو دواؤں کے لئے قوی کافی ہے۔ چنانچہ اردو کے اساتذہ کا کلام بھی ان لفظوں سے خالی نہیں۔ اب یہ کہنا سراسر عجیبی کہ چاہے جتنے بڑے آدمی نے یہ لفظ استعمال کئے ہوں ہم تو ان کو غلط ہی کہیں گے۔

(۳) ذرا اس بات پر بھی تو نظر کرنا چاہئے کہ عربی اسم ظرف دو چیزوں کو شامل ہے: جگہ کو بھی اور وقت کو بھی۔ اب پیارہ فارسی یا اردو بولنے والا اگر ان میں سے ایک ہی چیز کو ظاہر کرنا چاہے تو کیا کرے۔ لامحالہ یہی کرے گا کہ اگر وقت کا ظاہر کرنا مقصود ہوگا تو ”روز“، ”صبح“، ”دشام“، یا ایسا ہی کوئی لفظ ملا کے بولے گا اگر جگہ کا اظہار منظور ہوگا تو ”گاہ“، ”دستان“، ”دعصہ“، ”میدان“، کوئی نہ کوئی لفظ بڑھائے گا۔ اور پھر ایک تیسری چیز بھی ہے یعنی مصدر یہی کہ اُس کا وزن بھی وہی ہے جو اسم مکان اور اسم زمان کا ہے۔

(۴) ”محشر“ کی کیفیت تو اردو میں ایک کلم کی ہو گئی ہے اور علم کے لئے یہ ساری قیدیں (اگر ہوں بھی تو) اٹھ جاتی ہیں۔ قدر بگرامی کے معلق منشی الہی بخش صاحب عجاز لکھنؤی لکھتے ہیں: ”کہہ کا لکھا پر شاد توجہ لکھنؤی نے..... قدر کے اس مصرعے پر اعتراض کیا:

ایک سے ایک ہیں کلجک کے زمانے والے

اعترض یہ تھا کہ کلجک کے بعد زمانہ کیوں کہا۔ قدر کا جواب کیسا صاف اور باقاعدہ ہے کہ کمال اور جگہ اہم کی ہیں ہو کر کلم ہو گیا۔ اس لئے زمانہ کا ادخال جائز نہی۔ جس طرح حضرت ناسخ فرماتے ہیں:

تین ترمیزی ہیں، دو آنکھیں مری

ترمیزی..... میں بھی عیبت ہے، اس لیے تین کا لفظ لانا بدنام نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ موجد ایسی باتوں سے آگاہ نہ ہوں گے لیکن یادداشت کے نقص سے یہ باتیں نظر انداز ہو جایا کرتی ہیں۔“

یاد رہے اس امر میں کسی زبان کی تخصیص نہیں۔ خود عربی میں ”باب المندب“ استعمال ہوتا ہے پھر اگر فارسی یا اردو والے ”آبنائے باب المندب“ کہتے ہیں تو کیا گناہ ہے؟ یہی حال ”میلاد“ کا ہے کہ اردو میں کہیں گے: ”میلاد کا وقت کیا مقرر ہے؟“ عربی میں ولادت کے وقت ہی کو ”میلاد“ کہتے ہیں، مگر ہم اُسے کیا جانیں؟

(۵) آئیے اب نزدیک ہیں کہ خود عربی میں ”محشر“ کا کیا حال ہے۔

عربی کے مستند لغتوں میں ”لسان العرب“ اور ”تلم العرب ولس“ سب سے زیادہ مفصل ہیں۔ پہلا میں (۲)

لسان العرب، حیدرآباد دکن، جلد ۲، پرچہ ۲ (نمبر ۱۴) صفحہ ۵۰۵۔

مطبوعہ المطبعة الخيرية، بونان، مصر، سنہ ۱۳۵۷ھ (پہلی اشاعت)

مطبوعہ المطبعة الميرية، مصر، سنہ ۱۳۵۷ھ (پہلی اشاعت)

دوسرا دس جلدوں میں شائع ہوا ہے "لسان" کی پانچویں جلد (صفحہ ۲۶۴) میں "حَشَى" کے معنی بتا کر لکھا ہے کہ "اسی (لفظ) سے "یوم المحشر" (یعنی محشر کا دن) آگے چل کر سورۃ المحشر کی دوسری آیت کا حوالہ دے کے اُس کی شان نزول بتائی ہے اور آیت کی تفسیر میں ازہری (یعنی ابو منصور محمد بن احمد لازہری، صاحب "تذیب اللغۃ") کا قول نقل کیا ہے کہ "پہلا حشر وہ تھا جو "ارض المحشر" میں برپا ہوا اُس کے بعد قیامت کے دن پھر وہیں ساری مخلوق جمع ہوگی"۔

• صاحب "تاج العروس" نے اپنی کتاب کی تیسری جلد (صفحہ ۱۴۱-۱۴۲) میں "لسان" کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ اس سے ایک بڑا اطمینان یہ ہو گیا کہ اس عبارت میں کتابت یا چھاپے کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ علاوہ اس کے صاحب "تاج العروس" نے بعضی باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ "ومنہ یوم المحشر" کے بعد ہی یہ لفظ بڑھائے ہیں: یکسر اللشائین (و یقتلہ) وھذہ عن الصغانیؒ اس ایک اضافے سے دو فوائد ہوئے: ایک یہ کہ ش کی تشکیل ہو جانے سے اس شبیہ کی گنجائش مطلق نہ رہی کہ "شاء دونوں کتابوں میں یوم المحشر کی جگہ یوم المحشر چھپ گیا ہو"۔ دوسرے ایسے بڑے شخص کا حوالہ مل گیا (یعنی ابو بکر محمد بن اسحق ابن جعفر الصغانی جن کو سب بقعہ مانتے ہیں اور جن سے امام مسلم اور امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے) ازہری کا قول "تاج العروس" میں بغیر کسی اضافے کے نقل کیا گیا ہے۔

ان سب حوالوں کو جمع کر کے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ جید عربی مصنفوں کے قلم سے "یوم المحشر" اور "ارض المحشر" کے لفظ نکلتے رہے اور محقق لغت نویس ان کو نقل کرتے رہے۔ ذرا ان بزرگوں کے زمانہ کو بھی دیکھ لیجئے:-

نام	پیدائش	وفات
صغانی (محمد بن اسحق ابن جعفر)	x	۲۶۰ھ یا ۲۸۰ھ
{ مسلم (ابن الحجاج قشیری)	۲۰۲ھ	{ ۲۶۹ھ
{ ترمذی (ابو عیسیٰ)	x	{ ۲۴۹ھ
ازہری (ابو منصور، صاحب "تذیب")	۲۸۲ھ	۳۶۰ھ
ابو الفضل جمال الدین محمد ابن کرم (ابن منظور) افریقی مصری	۳۰۰ھ	۳۸۰ھ
انصاری، صاحب "لسان العرب"		
ستیدم تقی زبیدی، صاحب "تاج العروس"	۱۱۳۵ھ	۱۲۰۵ھ

یہ جو کچھ بحث عربی کی میں نے کی ہے محض اتمامِ حجت کی غرض سے ہے حقیقت میں یہ بے ضرورت ہے اور اردو کا معیار اردو ہی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ جب عربی، فارسی، ہندی، پراکرت، سنسکرت، انگریزی، غرض کہ دنیا بھر کی زبانوں پر عبور ہو تب کہیں اردو بولنا آئے۔ ایسی اردو سے ہم باز آئے۔ یہ جو عربیت کے مدعی ہیں ان سے ذرا پوچھئے کہ بھلا آپ عالمِ عورت کو درحالیہ کیوں نہیں کہتے؟ عربی میں فصیح ہے ”حالیہ“ اس عورت کے لئے جو امید سے ہوا اور ”حالمہ“ اس عورت کے لئے جو کسی خارجی چیز کو اٹھا کر ہوئے ہو۔ اسی طرح کے اور بھی کئی لفظ ہیں۔ اور لیجئے: آپ ”عالم“ مرد کو تو ”علامہ“ کہتے ہیں۔ پھر آخر انساب کے جاننے والے کے لئے ”نشاہ“ کیوں نہیں لاتے درحالیہ کہ عربی میں یہ صحیح بھی ہے اور فصیح بھی۔

یہ صاحبِ سچ فرمائے ہیں کہ فصاحت کا معیار ”نقطہ محاورہ اہل اردو ہی، یا جامع مسجد کی سیڑھیاں“ یہ خط بہت طولِ طویل ہو گیا۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ والسلام

نیازمند

ع۔ صدیقی

